

مرکزی کتب خانہ پبلیکیشنز

دستان اسلام

حصہ چہارم

بنو عباس

شیخ محمد قاسم

علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور

قیمت Rs. 2.75

فون نمبر 62833

زده لکھنؤ جا وے ~~میں~~ دہری طان دایا

علم عیلاحت آواز رونا لیلی

۸۲۵ رقم
میں

دائستان اسلام



Book Series

Serial No.

Price

Date

شیخ محمد اقبال ایم اے (عربی)، ایم اے (اسلامیات)، ایم اے (فلسفہ)
گورنمنٹ کالج لاہور

علمی کتاب خانہ - اردو بازار لاہور

۱۰۰۰	بار اول
۱۰۰۰	بار دوم
۱۰۰۰ فروری ۱۹۶۴ء	بار سوم
۱۰۰۰ دسمبر ۱۹۶۴ء	بار چہارم
۱۰۰۰ جون ۱۹۶۴ء	بار پنجم
۱۰۰۰ جنوری ۱۹۶۴ء	بار ششم

مہر و جہد: رشید آرٹ پریس لاہور

پیش لفظ

بنو عباس کی سرگذشت عبرت و موعظت کا ایک نادر مرقع ہے۔ اس دور کی کوئی کڑی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ اسلام کے دوست اور دشمن سب اپنے پورے قد و قامت کے ساتھ صاف صاف نظر آ رہے ہیں۔ البتہ ان کو دیکھنے کے لئے ظاہر کی آنکھ ہی نہیں بلکہ دل کی آنکھ بھی کشادہ ہونا ضروری ہے۔

ملتِ اسلامیہ میں ان علمائے تاریخ کی کمی نہیں رہی جن کو اللہ تعالیٰ نے دیدہ بینا عطا کی۔ انھوں نے مسدود رفتہ پر محققانہ نگاہ ڈالی، لیکن ہر دور کا نیا اسلوب اور جدید تقاضے ہوتے ہیں۔ عصرِ حاضر میں نئے سرے سے تاریخِ اسلام کے تحقیقی مطالعہ کی ضرورت تھی تاکہ نہ صرف اپنے مؤرخین کا قیمتی سرمایہ نئی ترتیب کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے بلکہ ان غلط فہمیوں کا تار و پود بھی بکھیرا جائے جو اعمیاء نے ہماری تاریخ کے بارے میں پیدا کی ہیں۔ — الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے مجھ عاجز کو توفیق عطا فرمائی کہ اسلام کی تاریخ کو نئے زاویوں اور نئے انداز سے پیش کرنے کی سعی کروں۔ میں اس میں کساں تک کامیاب ہوا ہوں، اس کا

فیصلہ حق و انصاف کی بارگاہ کے سپرد ہے۔ بنو عباس کی داستان مرتب کرنے میں مجھے جس کاوش سے دوچار ہونا پڑا ہے اس کا ثبوت خود اس داستان کے اوراق میں کیا کریں گے۔

یہ اوراق حقیقت پرست ذہن، درد مند دل اور پُر سوز نگاہ کے تعاون کا ثمرہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرف قبول عطا فرمائے۔

شیخ محمد اقبال ابن شیخ سکندر دین

عنوانات

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۶	مضمر کے صدر پر تبصرہ	۱۱	(۱) ابوالعباس السفاح (۱۳۲ - ۱۳۶)
۲۸	محمد المہدی (۱۵۸ - ۱۶۹)	۱۱	ابوالعباس کے مسائل
۲۹	جنگی صفات	۱۵	باشمیہ
۵۲	بغاد میں	۱۵	وفات
۵۲	ولی عہدی میں تبدیلی	۱۵	اوصاف و اخلاق
۵۲	وفات	۱۵	پالیسی
۵۲	عہدی کے صدر پر تبصرہ	۱۵	نظام حکومت
	(۳) موسیٰ الہادی (۱۶۹ - ۱۷۰)	۱۶	محمد المنصور (۱۳۶ - ۱۵۸)
۵۹	معرکہ فرخ	۱۸	(۲) ابتدائی صفات
۵۹	رومی محاذ	۱۹	خوفت
۶۰	خوارج	۱۹	عبداللہ بن علی کی بغاوت
۶۰	ولی عہدی کا قضیہ	۲۰	ابومسلم خراسانی کا قتل
۶۰	وفات	۲۶	رومی صفات
	(۵) ہارون الرشید (۱۷۰ - ۱۹۲)	۲۶	راوندیہ کی بغاوت
۶۲	بغاد میں اور شورشیں	۲۶	اتحاد سیر کی بغاوت
۶۵	رومی محاذ	۲۷	اندلس
۶۸	یرامک	۲۷	محمد نفس زکیہ کا مقابلہ
۶۶	ولی عہدی کا قضیہ	۳۳	ابراہیم بن عبداللہ کی شہادت
۶۷	وفات	۳۳	عبداللہ بن محمد کی شہادت
۶۷	ہارون کے صدر پر تبصرہ	۳۴	ولی عہدی میں تغیر
	(۶) محمد الامین (۱۹۲ - ۱۹۸)	۳۶	وفات

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۵	بابک خرمی	۸۷	امین اور مامون کی ناچاقی
۱۲۷	محمد بن قاسم علوی	۹۰	امین اور مامون کے درمیان جنگ
۱۲۷	مازیار بن قارن کی بغاوت	۹۷	امین اور مامون کی خانہ جنگی کے نتائج
۱۲۷	انٹشین کا قتل	(۶)	عبداللہ المامون (۱۹۸-۲۱۸)
۱۲۸	الکھبر قح	۹۹	ابتدائی حالات
۱۲۹	زط کی بغاوت	۱۰۰	مامونی حکومت کا پہلا دور
۱۲۹	عباس بن مامون	۱۰۱	نصر بن سیار بن شیبث کی بغاوت
۱۳۰	رومی مخلو	۱۰۱	حسن بن المرث کی بغاوت
۱۳۱	ترکوں کی آمد	۱۰۱	ابن طباطبا
۱۳۲	سامرا کی آبادی	۱۰۲	ابراہیم جزار
۱۳۲	فتنہ خلقِ قرآن	۱۰۵	زید النار
۱۳۲	وفات	۱۰۵	بغداد میں بد نظمی
۱۳۵	(۹) والی باللہ (۲۲۷-۲۳۲)	۱۰۶	بابک خرمی
۱۳۷	متوکل علی اللہ	۱۰۷	حضرت علی الرضا کی ولی عدوی
۱۳۷	(۲۳۲-۲۳۶)	۱۰۸	ابراہیم بن المہدی کی بغاوت
۱۳۹	متوکل کا قتل	۱۰۸	مامون کی بغداد کو روانگی
۱۳۹	متوکل کے قتل کے نتائج	۱۱۳	بوران کی عروسی
۱۴۱	دوسرا دور	۱۱۳	فتنہ خلقِ قرآن
۱۴۲	فہرستِ خلفاء	۱۱۵	مامون کی وفات
۱۴۵	طاثرانہ نگاہ	۱۱۵	ادصاف و اخلاق
۱۴۶	ترک گردی	۱۱۵	مامونی عہد پر تبصرہ
۱۴۸	صاحب الزنج	(۸)	معتصم باللہ (۲۱۸-۲۲۷)

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۳۰	بنو عقیل	۱۲۹	قرابطہ
۲۳۱	سلاجقہ	۱۵۹	امیر الامراء
۲۴۰	اتابکیہ	۱۶۳	صلیبی جنگیں
۲۴۲	خوارزم شاہیہ	۱۷۸	تاتار
۲۴۲	ایوبیہ	۱۸۴	زوال بغداد کے اسباب
۲۴۹	ملشین (مرا بطین)	۱۹۱	نیم مختار اور خود مختار فرماں رواں
۲۵۰	موحدین	۱۹۲	اداریہ
۲۵۱	تیمور	۱۹۳	اقبالہ
۲۵۲	نظام حکومت	۱۹۳	ظاہریہ
۲۵۲	آئین	۱۹۴	علویہ
۲۵۵	مرکزی حکومت کے شعبے	۱۹۵	مغاریہ
۲۶۲	صوبائی نظام	۱۹۹	طولونیہ
۲۶۲	علم و حکمت	۲۰۰	سامانیہ
۲۶۰	قرآنی علوم	۲۰۲	بنو حمدان
۲۶۱	حدیث	۲۰۳	بنو فاطمہ
۲۶۲	فقہ	۲۲۰	زیاریہ
۲۶۲	تاریخ	۲۲۱	بنو حسنویہ
۲۶۲	طب	۲۲۲	اخشیہ
۲۶۲	کیمیا	۲۲۲	بنو بریدی
۲۶۲	میکینکس	۲۲۳	آل بویہ
۲۶۶	حساب	۲۲۸	بنو شاہین
۲۶۶	ریاضی	۲۲۸	غزنویہ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۹۲	تقوف	۲۷۹	علم المعیت
۲۹۳	مذہبی فریقے	۲۸۰	جغرافیہ
۲۹۳	اہل سنت والجماعت	۲۸۲	فکری تحریکات
۲۹۳	خوارج	۲۸۲	علم الکلام
۲۹۵	شیعہ	۲۸۳	جبریت
۲۹۵	اشعریہ	۲۸۴	معتزلہ
۲۹۶	زیدیہ	۲۸۸	اشعریہ
۲۹۸	اثنا عشریہ	۲۸۹	ماتریدیہ
۲۹۸	اسماعیلیہ	۲۸۹	مرحبتہ
۳۰۵	نصیبہ	۲۹۰	فلسفہ

دَوْرِ اَوَّلِ

عباسی عہد دو الگ دوروں میں تقسیم
 نظر آتا ہے۔ پہلے دس خلفاء کا عہدِ خلافت
 عظمت و اقتدار کا دور ہے۔ بعد میں
 خود پرست امراء کا تسلط قائم ہو گیا۔ وہ
 ملوک و سلاطین کی شان کے ساتھ بساطِ
 سیاست پر جلوہ آرا ہوئے اور عباسی
 خلافت بے بسی اور بے کسی کا شعار بن کر
 رہ گئی۔

ابوالعباس الشَّعَّاح

۱۳۲ تا ۱۳۶ھ

۶۴۹ تا ۶۵۳ھ

۱۳۲ ہجری میں عباسی حکومت کے بانی ابوالعباس عبداللہ بن علی کی بیعت ہوئی۔ اس کے بعد اس نے ایک خطبہ دیا جس میں کوفہ والوں کی ستائش کی اور کہا کہ میں نے تمہارے وظیفوں میں سو وزم بڑھاوٹے ہیں۔ اب کمر باندھ لو۔ میں سفاح (خون ریز) مٹھلہ انداز، انتقام گیر اور ہلاکت خیز ہوں۔ اس نے اس اعلان کو سچ کر دکھایا اور تاریخ میں سفاح کے نام سے زندہ رہ گیا۔

ابوالعباس کے مسائل | ابوالعباس بے مثال حوصلہ و تدبیر کا مالک تھا۔ اس کی نموشس قیمتی تھی کہ اسے اپنے خاندان ہی میں ایسے کار آگے اور بیدار مغز صلاح کار مل

گئے جنہوں نے قدم قدم پر اس کی مدد کی اور اس کی مشکلات کو آسان کر دیا۔ ابو العباس کے سامنے کئی حوصلہ آزمائشی مسائل اٹھے جنہیں اس نے ہمت اور تدبیر سے چٹکیوں میں حل کر لیا۔ بعض مسائل درج ذیل ہیں:-

۱۔ سابقہ خود سر امراء! جن دنوں بنو امیہ پر ادبار کی گھٹائیں چھا رہی تھیں کئی امراء خود سر ہو گئے۔ حکومت بدلنے پر انہیں خود مختاری کا مزید حوصلہ ہوا۔ ابو العباس نے انہیں آسانی سے زیر کر لیا۔

۲۔ جدید بند و بست:- اسلامی سلطنت نہایت وسیع و عریض تھی سوائے سپین کے جس پر ایک اموی شہزادہ عبدالرحمن الداخل نے قبضہ کر لیا یہ ساری سلطنت بنو عباس کے ہاتھوں میں آئی۔ اس میں ایک مضبوط بند و بست قائم کرنا تھا۔ ابو العباس نے اس مقصد کے لئے سب صوبوں میں صاحب فہم اور قابل اعتماد امراء مقرر کیے۔ ان امراء کی وافر تعداد اس کے اپنے خاندان ہی سے فراہم ہو گئی۔ سوائے طراسان کے جو ابو مسلم کے تحت تھا باقی کل اہم صوبوں میں ابو مسلم نے اپنے بھائیوں چچاؤں اور بھتیجوں کو مامور کیا۔ ان لوگوں نے نہایت ذہانت اور وقاداری کا ثبوت دیا اور حکومت کے پائے مضبوط کرنے میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔

۳۔ بنو امیہ کے حامی:- سفاح نے بنو امیہ کے آثار حکومت مٹانے کی یہاں تک کوشش کی کہ ان کے بادشاہوں کی قبریں تک کھدوا ڈالیں تاہم شام اور جزیرہ کے علاقہ میں اب بھی ایسے لوگ تھے جو بنو امیہ کے پروردہ اور ہوا خواہ تھے، تفسرین، حمص اور جزیرہ کے علاقوں میں انہوں نے ہتھیار اٹھائے۔ لیکن بنو عباس کے زور کے سامنے ٹھہرنا مشکل تھا۔ بارمان لی۔

۴۔ اہل بیت کے حامی :- بنو عباس کی تحریک اہل بیت کے نام پر اٹھی تھی۔ نگاہیں مشتاق تھیں کہ کس وقت بنو امیہ کا قبضہ بٹکے اور مسندِ خلافت پر کوئی سید زادہ جلوہ افروز ہوتا ہے لیکن عوام کی تمنا بر نہ آئی۔ اہل بیت کے حامیوں نے سفاح کی بیعت کو پسند نہ کیا۔ ان کے قائدین میں ابو سلمہ خلیل کا نام سرفہرست ہے۔

۵۔ ابو سلمہ خلیل کا قتل :- امام ابراہیم کی وفات کے بعد ابو سلمہ خلیل نے خلافت اہل بیت میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس لئے چالیس روز تک امام ابراہیم کی موت کی خبر پوشیدہ رکھی۔ جب داعیوں پر حقیقت کھلی تو انھوں نے ابو العباس عبداللہ کی بیعت کر لی اور ابو سلمہ کا ارادہ پورا نہ ہو سکا تاہم اس کے دل سے یہ خیال نہ نکلا۔ ابو العباس کو اس بات کا علم تھا۔ اس لئے اس نے ابو سلمہ کو سزا سے ہٹانے کا ارادہ کر لیا۔

ابو سلمہ کی عوام میں بہت قدر و منزلت تھی۔ اس نے بنو عباس کی بے باک خدمات انجام دی تھیں۔ اُسے وزیر آلِ محمد کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ایسے شخص کو علی الاعلان قتل کیا جاتا تو عوام مشتعل ہو جاتے۔ اس لئے سفاح نے پر اسرار طریق اختیار کیا۔ ابو مسلم کی تائید ضروری تھی۔ اسے اپنے ارادہ سے مطلع کیا۔ ابو مسلم نے جواب بھیجا کہ اگر آپ کو ابو سلمہ کے انحراف کے بارے میں اطلاع ہے تو اسے مار دیجئے، سفاح کو اس کے چچا داؤد بن علی نے رائے دی کہ تم خود اس کام کو ہاتھ میں نہ لو ورنہ ابو مسلم اس واقعہ کو کسی دن تمہارے خلاف حجت بنا کر لائے گا۔ ابو مسلم کو لکھو کہ وہی اس کام کو انجام دے سفاح نے ابو مسلم کو حکم بھیجا۔ اس نے

ایک خفیہ کارندہ بھیجا۔ اس نے آکر سفاح کو اپنے مشن سے مطلع کیا۔ سفاح نے ایک باقاعدہ منصوبہ بنایا۔ اس کے علاوہ ہی نے منادی کی کہ امیر المؤمنین اب ابوسلمہ سے خوشنود ہو گئے ہیں سفاح نے ابوسلمہ کو مصلحت پتایا اور اس سے راہ و رسم پڑھائی۔ ایک رات بہت دیر تک ابوسلمہ سفاح کے پاس بیٹھا رہا۔ واپس گیا تو تنہا تھا۔ ابوسلمہ کے کارندے نے اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرے دن مشہور کیا گیا کہ ابوسلمہ کو خارجیوں نے مار دیا ہے۔ سفاح نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے پایہ تخت ہاشمیہ میں (جو کوفہ سے ملحق تھا) دفن کیا۔ یہ واقعہ ابوالعباس کی تخت نشینی کے چھ برس کا ہے۔

ابوالعباس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ اہل بیت کے سب حامیوں کو مٹانے پر تل گیا اور ابومسلم کے ذریعے ابوسلمہ کے مقرر کردہ سارے عمدہ داروں کو ہٹاک کر دیا۔

ابوسلمہ خلال کی وفات کے بعد ۱۲۳ ہجری میں خراسان کے تیس ہزار آدمی باغی ہو گئے کہ ہم نے بیعت عموں ریزی پر نہیں کی تھی۔ ابومسلم نے اس بغاوت کو دبا دیا۔

۶۔ حواریج و حوزج جنھوں نے بنو امیہ کو ہمیشہ پریشان رکھا تھا بنو عباس کو کب چین سے بیٹھنے دیتے تھے۔ یہ فرقہ جمہوریت کا قائل تھا جب ایک آمریت کی لاش سے دوسری آمریت نے جنم لیا تو یہ لوگ برسرِ مقابلہ ہوئے اور جان کی بازی لگادی۔ صرف ایک

سلمہ ابن اشیر۔ ابن کثیر سلمہ ابن اشیر۔ ابن کثیر۔

سلمہ ابن اشیر۔ ابن کثیر۔

خارجی سردار جلندی ہی کے ساتھ دس ہزار آدمی مارے گئے۔
ابوالعباس نے ان کا زور توڑ دیا۔

۷۔ رومی محاذ:۔ رومی حکومت نے اسلامی مقبوضات کی طرف
پاؤں پھیلانا شروع کیے۔ اور بعض اہم علاقے لے لے گئے۔ سفاح نے
فوراً ایک مہم بھیجی جس نے دشمن کی پیش قدمی روک دی۔

ہاشمیہ | ابوالعباس کو عباسی کے بجائے ہاشمی کہلانا زیادہ پسند
تھا کیونکہ بنو ہاشم میں اہل بیت بھی شامل ہیں۔ اس نے
کوڑ کے مضافات میں ایک نیا دارالخلافہ بنایا۔ اس کا نام
ہاشمیہ رکھا۔

وفات | سفاح نے ۱۳۶ ہجری میں چیچک سے وفات پائی۔
عمر غالباً ۳۳ برس تھی۔

وفات سے قبل وہ ایک بند وصیت نامہ میں منظور اور اس
کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو جانشین نامزد کر گیا۔

اوصاف و اخلاق | سفاح بلند قامت، سفید قام اور
غور و محقق۔ وہ فصیح الکلام اور صائب الرائے
تھا۔ نہایت بلند سیرت کا مالک تھا۔ اس کا دامن بنو امیہ اور خلّال
کے خون کے چھینٹوں کے سوا بہت حد تک صاف ہے۔

پالیسی | سفاح کی پالیسی کے مندرجہ ذیل عناصر تھے:۔
۱۔ اراکین خاندان سے استمداد:۔ اموی حکومت کے
ایام میں بھی اگرچہ شاہی خاندان کے افراد کو بلند عہدے ملتے تھے۔ لیکن
اہم ترین صوبوں پر ان کا تقرر کم ہوتا تھا۔ اموی خلفاء صرف اہل اور وفائش

اصحاب کو منتخب کرتے تھے۔ اس میں ایک خرابی یہ تھی کہ ان امراء کی نگاہ میں صرف خلیفہ کی وقتی خوشنودی ہوتی تھی۔ اموی حکومت کی نیک نامی اور بقا پر ان کا دھیان کم ہوتا تھا۔ نتیجہ یہ کہ بنو امیہ عوام میں غیر مقبول ہونے لگے۔ سفاح نے کلیدی ولایات پر اپنے بھائیوں اور قریبی رشتہ داروں کو مقرر کیا جنہوں نے حکومت کو مستحکم کرنے میں ہر ممکن سعی کی۔

۲۔ سخت گیری :- ابو العباس نے بنو امیہ کے ساتھ نہایت سنگ دلی کا سلوک کیا۔ اموی خاندان کے وہی افراد زندہ بچے جو بہت کم سن تھے یا قلمرو سے بھاگ گئے۔ اس سخت گیری کا ایک فائدہ یہ ضرور ہوا کہ عوام پر ہیبت چھا گئی اور حکومت کا دبدبہ بیٹھ گیا۔

۳۔ عجم کو ترجیح :- بنو امیہ کی حکومت اہل شام کے سہارے قائم ہوئی تھی اس لئے انہوں نے شامیوں کو ترجیح دی اور دمشق کو دار الخلافہ قرار دیا۔ عباسی حکومت کا قیام اہل عجم کا مرہون بنتا تھا۔ اس لئے ابو العباس نے عجم کو عربوں پر بڑھانا شروع کیا اور دار الخلافہ عراق میں بنایا۔

نظام حکومت | سفاح کا نظام حکومت اموی دور سے کچھ مختلف نظر نہیں آتا۔ البتہ وزارت کا قیام سفاحی حکومت کا ایک نمایاں امتیاز ہے۔

وزارت :- وزیر کے لفظ سے عربی زبان پہلے سے آشنا تھی وزیر کے معنی بوجھ کے ہیں اور وزیر کے معنی ہیں بوجھ اٹھانے والا۔ قرآن حکیم میں دو جگہ رطلہ اور الفرقان میں حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کا وزیر بتایا گیا ہے۔ لیکن وہاں اس کے معنی فقط مددگار اور

کام بٹانے والے کے ہیں۔

اسلام سے قبل ایران میں عہدہ وزارت کا وجود تھا لیکن عہد اسلام میں سب سے پہلے اسے بنو عباس نے قائم کیا۔ بے شک اموی دور کے اخیر میں مروان ثانی کے وزیر عبد الحمید بن یحییٰ کا ذکر آتا ہے۔ لیکن یہ بتانا مشکل ہے کہ عبد الحمید کا وہی مقام تھا جو عباسی وزراء کو حاصل تھا۔ مسعودی نے حضرت معاویہ کی مجلس وزراء کا ذکر کیا ہے لیکن ان وزراء سے مراد مختلف شعبوں کے ناظمین اعلیٰ ہی ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ وزارت کی طرح بنو عباس نے ڈالی۔

سب سے پہلے وزیر کا لفظ ابو سلمہ خلیل کے لیے مشہور ہوا۔ شروع میں یہ لقب اسے عوام نے محض اعزازاً دیا۔ اسے وزیر آل محمد یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل کا خادم کہتے تھے۔ عباسی حکومت میں اس کی زندگی فقط چند روزہ تھی۔ اس زندگی کے آخری ایام میں اس نے حکومت میں وزارت کے اختیارات پائے اور اپنی طرف سے کچھ عملہ بھی نامزد کیا جسے اس کی وفات کے بعد تہ تیغ کر دیا گیا۔

خلیل کے بعد ابو الجهم بن عطیہ سفاح کا وزیر ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ خلیل کے بعد خالد برمک نے وزارت پائی۔ لیکن یہ درست نہیں۔ وہ وزیروں کا سامرتبہ ضرور رکھتا تھا لیکن سرکاری طور پر اسے وزیر نہیں کہا جاتا تھا۔

۱۔ ابن کثیر ۵: ۵۵ ۲۔ ابن اثیر ذکر موت سفاح
۳۔ المغزی

ابو جعفر عبداللہ بن محمد المنصور

۱۳۹ھ تا ۱۵۸ھ (۶۷۷ تا ۶۸۵ھ)

ابتدائی حالات | منصور ۹۵ ہجری میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں سلامہ ایک
 بونڈی تھی۔ اپنے بھائی سفاح سے عمر میں بڑا تھا۔
 منصور کی پرورش مدینہ کے شہر میں ہوئی جو علم کا مرکز تھا۔ اس نے یہیں
 تعلیم پائی۔ اموی عہد میں اسے ایک بار قید بھی بھگتنی پڑی۔ ابوالعباس خلیفہ ہوا تو
 اسے آذربائیجان اور آرمینیہ کا گورنر مقرر کیا۔ مرنے سے پہلے اسے اپنا جانشین نامزد
 کر گیا۔

لے ابن کثیر

خلافت

سفاح کی وفات کے وقت منصور مکہ میں تھا۔ واپسی پر اثنائے سفر میں اسے سفاح کی موت کی خبر ملی اور راہ ہی میں بیعت ہو گئی۔ پہلے کوفہ آیا۔ بیعت لی اور پھر انبار (ہاشمیہ) چلا گیا اور انتظام و انصرام میں مشغول ہو گیا۔

منصور نے خلافت سنبھالی تو اسے قدم قدم پر آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا۔ مشکلات اس قدر ہجوم کر کے اٹھیں کہ نرے حوصلہ اور خالی شجاعت سے کام نکالنا مشکل تھا۔ منصور نے فریب کا حربہ بھی اٹھایا۔ جہاں دیکھا کہ سیدھی طرح بات نہیں بنتی وہاں فریب اور دھوکے سے حریف کو شکست دی یا اس کا کام تمام کر دیا۔

منصور کو جس وقت

عبداللہ بن علی کی بغاوت، ۱۳ھ

خلافت کا مشردہ ملا وہ بہت

فکر مند ہوا۔ ابو مسلم نے اس کے چہرے پر تفکر کے آثار دیکھے تو سبب پوچھا۔ منصور نے کہا کہ مجھے اپنے چچا عبداللہ بن علی کی طرف سے کھٹکے۔ ابو مسلم نے کہا، یہ معاملہ مجھ تک چھوڑیے اور آپ بے فکر ہو جائیے۔

منصور کا اندازہ صحیح نکلا۔ عبداللہ بن علی نے بغاوت کر دی۔ وہ شام کا گورنر تھا۔ سفاح کی موت کی خبر آئی تو اس نے اعلان کیا کہ سفاح نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم مروان سے جنگ کر کے اس کا خاتمہ کر دو تو میں تمہیں اپنا جانشین کر دوں گا۔ بعض اصحاب نے عبداللہ بن علی کے اس دعوے کی تائید میں شہادت دی۔ اس کے پاس شام، جزیرہ اور خراسان کے جس قدر امراء تھے انہوں نے اس کی بیعت کر لی۔ وہ فوج لے کر

۱۳ھ ابن کثیر سے ابن اثیر۔

عراق کی طرف روانہ ہوا۔

ابو مسلم خراسانی عبداللہ بن علی کے مقابلہ پر چلا۔ عبداللہ کو علم ہوا تو اپنی خراسانی سپاہ کو اس اندیشہ سے کہ ابو مسلم سے مل نہ جائے تہ تیغ کر دیا۔ سترہ ہزار خراسانی مارے گئے۔ نصیبین کے مقام پر لشکر آئے سانسختہ۔ پانچ ماہ مصر کے ہوئے رہے۔ شامیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن ابو مسلم نے حربی لیاقت اور جرأت کا خوب ثبوت دیا۔ عبداللہ جھاگ نکلا۔ اور بصرہ جا کر اپنے بھائی کے پاس جو وہاں کا والی تھا روپوش ہو گیا۔ منصور نے دو برس بعد ۱۳۹ ہجری میں اسے حیلہ سے گرفتار کر لیا۔ اسے ۸ برس بعد ۱۳۹ ہجری میں سردا دیا۔ قتل کی ترکیب یہ کہ نمک کی بنیاد پر ایک مکان تعمیر کروا کر عبداللہ کو اس میں رکھوایا۔ اس کے بعد بنیادوں میں پانی چھوڑ دیا۔ مکان گرا اور عبداللہ بکرا ہوا۔

منصور کے مزاج میں شک اور احتیاط

ابو مسلم کا قتل ۱۳۷ ہجری

کا مادہ بہت تھا۔ اسے جس آدمی کی طرف سے

ادنیٰ خطرہ بھی ہوتا تھا اسے ہلاک کیے بغیر نہیں لیتا تھا۔ ابو مسلم خراسانی سے اسے چند دو چند وجوہ کی بنا پر بہت خدشات تھے۔ مثلاً:

۱۔ ابو مسلم کے عروج نے اس کا دماغ بہت چڑھا دیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ عباسی سلطنت میرے دم سے ہے۔ خلیفہ کو مجھ پر گرفت کرنے کا جوش نہیں ہو سکتا۔ منصور کو تو وہ سفاح کی زندگی میں غلطی میں نہ لاتا تھا۔ سفاح ابو مسلم کی بددماغی سے بہت آزرہ تھا۔ لیکن اس نے ہمیشہ درگزر کیا۔ منصور نے اسے دوبارہ ابو مسلم کے قتل کی صلاح دی لیکن

ابو مسلم کا قتل ۱۳۷ ہجری

وہ ٹال گیا۔

۲۔ سفاحی عہد میں ابو مسلم کی رضا کے بغیر کوئی اہم کام طے نہیں ہوتا تھا۔ ان دنوں منصور نے ابن ہبیرہ سے صلح کی تو ابو مسلم نے نہ مانا اور منصور کو لکھا کہ اسے قتل کر دو۔ منصور نے بار بار تحریر کیا کہ اس کا قتل بے فائدہ ہو گا لیکن ابو مسلم اڑا رہا۔ مجبوراً منصور نے ابن ہبیرہ کو قتل کر کے بد عہدی کی شرم اٹھائی۔

۳۔ ایک دفعہ ابو مسلم سفاح کے پاس حاضر ہوا اور اسے سلام کیا۔ منصور بھی پاس بیٹھا تھا لیکن اسے سلام نہ کیا۔ سفاح نے ابو مسلم کو توجہ دلائی اور کہا، یہ ابو جعفر (منصور) بیٹھا ہے۔ ابو مسلم بولا، اس جگہ فقط آپ کا حق ادا ہو گا۔

۴۔ سفاح کی زندگی کے آخری سال منصور اور ابو مسلم دونوں نے حج کا عزم کیا۔ سفاح نے منصور کو امیر حج مقرر کیا۔ ابو مسلم نے سنا تو بگڑ کر کہا، کیا منصور کو حج لینے کوئی اور برس نہیں ملتا تھا۔

۵۔ سفر حج کے دوران ابو مسلم کی شان و شوکت اور نرد پاشی کے سامنے منصور کی حیثیت گنا گئی۔ ہر ایک کی زبان پر ابو مسلم کا نام تھا۔ منصور کے پہلو میں کانٹا گر گیا۔

۶۔ واپسی کے سفر میں ابو مسلم کی سواری منصور سے آگے آگے رہی۔ اس میں شہزادہ کی گستاخی تھی۔

۷۔ اثابے حج میں جب منصور حرم میں داخل ہوا تو جوتے اتار دیئے۔ جب

۱۲۔ ابن کثیر ۱۲ - ۵۵۰ ۵۵۱

۱۳۔ عیون الاخبار کتاب اول ص ۲۲

۱۴۔ ابن اثیر۔

باہر آیا تو ابو مسلم سے کہا کہ میرے جوتے لادو۔ وہ جوتے لایا لیکن منصور کو پہنائے نہیں۔ ایک اور رئیس نے منصور کی فرمائش پر اسے جوتے پہنائے منصور نے ابو مسلم کی اس بے توجہی کو یاد رکھا۔

۸۔ رستہ میں جب سفاح کی موت کی خبر آئی تو ابو مسلم نے ایک خط منصور کو لکھا۔ اس میں اسے خلافت کی تمنیت نہ دی۔ اگرچہ بعد میں بیعت کر لی لیکن منصور کے دل میں گرہ پڑ گئی۔

۹۔ جن دنوں ابو مسلم عبداللہ بن علی کے خلاف شام میں مصروف جنگ تھا منصور کو ایک شخص نے شکایت کھی کہ جب تمہارا خط ابو مسلم کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کی ہنسی اڑاتا ہے۔

۱۰۔ عبداللہ بن علی کو شکست کے بعد منصور نے ایک شخص ابو الخصب نام کو غنیمت کا حساب کرنے بھیجا۔ ابو مسلم طیش میں آ گیا اور ابو الخصب کو قتل کرنا چاہا لیکن لوگوں نے سفارش کر کے بچا لیا۔ ابو مسلم نے اس موقع پر کہا، خون ریزی میں تو مجھ پر اعتماد ہوتا ہے لیکن اموال کے معاملہ میں مجھے خائن سمجھا جاتا ہے۔ اس نے منصور کو گالیاں بھی دیں۔ منصور نے ابو مسلم کا صفایا کرنے کی ٹھان لی لیکن خراسانی فوج پر اس کا ایسا جھا دو تھا کہ اسے بر ملا قتل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس بے منصور نے ایک ترکیب کی۔ ابو مسلم ابھی شام میں تھا کہ اسے فرمان بھیجا کہ تمہیں بجائے خراسان کے شام اور مصر کا والی مقرر کیا جاتا ہے۔ مصر میں جسے چاہو نائب کر دو اور خود شام میں مقیم رہو۔ اس طرح تم میرے قریب رہو گے۔ مجھے تمہارے قریب کی خواہش ہے۔ ابو مسلم خراسان چھوڑنے پر آمادہ نہ تھا۔ وہ

۱۱۔ عیون الاخبار کتاب اول ص ۲۴

۱۲۔ ابن اثیر۔

شام سے خراسان کی طرف روانہ ہو گیا۔

منصور نے دیکھا کہ ابو مسلم کھل کر برخلاف ہو گیا ہے تو وہ بھی مستعد ہوا۔ اسے جب خبر ملی کہ ابو مسلم نے خراسان کی طرف کوچ کر دیا ہے تو انبار سے نکل کر مدائن چلا آیا۔ یہ جگہ شام اور خراسان کے رستے کے قریب تھی۔ مدائن سے اس نے ابو مسلم کو ایک خط لکھ کر بلا بھیجا۔ ابو مسلم نے جواب میں لکھا کہ بندہ تابع فرمان ہے لیکن دور سے۔ منصور نے اسے نہایت نرمی اور دل جوئی سے خط لکھے اور قابل اعتماد امراء کو بھیجا کہ کسی طرح ابو مسلم کو پھانس لاؤ۔ انھوں نے ابو مسلم کو بہلا پھسلا کر مدائن آنے پر آمادہ کر لیا۔ شہر سے باہر بنو ہاشم، امراء دولت اور ارکان سلطنت نے اس کا شاہانہ استقبال کیا۔ منصور بھی نہایت خوش خلقی اور تکریم سے پیش آیا۔

چند روز بعد منصور نے ابو مسلم کو خیمہ میں بلا بھیجا اور پانچ آدمیوں کو مامور کیا کہ اوٹ میں چھپ کر کھڑے رہنا۔ جب میں تالی بجاؤں تو آکر ابو مسلم کا کام تمام کر دینا۔ ابو مسلم حاضر ہوا تو منصور نے بہانہ سے اس کی تلوار لے کر بستر کے نیچے رکھ لی اور سخت الفاظ میں عتاب کرنا شروع کیا کہ تم نے سفاح کو اس انداز سے خط لکھے جیسے کوئی کسی کو دین کی تعلیم دیتا ہو۔ مکہ کے سفر میں تم مجھ سے پیش پیش رہے۔ تم نے عبداللہ بن علی کی لونڈی پر قبضہ کرنا چاہا۔ میرے حکم کے خلاف شام سے خراسان روانہ ہوئے۔ میری چھوٹی آمنہ کو نکاح کا پیغام دیا اور اپنے کو سلیمان بن عبداللہ بن عباس کا بیٹا بتاتے ہو۔ ابو مسلم ایک ایک اعتراض کا جواب دیتا گیا اور کہا کہ مجھے ان الزاموں کا ہدف بننا مناسب نہیں۔ میں نے تمہاری جو خدمت انجام دی ہے وہ ہر ایک جانتا ہے۔ منصور نے کہا اگر اس کام کے لیے کوئی حبشی لونڈی بھی اٹھ کھڑی

لہ ابن اثیر لہ ابن اثیر

ہوتی تو اللہ تعالیٰ ہماری خاطر اسے کامیاب کر دیتا۔ بخدا میں تمہیں قتل کروں گا۔
 ابو مسلم نے کہا، مجھے اپنے اعداء کے لیے زندہ رہنے دو۔ منصور بولا، تم سے
 بڑھ کر میرا عدو کون ہوگا۔ اس نے تالی بجائی۔ آدمی نکلے اور ابو مسلم پر تلواریں
 برسادیں۔ منصور نے اس کی لاش پر چادر ڈلوادی۔ سر کھٹوا کر سونے کے ٹکڑوں
 کے ساتھ اس کی سپاہ میں پھینکوا دیا۔ سپاہ سونا لوٹنے میں مصروف ہو گئی اور
 سر پر دھیان نہ دیا۔ اس کے بعد منصور نے لاش کے ٹکڑے کروا کر اسے دجلہ
 میں ڈلوادیا۔

بغاوتیں

۱۔ خراسان :- ابو مسلم کو ایک گروہ خدا مانتا تھا۔ ابو مسلم کی وفات
 کے بعد اس گروہ کی دو شاخیں ہو گئیں۔ ایک کا خیال تھا کہ خدا کی روح
 اب فیروز میں آگئی ہے اور دوسری شاخ اس کی بیٹی فاطمہ کو خدا مانتی
 تھی۔

ابو مسلم کے قتل کی خبر خراسان پہنچی تو رنج و الم کی لہر دوڑ گئی۔ اسی
 سال ۱۳۷ ہجری میں سنباد نام ایک مجوسی کے زیر قیادت خراسان کے
 لوگ بغاوت پر اتر آئے۔ منصور نے ایک سالار ^{جہور} (یا جہور) نام کے
 تحت فوج بھیجی۔ سنباد بھاگ نکلا اور بعد میں مارا گیا۔ خراسان کے دور افتادہ
 علاقہ میں رہ کر اب جہور کے دماغ میں بھی بغاوت کی ہوا سمائی۔ جس قدر
 اموں ہاتھ آئے ہڑپا کر لیے۔ منصور نے محمد بن اشعث کو ایک لشکر عظیم

۱۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی۔

۲۔ عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم ص ۱۳۱۔ طغری بروی۔ ابن کثیر
 ۳۔ ابن اثیر۔

کے ساتھ بھیجا۔ زور کی جنگ ہوئی۔ جہود فرار ہو گیا۔ بعد میں اپنے ہی آدمیوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ وہ اس کا سر منصور کے پاس لائے۔

۲۔ تین برس بعد ۱۲۰ ہجری میں اہل بیت کے لئے ایک تحریک اٹھی۔ منصور نے اسے سختی سے دبا یا اور کئی سردار مروا دیئے۔

۳۔ خوارج :- جزیرہ اور افریقہ میں خوارج کی خاصی تعداد تھی۔ انھوں نے بارہا قتل و فساد کی راہ اختیار کی لیکن ہر بار مغلوب ہوئے۔

۴۔ سندھ :- منصور کے عہد میں سندھ میں وقتاً فوقتاً بغاوتیں اٹھیں لیکن آسانی سے مٹا دی گئیں۔

۵۔ سرحدی علاقے :- بلوچستان کے علاقے میں آئے دن حکومت کے خلاف شورشیں اٹھتی رہتی تھیں۔ ۱۲۱ ہجری میں منصور نے ایک فوج بھیجی۔ یہاں کے امیر نے جو اصرار کیا تھا صلح کر لی۔ لیکن اگلے برس اس نے عہد شکنی کی اور کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ ناچار پھر فوج کشی ہوئی۔ اصرار محصور ہو گیا۔ جب اسے پتہ چلنے لگا کہ اس نہ رہی تو زہریلی، انگوٹھی چوس کر مر گیا۔

۱۲۳ ہجری میں ولیم والوں نے سرکشی کی۔ منصور نے ان کی گوشمالی کے لئے ۱۲۴ ہجری میں ایک لشکر بھیجا جس نے انہیں زیر کیا۔ بلوچستان کی خطوں میں بھی آئے دن اسلامی حکومت کے خلاف فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی تھی۔ ۱۲۶ ہجری میں ترکوں اور خزر نے آرمینیا کے مسلمانوں کو تہ تیغ کر دیا۔ اگلے برس انھوں نے پھر یہ حرکت کی۔ منصور نے ۱۲۸ ہجری میں ان پر فوج بھیجی۔ مجاہدین پیچھے تو ترکوں کو غائب پایا۔

۱۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر ۲۔ ابن کثیر۔ ذہبی ۳۔ ابن کثیر

رومی مہمات

منصور کی تخت نشینی پر ابھی دو ہی برس گزرے تھے کہ شاہ روم نے چھٹر چھاڑ شروع کر دی۔

۱۳۸ ہجری میں اس نے مُلطیہ کا شہر لیا اور اس کی فصیلیں گرا دیں۔
 ۱۳۹ ہجری میں اسلامی فوجوں نے اسے واپس لے لیا اور اسیروں کا مبادلہ ہوا۔ تاہم چیتلش ختم نہ ہوئی اور منصور کو آٹے دن رومی حکومت کے خلاف مہمات بھیجی پڑیں۔ آخر شاہ روم عاجز آ گیا اور ۱۵۵ ہجری میں اس نے جزیہ کی شرط پر صلح کی درخواست کی۔ کشیدگی پھر بھی نہ مٹی۔ دو برس بعد اسلامی فوجوں کو رومی علاقوں کا پھر رُخ کرنا پڑا۔
 روم کے شہنشاہ نے ۱۵۸ ہجری میں وفات پائی تو سکون ہوا۔ یہی سال منصور کی وفات کا بھی ہے۔

راوندیہ کی بغاوت - ۱۴۱ ہجری

بلاؤقاشان میں راوند ایک گاؤں ہے۔ اس کے انتساب سے

۱۴۱ ہجری میں خراسان میں ایک انوکھا فرقہ نمودار ہوا جسے راوندیہ کہتے تھے۔ ان کے عجیب و غریب عقائد تھے۔ تناسخ کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ آدم کی روح ان کے لیڈر عثمان میں پلٹ آئی ہے اور ہیشم بن معاویہ جبرئیل ہے۔ بادشاہ وقت کو پروردگار مانتے تھے کہ یہ کہیں کھلاتا پلاتا ہے۔ ایک دن ان کا چھ سات سو کا گروہ منصور کے محل کا طواف کرنے لگا اور پکارنا شروع کیا کہ یہ ہمارے خدا کا محل ہے۔ منصور نے ان کے سرغٹوں کو جیل میں ڈال دیا۔ راوندیہ بگڑ گئے۔ جیل پر حملہ کر دیا اور قیدیوں کو لے گئے۔ پھر منصور کا رُخ کیا اور اسے مارنے پر تل گئے حالانکہ اسے خدا مانتے تھے۔ منصور

۱۰۔ ابن کثیر ۳۲۸ - ۳۲۸ -

کے حامی جان نشاری نہ کرتے تو وہ جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ منصور نے ایک ایک راوندی کو مروایا۔ مقتولوں میں ان کا قائد عثمان بن نہیک بھی تھا۔

راوندیہ ابو مسلم خراسانی کے عقیدت مند تھے۔

استاذ سبیس کی بغاوت ۱۵۰ ہجری | منصور کو ۱۵۰ ہجری میں خراسان کے ایک کافر

استاذ سبیس کی بغاوت کی خبر ملی۔ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اس کے ساتھی قزاق اور بد قماش تھے۔ استاذ سبیس کے پیروں کی تعداد اچانک بڑھ کر تقریباً ۳ لاکھ ہو گئی۔ اس نے خراسان کے بیشتر حصہ پر قبضہ کر لیا۔ وہاں کے اسلامی دستہ نے اسے روکنے کی کوشش کی اور میدان میں کام آیا۔ منصور نے اب ایک بھاری فوج بھیجی جس نے بڑی مشکل سے استاذ سبیس کو شکست دی۔ اس کے ستر ہزار پیرو مارے گئے اور چودہ ہزار قید ہوئے۔ استاذ سبیس بھی کام آیا۔ ایک خیال یہ ہے کہ استاذ سبیس کی بغاوت ابو مسلم کے انتقام کے لئے تھی۔

اندلس | ایک اموی شہزادہ عبدالرحمن بن معاویہ بن ہشام بن عباس سے جان بچا کر افریقیہ پہنچا۔ وہاں ایک جماعت فراہم کی اور اس کی مدد سے اندلس میں داخل ہو کر قابض کیا۔ اب یہ صوبہ عباسی سلطنت سے کٹ گیا۔

محمد نفس زکیہ کا مقابلہ | ۱۴۵ ہجری میں امام محمد بن عبداللہ بن حسن

۱۴۵ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی ۱۴۵ انجوم الزاہرہ ۱۴۵ ۲۲۷

۱۴۵ انجوم الزاہرہ میں اسباذیس ہے۔

۱۴۵ عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم ۲۳

مثنیٰ بن حسن بن علی نے منصور کے خلاف پرچم بلند کیا۔ آپ بنو ہاشم کے ایک ہر و لعزیز رکن تھے۔ آپ زہد و اتقا اور پاکیزگی کا پیکر تھے اس لئے النفس الزکیہ (پاکیزہ روح) کہاتے تھے۔

مروان حمار کے آخری ایام میں ایک رات بنو ہاشم نے مشورہ کیا تھا اس میں اہل حجاز کے بعض اور لوگ بھی موجود تھے۔ انھوں نے اس موقع پر امام محمد نفس زکیہ کی بیعت کی۔ بیعت کرنے والوں میں سفاح اور منصور بھی تھے۔ البتہ امام جعفر صادق موجود نہ تھے یہ جب اموی دولت کی شمع گل ہوئی تو بساط حکومت پر اچانک بنو عباس متمکن ہو گئے حالانکہ اس بیعت کی رو سے حق محمد نفس زکیہ کا تھا۔

منصور خلیفہ ہوا تو امام محمد بیعت کے لئے نہ آئے۔ منصور انتہاء کا شکی اور پیش بین تھا۔ اسے امام کی طرف سے کھٹکا لگا کہ کسی وقت وہ اٹھ کر عباسی حکومت کے خلاف شمشیر بکف نہ ہو جائیں۔ حضرت امام محمد بھی بے خبر نہ تھے۔ ابو مسلم وغیرہ کا انجام ان کے سامنے تھا۔ وہ جان بچانے کے لئے روپوش ہو گئے۔ ان کے ساتھ ان کے بھائی ابراہیم بھی تھے۔ دونوں بھائی دور و نزدیک کے شہروں میں سر چھپاتے پھرے۔ یہاں تک کہ ہندوستان بھی آئے۔ شاہی جاسوس سایہ کی طرح ساتھ ساتھ تھے۔ اس لئے کسی ایک جگہ ٹھک کر بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔ آپ کی مقبولیت اور بیدار طبیعی کا یہ عالم تھا کہ منصور اپنے تمام شاہانہ وسائل کے باوجود سراغ نہ لگا سکا۔ اسے جب ناکامی کا خیال آتا تو جھنجھلا کر رہ جاتا۔ دونوں بھائی مکہ آ کر ہاج بھی کر گئے اور منصور کو خبر تک نہ ہوئی۔ ایک دفعہ حج کے موقع پر امام محمد کے ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ منصور کو صفا و مروہ

سہ ابن ایسر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون۔ الفخری۔

کے درمیان اچانک قتل کر دیں۔ لیکن عبداللہ بن حسن نے اس جگہ کے شرف کے پیش نظر اجازت نہ دی یہ

ایک دفعہ حج کے ایام میں منصور نے امام محمد کے والد جناب عبداللہ بن حسن سے کہا کہ اپنے بیٹوں محمد اور ابراہیم کو میرے سپرد کر دو۔ انھوں نے لاطمی کا اظہار کیا۔ منصور نے بار بار تقاضا کیا۔ عبداللہ غضب ناک ہو گئے اور کہا، خدا، اگر وہ اس وقت میرے قدموں کے نیچے ہوں تو بھی پتہ نہ دوں۔ منصور نے حضرت عبداللہ کو قید میں ڈال دیا اور ان کا مال و اسباب بکوا دیا۔ اسی پر بس نہ کیا بلکہ حضرت حسین مثنیٰ کی سب اولاد کو قید کیا۔ اس کے بعد امام محمد و ابراہیم کی تلاش تیز تر کر دی۔ ان کی موجودگی کا گمان زیادہ تر مدینہ میں ہو سکتا تھا اس لئے منصور نے اس شہر کے سب درپے کئی حاکم بدسے تاہم گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا۔ مدینہ کے حاکم ریاح نے اس سلسلہ میں لوگوں پر بہت مظالم ڈھائے لیکن وہ بھی ناکام رہا ایک بار امام محمد سر راہ ریاح کے سامنے آئے۔ آپ مڑ کر ایک کنوئیں پر پانی پینے بیٹھ گئے۔ ریاح نے نہ پہچانا اور دیکھ کر کہا، اس اعرابی کی کمنیاں کتنی حسین ہیں۔ آل حسن مثنیٰ کے قیدیوں میں ان کے ایک قریبی رشتہ دار محمد بن عبداللہ عثمانی بھی تھے۔ آپ جناب حسن کے نواسے تھے۔ منصور نے انھیں اپنی آنکھوں کے سامنے ۱۵۰ کوڑے پھولائے۔ تیس کوڑے ان کے سر پر پڑے۔ آنکھ پھوٹ کر بہ گئی۔ کوڑوں کے اثر سے ان کا چاندی سا سفید بدن سیاہ پڑ گیا۔ چند خراسانیوں نے محمد بن عبداللہ عثمانی کی جاں بخشی کی سفارش کی۔ منصور نے ان کا سر کٹوا کر خراسان بھجوا دیا کیونکہ وہاں

لے ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون۔ لے ابن کثیر۔ ابن اثیر

ان کے حامیوں کی خاصی تعداد تھی۔

سادات کو مدینہ سے ہاشمیہ کے شہر میں اذموں کی ننگی پشتوں پر بٹھا کر منتقل کیا۔ ان کے پاؤں میں بیڑیاں اور گے میں طوق تھے۔ رستہ میں امام محمد و ابراہیم بدووں کے بھیس میں آتے اور والد ماجد سے برسرِ مقابل ہونے کی اجازت چاہتے۔ وہ ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ مناسب وقت کا انتظار کرو۔ قیدیوں کو ہاشمیہ میں ایک تنگ و تاریک زنداں میں بند کر دیا گیا۔ منصور نے امام ابراہیم کے فرزند محمد کو اپنے سامنے بلوایا۔ اس سید زادے کے حسن سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ انھیں دیباچہ اصغر (زرد ریشم) کہا کرتے تھے۔ لوگ انھیں ایک نگاہ دیکھنے کے لئے حاضر ہوتے تھے منصور نے ان کو دو ستونوں کے درمیان زندہ ڈلوا کر اوپر دیوار چنوا دی۔ جو حضرات زندانی میں رہے ان میں سے اکثر نے وہی سفرِ آخرت کیا۔ جناب عبداللہ کے تین برس کی قید گزار کر زندان ہی میں وفات پائی۔ جو اصحاب زندہ بچے ان کو منصور کی وفات کے بعد رہائی ملی۔

منصور کے مظالم دیکھ کر امام محمد نے پہلے تو ارادہ کیا کہ اپنے کو منصور کے حوالے کر دیں لیکن قیدیوں کو علم ہوا تو انھوں نے روک بیجا اور کہا کہ ہم استقامت دکھائیں گے۔ بالآخر دونوں بھائیوں نے ردپوشی ترک کی اور علانیہ میدان میں آگئے کتے ہیں کہ امام محمد نے ہمدی کا لقب اختیار کیا کیونکہ ایک حدیث ہے کہ میرے بعد میرا ہم نام ایک شخص محمد بن عبداللہ اٹھے گا جو ہمدی ہوگا۔ منصور کے بھی ایک بیٹے کا نام محمد تھا۔ اس کو بھی منصور نے ہمدی کا لقب دیا۔ اتفاق دیکھئے کہ وہ بھی محمد بن عبداللہ (منصور) تھا اس کو کسی نے ہمدی نہ مانا لیکن امام محمد کو کئی لوگوں نے ہمدی تسلیم کر لیا۔

ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون۔ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ الفخری۔ ابن خلدون۔ ابن کثیر۔

امام محمد نے مدینہ میں اعلانِ جنگ کیا۔ مدینہ کی اکثریت نے امام محمد کی بیعت کر لی اور شہر پر آپ کا قبضہ ہو گیا۔ رباح حاکم مدینہ کو آپ نے گرفتار کر لیا۔ امام مالک اور ابو حنیفہ نے آپ کے حق میں فتوے دیئے۔ آپ نے مکہ پر بھی فوج بھیج کر قبضہ کر لیا۔ الغرض حجاز، یمن اور بصرہ کے علاقے آپ کے مطیع ہو گئے۔ سندھ کا حاکم بھی خفیہً ساتھ مل گیا۔ آپ نے اہل شام کو بھی بیعت کی دعوت بھیجی لیکن انھوں نے غیر جانب دار رہنے کا فیصلہ کیا اور کہا کہ ہم جنگوں سے عاجز آچکے ہیں۔ منصور نے نفسِ زکیہ کے حالات سنے تو جان کے لالے پڑ گئے لیکن جی سنبھالا اور عدیم المثال سکون و متانت کا ثبوت دیا۔ اس نے جناب محمد کو لکھا کہ اگر تم میری بیعت کر لو تو تمہیں امان دے دوں گا اور تمہاری سب ضرورتیں پوری کروں گا۔ امام محمد نے جواب میں لکھا کہ میں بھی تمہیں امان پیش کرتا ہوں۔ میرا حق تسلیم کر لو۔ اس کے بعد مزید مراسلت ہوئی لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

منصور کو مشیروں نے صلاح دی کہ محمد کے مقابلہ پر ایسے شخص کو بھیجو جو خاندانی وجاہت اور اعزاز و احترام کا مالک ہو۔ منصور نے اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو دس ہزار سپاہ کے ساتھ روانہ کیا۔ عیسیٰ کو اس مہم پر بھیجنے کا ایک اور مقصد یہ تھا کہ وہ منصور کے بعد وارثِ تخت تھا۔ اگر وہ جنگ میں کام آجاتا تو منصور کے لئے اپنے بیٹے محمدی کی ولی عہدی کا رستہ صاف تھا۔ منصور نے عیسیٰ کو ہدایت کی کہ نفسِ زکیہ پر فتح پالو تو تلوار نیام میں کر لینا اور امانِ عام دے دینا۔

۱۔ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ وعلان۔ ابن خلدون۔ ابن کثیر۔ ابن کثیر۔
۲۔ دول الاسلام قسیمی۔ ۳۔ ابن اثیر۔

امام محمد نے مدینہ میں بیٹھ کر جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس خندق کو جو نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں گھودی گئی تھی تازہ کرایا۔

عیسیٰ بن موسیٰ نے شہر کے باہر نیچے لگائے۔ مدینہ میں ایک لاکھ افراد تھے۔ امام محمد نے انہیں اکٹھا کر کے تقریب کی کہ میری طرف سے تم آزاد ہو۔ چاہو تو مدینہ میں رہو اور چاہو تو شہر سے باہر چلے جاؤ۔ شہر کی اکثریت جنگ سے یک سو رہنے کے لئے باہر نکل گئی اور نواحی زمینوں اور پہاڑیوں میں بیٹھ گئی۔ عیسیٰ نے محمد کو امان کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم میری دعوت قبول کرو اور میرے ساتھ شرکت کرو۔ مجھے تو اپنے موقف سے موت ہی ہٹا سکتی ہے۔ تین روز سفیروں کی آمد و رفت رہی۔ صلح کی صورت نہ بنی۔

شاہی فوج کی آمد کے چوتھے روز جنگ چھڑی۔ عصر کے بعد تک جنگ رہی۔ امام محمد کے سپاہی چھٹے گئے۔ عصر تک کل ۲۱۳ آدمی رہے۔ ان میں بھی کمی آتی رہی۔ امام نے نہایت شہرولی کا ثبوت دیا۔ بعض ساتھی شہادت پا گئے اور بعضوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور آپ آخری لمحوں میں اکیلے رہ گئے۔ آپ کے ہاتھ میں حضرت علیؓ کی ذوالفقار تھی۔ آپ کے سامنے جو قسمت کا مارا آتا دو نیم ہو کر رہ جاتا تھا۔ آپ نے اکیلی جان سے ستر دشمنوں کو ٹھکانے لگایا۔ دشمن چار طرف سے گھیرے ہوئے تھا۔ آپ زخمی ہو کر گھٹنوں کے بل گرے۔ ایک عدو نے سر مبارک کاٹ کر الگ کر دیا۔ یہ رمضان ۱۲۵ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس جنگ میں ذوالفقار

۱۔ ابن کثیرؒ ابن کثیرؒ ذہبیؒ ابن کثیرؒ ابن کثیرؒ ابن کثیرؒ

بنو عباس کے ہاتھ آئی۔

امام محمد کا سر منصور کے پاس بھیجا گیا۔ اس نے ایک سفید طبق میں رکھوا کر مختلف شہروں میں پھروایا۔ مدینہ کے ان سرداروں کو بلوایا جنہوں نے امام محمد کا ساتھ دیا تھا۔ کسی کو معاف کیا، کسی کو کورسے پٹوائے اور کسی کو قتل کروا دیا۔

ابراہیم بن عبد اللہ کی شہادت

ابراہیم بن عبد اللہ نے بصرہ میں پوشیدہ طور

سے خاص جمعیت پیدا کر لی تھی۔ امام محمد کے انتقال کے بعد علانیہ مقابلہ پر آئے۔ دونوں بھائیوں کو قرار داد کے موافق بیک وقت مدینہ اور بصرہ سے اعلان جنگ کرنا تھا لیکن ابراہیم پر چھپک کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے انہوں نے تاخیر کر دی۔

منصور کو بصرہ کے حالات کا علم ہوا تو بغداد سے نکل کر کوفہ آیا تاکہ یہاں کی آبادی کو اپنی گرفت میں رکھ سکے۔ جس کسی پر ابراہیم کی طرف داری کا شبہ ہوتا اسے رات کے وقت مروا دیتا تھا۔ عراق کے گوشہ گوشہ سے ابراہیم کے ہواخواہ بصرہ کا رخ کر رہے تھے۔ منصور نے راہوں پر جگہ جگہ دستے مقرر کر دیئے جو ان کے سرکاٹ کر منصور کے پاس لاتے۔ وہ ان کو شہر میں جا بجا آویزاں کر دیتا تاکہ لوگ ہراساں ہوں۔ تاہم ابراہیم کی طاقت بڑھتی گئی۔ اس نے بصرہ کے حاکم کو نکال دیا اور عراق کے مرکزی حصوں ابواز، فارس اور واسط وغیرہ کو

زیر نگیں کر لیا۔

منصور یہ حالات سن کر بہت فکر مند ہوا۔ اس کے لشکر اطراف میں

ابن کثیرؓ ابن کثیرؓ ابن کثیرؓ ابن کثیرؓ ابن کثیرؓ

پھیلے ہوئے تھے۔ انھیں بصرہ پر جمع ہونے کے فرمان بھیجے۔ پچاس روز اپنی نماز گاہ میں عبادت اور دعا میں مصروف رہا۔ اس نے عہد کیا کہ جب تک ابراہیم کا سر نہ دیکھ لوں گھرتے غرض نہ رکھوں گا۔ امام محمد کی وفات کی خبر ابراہیم کے لئے بہت اندوہناک تھی تاہم ہمت نہ ہاری۔ ایک لاکھ فوج لے کر کوفہ کی طرف کوچ کیا۔ منصور نے

عیسیٰ بن موسیٰ کے زیرِ کمان پندرہ ہزار فوج بھیجی۔ کوفہ سے ۱۶ میل دور پانچراہ کے مقام پر لشکروں نے صف بندی کی اور خون ریز جنگ چھڑی۔ پہلے دہلہ میں عیسیٰ کی فوج بھاگی لیکن وہ اپنے خاندان کے ایک سو آدمیوں کے ہمراہ ثابت قدم رہا۔ اس نے کہا کہ مرنے سے پہلے جہاں سے نہ ہوں گا۔ پھر اچانک اس کی ہزیمت خوردہ فوج واپس آگئی اور اس زور سے فوج ابراہیم پر حملہ کیا کہ اس کے قدم اکھڑ گئے۔ جناب ابراہیم صرف پانچ سو آدمیوں کے ساتھ میدان میں رہ گئے۔ ان میں سے بھی بالآخر نوے باقی رہے۔ ابراہیم نے بے جگری سے جنگ کی اور شہادت پائی۔ عیسیٰ نے منصور کو فتح کا ثرود بھیجا۔ منصور کو اس وقت تک یقین نہ آیا جب تک کہ جناب ابراہیم کا سر پیش نہ ہوا۔ یہ واقعہ ۱۲۵ ہجری کا ہے۔

بصرہ کے جن جن گھروں میں ابراہیم کی بیعت ہوئی تھی منصور نے سہارا کر دئے اور ان کے نخلستان برباد کر دئے۔

امام محمد کے ایک فرزند عبداللہ
عبداللہ بن محمد کی شہادت نام سند سندہ جاگردان کے
گورنر کو اپنا ہمدرد بنا لیا تھا۔ وہ بظاہر منصور کا تابع رہا۔ جب

۱۔ ابن کثیر ۱۔ ابن اثیر ۱۔ ابن کثیر ۱۔ ابن کثیر ۱۔ ابن کثیر۔

۲۔ ابن کثیر ۱۔ ابن کثیر ۱۔ ابن کثیر ۱۔ ابن کثیر ۱۔ ابن کثیر۔

امام محمد کی وفات کی خبر آئی تو اس نے جناب عبداللہ کو ایک ہندو راجہ کی پناہ میں بھیج دیا۔ منصور نے سندھ میں ایک نیا گورنر بھیجا جس کے ایک دستہ سے عبداللہ کا کہیں سامنا ہو گیا۔ تموار چل نکلی اور عبداللہ کام آئے اس کے بعد حاکم سندھ نے ہندو راجہ پر چڑھائی کی اور اس کے علاقہ کو تاراج کیا۔

سفاح منصور کے بعد اپنے بیٹے عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد مقرر کیا گیا تھا۔

دلی عہدی میں تغیر

منصور نے چاہا کہ اسے الگ کر کے اپنے بیٹے عہدی کو ولی عہد کرے۔ اس نے عیسیٰ کا صفایا کرنے کے لئے ایک چال چلی۔ اپنے چچا عبداللہ بن علی کو گرفتار کرنے کے بعد اس کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ اسے قتل کر دینا۔ عیسیٰ کو ہوا خواہوں نے مشورہ دیا کہ اگر تم نے عبداللہ کو قتل کیا تو کل منصور تمہیں یہ کہہ کر ہلاک کر دے گا کہ میں نے تمہیں قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ عیسیٰ نے اس رائے کو قبول کر لیا۔ کچھ عرصہ بعد منصور نے چند آدمیوں کی موجودگی میں عیسیٰ سے کہا کہ میں نے عبداللہ کو معاف کر دیا ہے۔ اسے میرے سامنے پیش کرو۔ عیسیٰ نے جواب دیا کہ میں نے اسے آپ کے حکم سے مار ڈالا تھا۔ منصور بولا کہ میں نے تمہیں اس کو مار ڈالنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ منصور نے عیسیٰ کے قتل کا فرمان دیا تو عیسیٰ نے عبداللہ کو حاضر کر دیا اور جان بچالی۔ اس کے بعد منصور نے عیسیٰ کی دلی عہدی منسوخ کر دی۔ عیسیٰ تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا۔ منصور نے اس کی تحقیر و تذلیل کرنی شروع کی اور دھمکیاں دیں۔ مجبوراً عیسیٰ نے دلی عہدی سے دست بردار ہو کر عوض میں کچھ رقم

ے لی۔ مہدی خواص و عوام میں بہت مقبول تھا۔ لوگوں نے نہایت گرم جوشی سے اس کی بیعت کی۔ اس کے بعد جس قدر عباسی خلفاء ہوئے منصور کی نسل سے تھے۔

منصور نے مہدی کے بعد عیسیٰ کو ولی عہد رکھا۔

منصور ۱۵۸ ہجری میں حج پر روانہ ہوا۔ راہ میں بیمار

وفات پڑ گیا۔ مکہ پہنچ کر وفات پائی اور وہیں دفن ہوا۔ اس کی قبر کا نشان بھی نہیں ملتا۔

منصور کے عہد پر تبصرہ

منصور کی بیدار مغزی، کار آگاہی اور حسن انتظام کو دیکھتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ کار فرمائے قدرت نے اسے جہاں بانی کے لئے ہی پیدا کیا تھا۔ سفاح کا عہد عبوری اور مختصر تھا۔ عباسی حکومت کا حقیقی بانی منصور ہی نظر آتا ہے کیونکہ اس نے حکومت کی بنیادوں کو خوب پختہ اور مرتب کیا۔ وہ اختراعی ذہانت سے مالا مال تھا۔ اس نے ایک اچھوتا اور خوش آئند نظام قائم کیا۔ نئے قواعد بنائے اور دنیا کو دروہست کے جدید انداز سے روشناس کیا۔

منصور کی روشنی طبع کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ ایک بار اس نے ایک جنگی مہم پر قنسرین جانے کا ارادہ کیا لیکن منزل مقصود سب ارکان حکومت سے پوشیدہ رکھی۔ اس کے وزیر اور دیگر زعماء نے باہم مشورہ کیا اور منزل کا راز حاصل کرنے کے لئے اپنے میں سے ایک شخص کو بھیجا۔ وہ

لہ ابن کثیر رحمہ اللہ ابن کثیر

منصور کے پاس حاضر ہوا اور جید کر کے اس کا عندیہ پلنے کی کوشش کی۔ منصور تارڑ گیا۔ اس نے محض اندازہ سے اس کو ان کی مجلس کی تمام کارروائی بتادی۔ گویا وہ خود وہاں موجود تھا۔

منصور نے اپنے اطوار و کردار سے اپنے عمدہ داروں کے ذہنوں میں یہ بات خوب پختہ کر دی تھی کہ اس کی ملک دارانہ صلاحیتوں اور حاکمانہ گرفت سے سر نکالنا مشکل ہے۔ منصور اپنے ارکانِ دولت اور عمائدِ سلطنت کی اہلیت سے خوب کام لیتا تھا۔ وہ حکومت کے امور میں ان سے مشورہ کرتا تھا لیکن اپنی آہنی شخصیت کے جلال سے انھیں مرعوب کر رکھا تھا تاکہ وہ خود فریبی اور خود سری پر نہ اتر آئیں۔

ذاتی انہماک
منصور کو کاروبارِ سلطنت میں دن بھر انہماک رہتا تھا۔ عشاء کے بعد دیر تک جاگتا تھا۔ اس وقت ڈاک کا مطالعہ کرتا اور احکام صادر کرتا تھا۔ رات کا صرف ایک تہائی حصہ سوتا تھا۔

رعوب و ضبط
منصور کی ہیبت صرف امرائے سلطنت ہی پر نہیں کل رعیت پر چھائی ہوئی تھی۔ باغیوں کو دردناک سزائیں دیتا تھا۔ بنو عباس اچانک مسندِ سلطنت پر پہنچے تھے۔ اس سے قبل ان کی حیثیت اس قدر ممتاز نہ تھی۔ اس لئے وقار کو مضبوط کرنے کے لئے منصور نے رعوب و جلال کا شیوہ اختیار کیا تاکہ نہ صرف بنو امیہ اور آلِ علی مرعوب ہو جائیں بلکہ دیگر کسی فریق کو بھی مقابلہ کا حوصلہ نہ ہو۔ بنو عباس کی شان بڑھانے کے لئے منصور نے انھیں بڑے بڑے عمدے دئے اور ان کے گھر مال و دولت سے

۱۰ کتاب الوصیاء و ہشیاری علی طبری

بھردئے۔

منصور نہایت جبارانہ ہیبت سے دربار میں قدم رکھتا تھا۔
آنکھیں جلال سے سرخ ہوتی تھیں۔ بیٹوں سے کہا کرتا تھا کہ جب
میں شاہی لباس پہن کر دربارِ عام میں جاؤں تو میرے قریب نہ پھسکو اپنے
مذیر ابو ایوب موربانی کو جب کبھی بلاتا تو اس کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔
اس کے سب عمدہ دار اس سے لرزاں رہتے تھے۔

دالیوں کے خلاف شکایات آتی تو توجہ سے سنتا تھا اور درست
نکلتیں تو ان کی گوشمالی کرتا تھا۔ ایک گورنر کے بارہ میں اطلاع ملی کہ
شکار کا بہت شائق ہے۔ اسے خط لکھا کہ میں نے تمہیں مسلمانوں کے امور
پر مقرر کیا ہے۔ صحرائی جانوروں پر مامور نہیں کیا۔ بھتیجے کے خلاف
شکایت آئی تو اسے معزول کر دیا۔ اپنے بھائی عباس کو جزیرہ کی
ولایت سے سبکدوش کیا اور بھاری تادان لگایا۔ ایک امیر کو تھمتی لباس
میں دیکھا تو پندرہ کورے مارے۔

منصور آئے دن گورنروں کی تبدیلیاں کرتا تھا اور ادنیٰ شک پر
انہیں قتل کر دیتا تھا۔ ابو ایوب موربانی کو قتل کیا تو ساتھ ہی اس کی
کمانی پر پلنے والے سب رشتہ داروں کا صفایا کرویا۔ جب کسی دالی
کو معزول کرتا تو اسے زیرِ حراست لے لیتا اور اس کا مال جمع کر لیتا
تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے ایک خزانہ اموال بنایا تھا جسے
بیت مال المنظالم کہا جاتا تھا۔

رواداری | منصور کی سخت گیری نظم و ضبط کے معاملہ میں تھی ورنہ

۱۰ المغزی ۱۰ طبری ۱۰ جمشیری ۱۰ ابن اثیر
۱۰ طبری

رفیت کے حق میں بہت فراخ دل اور کشادہ ظرف تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مسجد النبی میں خطبہ دے رہا تھا۔ ایک شخص نے اٹھ کر سختی سے ٹوکا۔ منصور نے عالی ظرفی کے ساتھ تحمل کیا۔

نصر بن سيار بنو امیہ کا ایک نمک حلال جرنیل تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے اس کی اولاد میں سے ایک شخص کو جو روپوش ہو گیا تھا گرفتار کر کے مار ڈالا۔ منصور نے عیسیٰ کو سزا دینا چاہی لیکن پھر اس کی لاعلمی کا خیال کر کے چھوڑ دیا۔ اسے ایک خط لکھا کہ اب کے درگزر کرتا ہوں، لیکن عرب ہو یا عجمی، سُرخ فام ہو یا سیاہ فام، کسی سے ایسا سلوک نہ کرنا اور نہ میرے حکم کے بغیر سزا دینا۔

خبرگیری

منصور انتہا کا خبرگیر تھا۔ حکومت کا کوئی کونہ

گوشہ یا اہل کاروں کی کوئی حرکت اس سے پوشیدہ نہیں

رہتی تھی۔ منصور کے ملازمین اس کے کامیاب بختس سے اتنے تنگ آ گئے تھے کہ انھوں نے اس کے طبیب کو درغلا یا کہ منصور کو دوا کے بہانہ سے شراب کی لت لگا دو لیکن طبیب ناکام رہا۔

منصور ایک دن محل پر بیٹھا درجلہ کا نظارہ کر رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک

ماہی گیر نے ایک بہت بڑی مچھلی شکار کی ہے۔ منصور نے آدمی بھیجا کہ جس نے اس مچھلی کو خریدا اسے گرفتار کر لانا۔ ایک عیسائی پکڑا گیا۔

منصور نے پوچھا، تمہارے پاس اتنا روپیہ کہاں سے آتا ہے؟ راز کھلا کہ اس کے پاس زمین کی دولت ہے۔ سب ضبط کر لی۔

صوبوں اور اضلاع میں خفیہ خبر رسانی کا کام برید کے ذمے تھا۔ منصور کو بلا ناغہ ملک کے کونہ کونہ سے ہر نوع کی خبریں آتی تھیں۔ مندی کے

لے جہری لٹے کتاب الوزراء جیشیاری لٹے جیشیاری

بھاؤ کی اطلاع ملتی تھی۔ قضاة اور حکام کے معمولات اور فیصلوں کی رپورٹیں
 پہنچتی تھیں۔ خطبہ اطلاع نامے دن میں دو وقت آتے تھے۔ رات کی خبریں
 فجر کو پہنچتیں اور دن کی مغرب کے بعد۔ منصور ان رپورٹوں پر غور
 کرتا، غلہ کے بھاؤ کو اعتدال میں رکھنے کے ذرائع سوچتا، سرکاری
 منصب داروں کے خلاف شکایت آتی تو انھیں تنبیہ کرتا تھا بلکہ
 منصور عمدہ داروں کے انتخاب میں
ارکان حکومت بہت فکر و احتیاط سے کام لیتا تھا۔

حق الوسخ کار آمد اور ذمہ دار عملہ ملازم رکھتا تھا۔ کہا کرتا تھا کہ
 حکومت کے چار ارکان ہوتے ہیں: اول بے خوف قاضی، دوم صاحب الشرط
 جو ضعیف کو طاقت ور سے داد دلوئے۔ سوم، صاحب الخراج جو ایک
 ایک پائی وصول کرے لیکن ظلم نہ کرے۔ چہارم، صاحب برید جو ان
 کی دست اطلاع دے لے۔

منصور نے عملہ کے انتخاب میں اہلیت کے علاوہ وفاداری کو بھی
 مد نظر رکھا۔ کلیدی عہدے اکثر اپنے اقرباء کو دئے یا اہل خراسان کو
 جن کی نمک حلائی پر اسے بہت اعتماد تھا۔ اس نے عربوں کو بہت حد
 تک بے دخل کر دیا۔ عرب پر غیر ملکی حاکم سب سے پہلے منصور کے
 عہد میں مقرر ہوئے۔ خراسانیوں کا وقار حد سے گزرنے لگا۔

خلافت راشدہ اور اموی حکومت کے بعد منصور آخری حکمران ہے
 جس کی حکومت میں عورتوں کا دخل نہیں تھا، اس کے جانشین عہدی کے
 عہد سے عورتیں حکومت میں دخیل ہونے لگیں۔

مالیات منصور کہا کرتا تھا کہ جب تک خزانہ آباد ہو خلیفہ محبوب

لہ طبری مکہ طبری

رہتا ہے۔ وہ غیر ضروری خرچ سے بہت بچتا تھا۔ اہل کاروں سے ایک ایک پائی کا حساب لیتا تھا جس کی وجہ سے ابو الدرداء نیک کہلاتا تھا۔

منصور نے ایک دفعہ دیکھا کہ گھر کی ڈیورٹھی میں تبدیل جل رہی ہے۔ حکم دیا کہ بلا ضرورت تبدیل مت جلاؤ۔ چونکہ اس قدر خزانہ چھوڑا کہ دس سال کے لئے کافی تھا۔

عدلیہ منصور کو انصاف کا بہت دھیان رہتا تھا۔ اگر کسی قاضی کے خلاف شکایت آتی تو جواب طلب کرتا تھا۔

منصور ایک دفعہ مدینہ گیا تو چند شتر بالوں نے اس کے خلاف نالیش کی۔ قاضی نے اسے عدالت میں بلایا۔ وہ آیا تو قاضی تعظیم کو نہ اٹھا اور اس کے خلاف فیصلہ دیا۔ منصور بہت خوش ہوا اور دس ہزار دینار انعام دئے۔

ایک شخص کے ذمے منصور کا قرض تھا۔ وہ مرا تو منصور نے عامل کو لکھا کہ اس کے ترکہ سے پہلے میرا حق وصول کرو اور جو باقی بچے قرض خولہ ہوں پر بانٹ دو۔ عامل نے نعت کو نظر انداز کر کے رقم سب پر برابر تقسیم کر دی۔ منصور نے اسے لکھا کہ تم نے زمین کو عدل و انصاف سے بریز کر دیا ہے۔

فوج منصور نے فوج کی تعداد بڑھائی اور اسے مضبوط کیا۔ وہ جانتا تھا کہ ایک مستحکم حکومت کے لئے طاقتور فوج

۱۔ فتوح البرقیات ص ۱۰۰ بشیاری ص ۱۰۰ ابن اثیر۔ ابن خلدون
۲۔ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۰۰ مستطرف باب ۱۹ ص ۱۰۰

لازمی ہے۔ اس نے اپنے جانشین سردی کو بھی نصیحت کی تھی کہ
فوج اور اسلحہ بڑھانا۔

منصور کی فوجی تنظیم ہی کا نتیجہ تھا کہ بڑی بڑی زبردست قوتوں
کو اس نے شکست دی۔ اور بربر کے دور تریں علاقوں تک فتوحات
پھیلا دیں۔

سردی حفاظت
سردی حکومت کی طرف سے یہم خطرہ
رہتا تھا۔ منصور نے سردیوں کا دفاع
مضبوط کیا۔ شام کے ساحل پر قلعے بنائے اور نئی آبادیاں
بنا دیں۔

مُتوش حالی
منصور کا عہد امن و سکون اور عافیت کا عہد
تھا۔ قانون کا احترام کیا جاتا تھا اور عوام کی
جان و مال اور آبرو کی حفاظت تھی۔ غلہ سستا تھا۔

مسجد حرام کی توسیع
مسجد حرام کو وسیع تر کرنے کی
ضرورت تھی۔ منصور نے ۱۲۰ ہجری
میں اس تک کام کو انجام دیا۔

علمی حرکت کا آغاز
منصور علم کا چویا تھا۔ اسے نہ
صرف علم دین بلکہ دیگر علوم سے بھی
بست شغف تھا۔ بغداد کی تعمیر کے بعد اس نے علماء و فضلاء
کو اطراف ملک سے بلایا اور ان کی قدر افزائی کی۔ یہ اس علمی
حرکت کا آغاز تھا جو عباسی حکومت کا طغرائے امتیاز ثابت ہوئی۔
منصور کے عہد میں غیر زبانوں میں لکھی ہوئی کئی قدیم کتابوں

لکھ بلندی لکھ انجوم الزاہرہ لکھ ہبری۔ طغری ہدی۔

کو عربی زبان کا لباس پہنایا گیا۔ اگرچہ اس کام کی طرف سب سے پہلے اموی دور میں حضرت معاویہؓ نے توجہ دی تھی اور شاہی کتب خانہ قائم کیا تھا لیکن اس صم کو ایک وسیع پیمانے پر ترقیب دینے کا سہرا منصور کے سر ہے۔ اس نے ارباب کمال کی خوب قدر کی۔ انھیں دریا دلی سے نوازا نتیجہ یہ کہ اصحاب علم و حکمت دور دور سے کھنچ کر اس کے دربار میں داخل ہوئے اور بعید و قریب اقوام کے علوم عربی زبان کی گود میں گھر کرنے لگے۔ اس کے عہد میں کئی مشہور کتب مثلاً کلیلہ و منہ، السندھند اور اقلیدس وغیرہ ترجمہ ہو کر عوام میں پھیلیں اور لوگ ان سے استفادہ کرنے لگے۔

منصور نے کئی شہر آباد کئے جن

شہروں کی آبادی

میں بغداد اہم ترین ہے۔ شام میں منصور نے اسی طرز پر رافقہ کا شہر آباد کیا اور اس کے گرد فصیل کھجوائی۔ کوفہ، بصرہ اور نیشاپور کے شہروں کے گرد فصیلیں بنوائیں اور خندقیں کھدوائیں۔ افریقیہ میں عباسیہ کے شہر کی بنا ڈالی۔

بغداد: یہ منصور کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔ منصور نے اسے امن کی بحالی اور نظم و نسق کے استحکام کے لئے تعمیر کیا۔

کوفہ کا شہر امن سوز اور پر آشوب تھا۔ امویوں نے والی کی سکونت گاہ کے لئے شہر سے باہر ایک بستی آباد کی تھی جو قصر ابن بسیرہ کہلاتی تھی۔ بنو عباس نے اس سے ملحق ہاشمیہ کے نام سے ایک اور قصبہ آباد کیا لیکن کوفہ کے اثرات سے یہ جگہ

لے انجوم الزاہرہ ابن کثیر۔

لے بلاذری۔

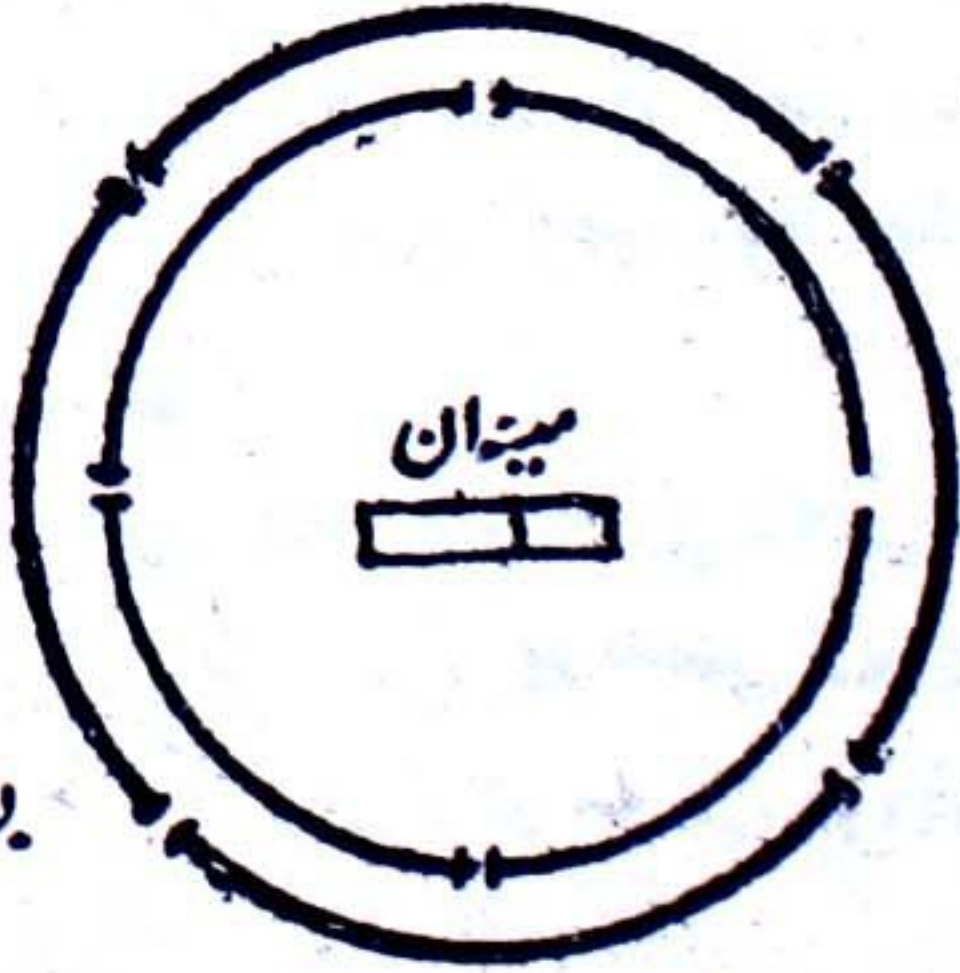
بھی محفوظ نہ رہ سکی۔ عوام حکومت کو کسی پہلو چین نہیں لینے دیتے تھے۔ رادندیہ کی بغاوت کے بعد منصور نے خالد بن برمک کے مشورہ پر اس شہر کو چھوڑ کر نیا دارالخلافہ تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ اس موزوں جگہ کے انتخاب کے لئے پہلے چند ماہرین روانہ کئے۔ اس کے بعد دجلہ اور فرات کی وادی کا خود دورہ کیا۔ موجودہ بغداد کی جگہ پسند آئی۔ یہاں چند راتیں بسر کیں۔ صبح و شام کی صاف دہے طبار اور روح افزا ہواؤں نے اس کا دل موہ لیا۔ یہ جگہ ظہر کے مرکز میں تھی اس لئے اطراف سلطنت سے رابطہ باسانی قائم ہو سکتا تھا۔ اس کے علاوہ دفاعی نقطہ نظر سے بھی یہ جگہ بہت موزوں تھی۔ دجلہ و فرات اور دیگر نروں کے درمیان ہونے کی وجہ سے حملہ آور کا یہاں تک بڑھنا دشوار تھا۔

۱۳۲ یا ۱۳۵ ہجری میں دجلہ کے مغربی کنارے شہر کی تعمیر شروع ہوئی۔ پہلے انجینیروں نے نقشہ تیار کیا۔ مٹی سے خط کشی ہوئی۔ منصور اس خاکہ میں خود پھرا اور اسے خوب سراہا۔ اس کے بعد چار صاحب کمال انجینیروں پر کام بانٹ دیا۔ سنگ بنیاد خود رکھا۔ کاریگروں اور صناعتوں کی بیش تر اہل تہیں مقرر کیں۔ جگہ جگہ کے کاریگر ہزاروں کی تعداد میں اکٹھے ہوئے۔

منصور نے مدائن کے قصر ابیض کو جسے ساسانی بادشاہوں نے تعمیر کیا تھا مسمار کر کے اس کا سالہ بغداد لانا شروع کیا۔ لیکن مزدی زیادہ پڑتی تھی اس لئے پھر چھوڑ دیا۔ واسط کے ایک محل میں بہت

۱۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ الفخری خطیب۔ ۲۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ الفخری خطیب۔
۳۔ ابن کثیر

بڑے پختہ ہوئے تھے انھیں بھی منگوا دیا۔
 بغداد میں یہ جدت تھی کہ گول تھا کیونکہ منصور چاہتا تھا کہ سب
 اہل شہر سے اس کا برابر کا قرب رہے۔ شہر کی دو بلند فصیلیں تھیں
 احد باہر خندق تھی۔ اندرونی فصیل بیرونی فصیل سے اونچی تھی فصیلیں
 قاعدہ پر پچاس ہاتھ اور اوپر جا کر بیس ہاتھ چوڑی تھیں۔
 شہر کے چار بڑے دروازے تھے: باب الکووف، باب الشام،
 باب البصرہ اور باب الخراسان ہر دو دروازوں کے درمیان ۲۸ بس
 تھے۔ دروازے دوہرے تھے اور درمیان ڈیوڑھی تھی۔ ہر دروازہ
 پر گنبد کی چھت کا ایک کمرہ تھا۔ منصور ان کمروں میں بیٹھ کر بیرونی
 دنیا کا نظارہ کیا کرتا تھا۔



بغداد کا فرضی خاکہ

قصر خلافت شہر کے مرکز میں تھا۔ اس کے پہلو میں شاہی جامع
 مسجد تعمیر کی گئی جس کو جامع منصور کہتے تھے۔ عوام کے لئے
 ایک جامع مسجد تھی۔ جامع منصور کے سامنے ایک وسیع میدان تھا
 جس کے عایشیوں پر ارکان سلطنت کے محلات تھے۔

عہد ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ عہد خطیب بغدادی۔ سعودی عہد ابن کثیر۔ خطیب۔ سعودی۔

قصر خلافت نہایت دل کش تھا۔ اس کے وسط میں ۳۰ ہاتھ لمبا اور بیس ہاتھ چوڑا ایوان تھا۔ اس پر دوہرا گنبد تھا۔ بالائی گنبد سبز رنگت کی وجہ سے گنبد الخضراء کہلاتا تھا۔ یہ سطح زمین سے اسی ہاتھ اونچا تھا۔ عرض میں بیس ہاتھ تھا۔ یہ بغداد کا تاج تھا۔ اس قدر مضبوط تھا کہ تقریباً دو سو برس سالم رہا۔

شہر سے باہر دجلہ کے کنارے منصور نے ایک اور محل بھی بنوایا جسے قصر المنصور کہتے تھے۔ اس پر سونے کا کام ہوا تھا۔ نہایت خوب صورت اور دل آویز تھا۔ اس لئے اسے قصر بغداد یعنی جنت کا محل بھی کہتے تھے۔

شہر میں بازار محل کے قریب تھے۔ شور و شغب سے بچنے اور جاسوسوں کو دور رکھنے کے لئے منصور نے ۱۵ ہجری میں دور ہٹوا دیئے۔ بازاروں کی وسعت بڑھوا دی۔ رستے چالیس چالیس ہاتھ چوڑے رکھوائے۔

شہر محلوں میں تقسیم تھا۔ ضرورت کی دکانیں ہر محلہ میں تھیں۔ پھل پانی اور سبزہ کی کمی تھی۔ اس لئے منصور نے دجلہ و فرات سے نہریں کھدوائیں۔ شہر کا گوشہ گوشہ سیراب ہوا اور کثرت سے باغ اور چمن نظر آنے لگے۔

۱۵۱ ہجری میں منصور نے اپنے بیٹے مدی کے لئے دجلہ کے شرقی کنارے بغداد کے مقابل رصافہ (چندستان) آباد کیا۔ اس کو

۱۔ خطیب۔ ابن کثیر۔ ۲۔ خطیب بغدادی۔ ابن کثیر۔ ۳۳۳

۳۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ۴۔ ابن اثیر

۵۔ خطیب۔

بعد میں ہدیہ بھی کہتے تھے۔ غربی شہر ایک مدت تک مدینہ ابو جعفر
یا مدینہ المنصور کہلاتا رہا۔ دونوں حصوں کو ملا کر بغداد کہتے
تھے۔

بغداد کے گردا گرد فصیل و خندق اور اس سے متصل باغ
تھے۔

وحد کی وادی کو وادی السلام کہتے تھے۔ منصور نے اسی
نسبت سے شہر کا نام دارالسلام رکھا۔ سرکاری نام یہی رہا لیکن
عوام میں قدیمی نام بغداد ہی مقبول تھا۔ اس نام کی پہلے یہاں ایک
بت بڑانی بنتی تھی۔ بعض لوگ بغداد کو زوراء بھی کہتے تھے۔
بغداد کا لفظ باغ اور داد سے مرکب ہے۔ اس کے ایک معنی
تو یہ بتاتے ہیں کہ داد نام ایک شخص تھا جس کا یہاں باغ تھا۔
اور دوسرے یہ کہ باغ ایک بھی بت کا نام تھا لہذا بغداد کے معنی
ہیں باغ کا دیا ہوا۔

بغداد کی رونق دن دو گنی اور رات چو گنی بڑھتی گئی۔ علم اور
تذیب کا معدن ہو گیا۔ بغداد کو بیسیوں مائے ناز علماء کا مسکن ہونے
کا فخر حاصل ہے۔

اجداد میں یہ شہر نہایت فوش حال اور فارغ البال تھا۔ شاید بت
سستی تھیں۔ امام شافعیؒ کا قول ہے کہ میں نے ہر سفر میں مسافت کے
انداز دیکھے لیکن بغداد میں خود کو گویا اپنے گھر میں پاتا ہوں۔

سک مسعودی - ابن کثیر ص ۲۶۲ - خطیب ذہبی - امیر علی - المغزی -

سک ابن کثیر - سک ابن کثیر - سک ابن کثیر

محمد المہدی

محمد المہدی

۱۵۸ھ تا ۱۶۹ھ

۶۶۳ تا ۶۸۵ھ

منصور نے مکہ میں وفات پائی تو بنو ہاشم کے سرداروں اور دیگر
ارکانِ سلطنت نے جو اس وقت وہاں موجود تھے منصور کے دفن سے
پہلے ہمدی کی بیعت کر لی اور اس کی اطلاع ہمدی کو بھیج دی۔ بغداد
میں بھی اس کی بیعت ہو گئی۔

جنگی فتہات | ۱۔ رومی محاذ: ہمدی کے اٹھائے خلافت میں
تقریباً ہر سال روم سے معرکہ آرائی ہوتی۔
اور طرفین کے نقصان ہوتے رہے۔ شہزادہ ہارون الرشید

سے ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

نے ۱۶۳ اور ۱۶۵ ہجری میں جو حملے کیے ان میں رومیوں کی بہت تباہی ہوئی۔ دوسرے حملہ پر روم کی ملکہ نے خراج سے کر صلح کر لی۔

۲۔ **ہندو**: ہندی نے ۱۵۹ ہجری میں باربد (بھاڑ بھوت) کے ہندو راجہ کے خلاف ایک گراں لشکر بھیجا۔ راجہ کو شکست ہوئی۔ اور مال غنیمت ہاتھ آیا۔

۳۔ **اندلس**: ۱۶۱ ہجری میں ایک سردار کو اندلس فتح کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ مارا گیا۔

(۱) ۱۶۰ ہجری میں خراسان میں ایک شخص یوسف بن

ابراہیم نے جو یوسف البرم کہلاتا تھا بغاوت

کی۔ خلق کثیر اس کی تابع ہو گئی اور اس کی طاقت بہت بڑھی۔

سدی نے اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر گردن مروادی۔ اس کے ساتھیوں کو بھی قتل کر دیا گیا۔

(۲) ۱۶۲ ہجری میں جرجان میں سُرخ پوشوں کا ایک فرقہ عبد القہار نام ایک شخص کے زیر قیادت اُٹھا۔ شاہی فوجوں نے انہیں ٹھکانے لگا دیا۔

(۳) ایک شخص عبد السلام بن ہاشم نے بفسرین کے علاقہ میں مسلم بغاوت بلند کیا بہت لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ اس نے شاہی

۱۔ ابن کثیر۔ ابن العبری

۲۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ تاریخ اسلام شاہ معین الدین

۳۔ ابن اثیر ۴۔ ابن کثیر

۵۔ ابن کثیر۔

خوارج کو بے در پے شکستیں دیں لیکن سلطنت کے مقابلہ میں اس کی طاقت بالآخر ٹوٹ گئی۔ اور وہ قتل ہوا۔

(۱۴) خوارج: خوارج نے موصل کے علاقہ میں سر اٹھایا۔ ہمدی نے وفات سے ایک سال قبل ان کا خاتمہ کر دیا۔

(۱۵) مقنع خراسانی: اس کا نام عطاء تھا۔ عوام میں حکیم کے نام سے مشہور تھا۔ نہایت ذہین سائنس دان تھا۔ اس نے اپنی سائنس کو غلط مصرف میں برتنا اور خدائی کا دعوے کر کے نادان لوگوں کو ساتھ ملا لیا۔ یہ کانا اور بد صورت تھا۔ چہرے پر طلائی نقاب ڈالے رکھتا تھا اس لئے لوگ اسے مقنع (نقاب پوش) کہتے تھے۔

مقنع خراسان کے ایک شہر مرو کا رہنے والا تھا۔ ابتدائے زندگی میں دھوبی تھا لیکن کرشمہ بازی کر کے اس نے لوگوں کو اپنے دام میں پھانس لیا۔ اس نے یہ فلسفہ بگھارا کہ اللہ تعالیٰ کی روح پہلے آدم میں آئی، پھر انبیاء میں ہوتے ہوتے ابو مسلم کے بدن میں منتقل ہوئی اور اس کے بعد ہاشم میں حلول کیا۔ مقنع نے اعلان کیا کہ ہاشم میں ہوں۔ اس نے پیروؤں کی ایک گھیر جماعت پیدا کر لی اس کو سجدہ کیا جاتا تھا۔

مقنع نے ۱۵۹ ہجری میں سبجوں پار کے علاقہ میں ظہور کیا۔ اس نے ایک چاند ایجاد کیا جس کی روشنی دو ماہ کی مسافت سے نظر آتی تھی۔

۱۔ ابن کثیر ۲۔ ابن کثیر

۳۔ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

۴۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ بغزی ۵۔ ابن کثیر

فارسی ادب میں اس چاند کی بہت شہرت ہے۔ اسے ماہِ نخب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ نخب زیانسف، ماوراء النہر کا ایک مشہور شہر ہے۔

بخارا اور صغد کے علاقہ میں ایک سفید پوش فرقہ نمودار ہوا جسے مُبَیَّضَہ کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ اگرچہ بظاہر مقلع کے دین کے پیرو نہ تھے لیکن اس کی عقیدت سے خالی بھی نہ تھے۔ انہوں نے مقلع کی کلم کھلا مدد کی۔ غیر مسلم ترکوں نے بھی اس کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کو ٹوٹ دیا۔

شاہی فوجیں مقلع کے سر پر پہنچیں تو وہ علاقہ کیش کے ایک قلعہ میں محصور ہو گیا۔ مسلمانوں نے زور ڈالا تو کئی ساتھی اس سے الگ ہو گئے۔ اس کے پاس گنتی کے افراد رہ گئے۔ آخر مقلع مایوس ہو گیا۔ قلعہ کی سب چیزوں کو نذر آتش کیا۔ پھر ایک الاڈ روشن کیا اور ہمراہیوں سے کہا کہ جو شخص میرے ساتھ آسمان کو پرواز کرنا چاہتا ہے وہ اس آگ میں کود پڑے۔ یہ کہہ کر بال بچوں سمیت آگ میں پھلانگ لگا دی۔ اس کے مریدوں نے بھی تقلید کی۔ مسلمان قلعہ میں داخل ہوئے تو ہر طرف خاکستر نظر آ رہی تھی۔

ایک بیان یہ ہے کہ مقلع نے مایوس ہو کر زہر کھالی اور بیویوں کو بھی زہر کھلا کر ہلاک کر دیا۔ اس کا سر مدی کے پاس لایا گیا۔ مقلع کا خاتمہ ۱۶۱ ہجری میں ہوا۔ اس کے بعد سفید پوش فرقہ کی گوشمالی میں تقریباً چار ماہ لگے۔

۱۔ ابن اثیر ۲۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ الخفزی
۳۔ ابن کثیر۔ ذہبی ۴۔ ابن اثیر۔

مہدی نے ۱۶۰ ہجری میں عیسیٰ میں
 موسیٰ کو مجبور کر کے ولی عہدی سے
 دستبردار کرایا اور اپنے بیٹے موسیٰ کے لئے بیعت لی۔

مہدی کی وفات
 مہدی نے ۱۶۹ ہجری میں وفات پائی۔
 وفات کی روایات مختلف ہیں۔ قابل وثوق
 روایت یہ نظر آتی ہے کہ ایک دفعہ شکار کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔
 شکار ایک پرانے کھنڈر میں جا گھسا۔ مہدی کا گھوڑا دروازے سے گزرا
 تو اسے چوٹ آگئی۔ اس سے جانبر نہ ہو سکا۔

مہدی کے دور پر تبصرہ

مہدی کا دور حکومت بعض معمولی شورشوں کو چھوڑ کر خوش حالی
 اور امن و سکون کا دور ہے۔ سفاح اور منصور نے حریفوں کو رستہ سے
 ہٹا دیا تھا اور حکومت کو جن جن رخنوں سے کچھ خطرہ ہو سکتا تھا وہ
 بند کر دئے تھے۔ انھوں نے اپنے سترہ سال کے دور حکومت میں
 عباسی سلطنت کی بنیادیں خوب پختہ کر دی تھیں۔ خزانہ کو مغور کر دیا
 اور محاصل بڑھائے۔ عوام کی نگاہ میں عباسی حکومت اب ایک مستقل
 حکومت تھی۔

منصور کی مال اندیشی نے مہدی کی مقبولیت کے لئے کئی سامان
 پیدا کر دئے تھے۔ منصور نے اپنے عہد میں جس قدر تاوان لگائے تھے
 وہ مقالیم کے بیت المال میں نشان لگا کر رکھ دئے تھے۔ مرنے سے
 پہلے مہدی کو وصیت کی کہ میرے بعد یہ تاوان مالکوں کو واپس کر دینا۔
 اس سے تم ہر دلعزیز ہو جاؤ گے۔ مہدی نے نہ صرف یہ کہ اس نصیحت

لے لی۔

پر عمل کیا بلکہ منصور کے عہد میں مدینہ کے جن باشندوں کے وظائف ضبط ہوئے تھے بحال کیے اور منصور کے کل سیاسی قیدی رہا کر دئے۔ صرف انہیں قیدیوں کو جیل میں رہنے دیا جو قتل، لوٹ مار یا فساد کے مجرم تھے یہ عوام ہمدی کے اس اقدام سے بہت خوش ہوئے۔ وہ شہزادگی ہی میں پسندیدہ اطوار تھا اور فیاضی کی وجہ سے خاصا مقبول تھا۔ اب اس کی مقبولیت کو چار چاند لگ گئے۔ ہمدی نے دستِ سخاوت ہمیشہ کشادہ رکھا۔ صرف مکہ کے لوگوں ہی پر وقتاً فوقتاً لاکھوں دینار تقسیم کیے۔ اہل مدینہ کی خوشنودی کی خاطر پانچ سو انصار اپنے محافظ دستہ کے لیے منتخب کیے۔

نظم و ضبط
ہمدی سادہ طبیعت تھا۔ اس سے قبل خلفاء کا دستور تھا کہ دربار میں اہل دربار سے پس پردہ بیٹھے تھے۔ ہمدی نے یہ تکلف اٹھا دیا۔ لیکن طبعی نرمی اور عفو شعاری کے باوصف نظم و نسق کے معاطہ میں سخت گیر تھا اس نے ایک نیا دفتر قائم کیا جس کا نام دیوان الازمہ تھا۔ اس محکمہ کا کام دیگر محکموں کی نگرانی کرنا تھا۔ ہر عامل کو نگرانی میں رکھنے کے لئے اس نے امین مقرر کیے۔ امتناع کا یہ کام تھا کہ عامل کو خلیفہ کی طرف سے جو احکام جائیں ان کی تعمیل کرائیں۔

۱۱ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

۱۲ امامون شبلی

۱۳ ابن اثیر ۱۶۰ھ

۱۴ ابن اثیر ۱۶۲ھ

۱۵ ابن کثیر ۱۶۱ھ

عدل و انصاف | ہمدی کے عہد میں عدل کی پوری رعایت تھی۔ ایک دفعہ ہمدی کے ہمتم نے ایک آدمی کی زمین پر قبضہ کر لیا۔ اس نے آکر ہمدی کے پاس درخواست دی۔ قاضی بھی موجود تھا، اس نے ہمدی سے سوال کیا کہ تم اس زمین کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ہمدی بولا کہ یہ زمین میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ قاضی نے پوچھا، تم نے اس پر کب قبضہ کیا؟ خلافت سے پہلے یا بعد؟ ہمدی نے جواب دیا، بعد میں۔ قاضی نے حکم دیا، تو پھر یہ زمین اس شخص کے حوالے کرو۔ ہمدی نے تعیل کی۔

ہمدی نے بصرہ میں دو قاضیوں کا بیج قائم کیا۔
مالیات | خراج کی وصولی کے لئے مستقل ضوابط کی ضرورت تھی۔ ہمدی نے اس طرف توجہ دی اور اپنے وزیر معادیہ سے خراج پر ایک کتاب لکھوائی۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب تھی۔ ہمدی کا اس ضمن میں ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ اس نے امام ابو یوسف کو قاضی بنایا۔ قاضی صاحب ایک بہت بڑے فقیہ اور ماہر خراج تھے۔ انھوں نے جس کتاب الخراج لکھی جس کو آج تک سند کا درجہ حاصل ہے۔

مدینہ اور یمن کے درمیان برید کا انتظام
برید (ڈاک) | نہ تھا۔ ہمدی نے ان علاقوں میں برید جاری کی۔

۱۔ طبری ۲۔ تاریخ القضاة ابن عروس
 ۳۔ الفخری ۴۔ سیوطی۔

دینی خدمات

مہدی کے دل میں دین کی بہت حسرت تھی۔

اس نے مسجد النبی اور مسجد حرام کی توسیع کرائی

اس مقصد کے لئے ملحقہ مکانات خرید کر ان کا رقبہ ان مسجدوں میں ملایا۔ مہدی نے کعبہ کو ابن زبیرؓ کی مقرر کردہ بنیادوں پر تعمیر کرانا چاہا۔ امام مالک سے مشورہ کیا۔ انھوں نے جواب دیا کہ اسے اپنے حال پر رہنے دو ورنہ خلفاء اسے کھیل بنالیں گے۔

مہدی ۱۶۰ ہجری میں حج کے لئے گیا تو لوگوں نے کہا، کعبہ پر بہت غلاف چڑھ چکے ہیں، مبادا عمارت ان کے بوجھ تلے دب جائے مہدی نے سب غلاف اتروائے اور نیا غلاف چڑھایا۔

مسجد النبی میں حضرت معاویہؓ کے وقت سے ایک مقصورہ تھا جہاں خلفاء ذاتی تحفظ کی خاطر عام صفوں سے الگ نماز پڑھتے تھے۔ مہدی نے اسے گروا دیا اور حکم جاری کیا کہ کسی مسجد میں مقصورہ نہ ہو۔ ایک اور فرمان یہ دیا کہ کسی مسجد کا منبر مسجد النبی کے منبر سے بڑا نہ ہو۔

زندگہ کا استیصال : مہدی کے عہد میں زندگہ کا بہت زور ہوا۔ عجیب و غریب عقائد کے گروہ عجم کے علاقہ میں اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور حکومت کا نظام معطل کر کے رکھ دیتے تھے۔ قدیم ایران کے معتقدات پر مزوک اور مانی کا بہت اثر تھا۔ انھوں نے اشمائیت اور اخلاقی بے قیدی کی تعلیم دی تھی۔ اگرچہ مزوک اور مانی کو مرے ایک مدت ہو چکی تھی لیکن ان کے نظریات میں رہ رہ کر

سے ابن اثیر۔ ابن کثیر ۱۶۵ و ۱۶۶ھ سے ابن کثیر۔

سے ابن اثیر۔ سے ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ سے ابن کثیر۔

نئی جان آجاتی تھی۔ مُقَنَّع، مُحَمَّرَہ (سرخ پوش فرقتہ) مُبَيَّنَّہ (سفید پوش فرقتہ) کا ذکر ہم پڑھ چکے ہیں۔ یہ سب بے دین لوگ جو ان عقائد کے پیرو تھے زندیق کہلاتے تھے۔

مدی نے زندیقیوں کو مٹانے پر کمر باندھ لیا۔ یہ لوگ نہ صرف آئین و قانون کے دشمن تھے بلکہ ان کے ہوشیار رہنا اسلام کا ببادہ اوڑھ کر سادہ لوح عوام میں انوکھے عقائد پھیلاتے تھے۔ ان کا ختم کرنا از بس ضروری تھا۔ مدی نے اس غرض کے لئے ایک نیا حکم بنایا جس کا ناظم صاحب الزنادوقہ کہلاتا تھا۔ اس حکم نے زندیقیوں کا خوب کھوج لگایا اور انھیں چار سو سے تلاش کر کے انجام کو پہنچایا۔ ان کی کتابیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلائیں۔ البتہ یہ بات ضرور کھٹکتی ہے کہ مدی نے بعض لوگوں کو محض شبہ پر بغیر ثبوت کے قتل کر دیا۔

مدی نے اہل علم اور متکلمین کو ہدایت کی کہ زندیقیوں کے خلاف کتابیں تحریر کریں۔

عراق اور مکہ کی راہ دشوار اور دیران تھی۔
مدی نے حکم دیا کہ اس راہ پر کنوئیں کھودے جائیں اور اقامت گاہوں کی تعمیر ہو۔ دس برس تک تعمیرات کا کام ہوتا رہا حتیٰ کہ یہ عمدہ تریں اور محفوظ تریں رستہ ہو گیا۔

قیدیوں اور کوڑھیوں کے وظائف
کوڑھیوں کو وظائف
سابقہ حکومتوں میں

۱۔ سیوطی - زہبی - ابن اثیر ۲۔ سعودی ذکر قاہر باللہ
۳۔ ابن اثیر - ابن کثیر -

بھی ملتے رہے لیکن ملک بھر میں قیدیوں کے وظیفے جاری کرنے کا امتیاز ہمدی ہی کو حاصل ہے۔

منصور نے شاہی سرحدوں کے استحکام کی خاطر تعمیرات کا جو سلسلہ شروع کیا تھا ہمدی نے اسے تکمیل کو پہنچایا۔

سرحدی انتظامات

ملکہ خیزران ہمدی کی ملکہ تھی۔ یمن کی رہنے والی تھی۔ کم سنی میں اسے بردہ فروش پکڑ لائے۔ ہمدی نے اسے ایک لاکھ درہم میں خریدا۔ خیزران نے شاہی محل میں پرورش پائی۔ نہایت ذہین تھی۔ مروجہ علوم میں مہارت حاصل کر لی۔ جوان ہوئی تو ہمدی نے اس سے نکاح کر لیا۔ وہ جلد ہی ہمدی کے دل و دماغ پر چھا گئی۔

ہمدی خلیفہ ہوا تو خیزران نے حکومت کے کاروبار میں دخل دینا شروع کیا اور ملکہ نور جہان کی طرح آہستہ آہستہ زمام اختیار ہاتھ میں لے لی۔ ہمدی اس کے معاملات میں حتی الوسع دخل نہیں دیتا تھا۔

ہادی اور ہارون خیزران کے بطن سے تھے۔ ہادی خلیفہ ہوا تو خیزران نے بدستور اپنا تسلط رکھنا چاہا لیکن ہادی نے آہستہ آہستہ اسے بے دخل کر دیا۔ ہارون کی خلافت کے ساتھ خیزران کا اقتدار پھر بحال ہوا لیکن دو تین برس بعد انتقال کر گئی۔

خیزران پاک باز اور دین دار عورت تھی۔ اس نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت گاہ پر ایک مسجد تعمیر کرائی۔ حضرت

سہ طبری۔

اَرْتَمُ صحابی کا گھر اسلام کی تاریخ میں بہت مشہور ہے۔ یہاں خیزران
 نے نئے سرے سے مکان بنوایا۔ جسے دارالارتقم کے علاوہ اب دارالخیزران
 بھی کہتے تھے۔

موسیٰ الہادی

۱۶۹ تا ۱۷۰ھ

۷۸۵ تا ۷۸۶ھ

موسیٰ الہادی نے تقریباً بائیس برس کی عمر میں مسندِ خلافت سنبھالی۔
اس کی مال خیزران ایک ٹونڈی تھی۔

معرکہ فسخ | حسین بن علی بن حسن مثنیٰ نے مدینہ میں مقابلہ کی ٹھانی
لیکن کامیاب نہ ہو سکے اور مکہ چلے گئے۔ ہادی نے
ایک لشکر بھیجا۔ جس نے ایام حج کے فوراً بعد فسخ (فسخ) کے مقام
پر ان سے جنگ کی۔ حسین بن علی کام آئے۔ ان کے بھائی اور ریس
بن عبد اللہ بھاگ کر مغرب پہنچے۔ وہاں اور رسی حکومت کی بناء
رکھی۔

رومی محاذ | رومی محاذ پر مختصر سے معرکے ہوئے۔

خوارج نے جزیرہ کے علاقہ میں حرکت کی۔ شاہی افواج نے انہیں جلد ہی زیر کر لیا۔

خوارج

ہادی کی خواہش تھی کہ ہارون کی ولی عہدی منسوخ کر کے اس کا منصب اپنے نابالغ بیٹے جعفر کو دے۔

ولی عہدی کا قضیہ

مدی کی بیوی ملکہ خیزران حکومت کے کاروبار میں بہت دخیل تھی۔ مدی کے ایام حکومت میں ارکانِ سلطنت اس کے اشاروں پر چلتے تھے۔ یہی کیفیت کچھ عرصہ ہادی کے عہد میں بھی رہی لیکن اس نے چار ماہ بعد اعلان کیا کہ جو امیر خیزران کے دروازے پر جائے گا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ تاہم ملکہ کے اثر و رسوخ کو مٹانا آسان نہ تھا۔ خیزران ہارون الرشید کے حق میں تھی اور نہیں چاہتی تھی کہ اسے ولی عہدی سے ہٹایا جائے۔

ہارون الرشید خلافت چھوڑنے پر آمادہ تھا۔ لیکن اس کے تابع بھی نے منع کیا۔ ہادی نے بھی کو قید میں ڈال دیا۔ بھی نے ملاقات کی درخواست کی اور حاضر ہو کر ہادی سے کہا کہ جعفر نابالغ ہے۔ آپ اس کا نام ہارون الرشید کے بعد رکھیں۔ اگر آج آپ کا وقت آخر ہو جائے تو عوام اس کی خلافت کو قبول نہیں کریں گے۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اغیارِ طالع آزمائی کرنے لگیں؟ ہادی یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ تاہم بھی کو دوبارہ قید کر دیا۔

وفات

ہادی نے ۱۷۰ ہجری میں وفات کی۔ ایک قصہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی ماں خیزران نے اس کا کام تمام

سے ابن ابیہر۔ سے ابن کثیر۔

کر دیا۔ خیزران کو ایک تو یہ رنج تھا کہ عہدی نے اسے حکومت سے بے دخل کر دیا تھا اور دوسرے وہ ہارون الرشید کی ولی عہدی کو منسوخ نہیں دیکھنا چاہتی تھی اس لئے اس نے عہدی کی جان لے لی۔ یہ قصہ ایک تو ویسے ہی ناقابل قبول نظر آتا ہے اور دوسرے آگے جا کر اس میں واضح تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک بیان یہ ہے کہ خیزران نے اسے زہر دلایا اور دوسرا یہ کہ سوتے میں ایک لونڈی کے ہاتھوں مروا ڈالا۔ ان متضاد بیانات سے قصہ کا رہا سہا اعتبار بھی چلا جاتا ہے۔

لے یہ روایت ابن خلدون نے بیان کی ہے۔

ہارون الرشید

۱۷۰ھ تا ۱۹۳ھ

۶۷۸ھ تا ۷۸۰ھ

ہارون الرشید نے ۱۷۰ ہجری میں ہادی کی وفات کے بعد نظامِ حکومت سنبھالا۔ اس وقت اس کی عمر ۲۲ برس تھی۔ یہ خیزران کے بطن سے تھا۔

بغاوتیں اور شورشیں

۱۔ یحییٰ بن عبداللہ کا مقابلہ: محمد نفس زکیہ کے چھوٹے بھائی یحییٰ بن عبداللہ نے ۱۷۶ ہجری میں ولیم کے علاقہ میں حکومت کے خلاف جنگ کی طرح ڈالی۔ ولیم اور اس کے نواح کی ایک کثیر آبادی نے ساتھ دیا اور شوکت و جمعیت کے سامان پیدا ہو گئے۔

ہارون نے سنا تو گھبرا اٹھا۔ فضل بن یحییٰ کو ۵۰ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ پر بھیجا۔ فضل نے یحییٰ بن عبد اللہ کو خط لکھا جس میں بہت امیدیں دلائیں اور وعدہ کیا کہ اگر وہ اس کے پاس آجائے تو اسے رشید سے معافی دلا دے گا۔ اس اثناء میں ہارون نے بھی ولیم کے حاکم کو لکھا کہ اگر وہ یحییٰ کو اس کے پاس بھیج دے تو دس لاکھ درہم انعام پائے گا۔ یحییٰ نے ان حالات میں صلح میں بہتری دیکھی اور فضل کو خط لکھا کہ میں سپرد ہونے کو تیار ہوں بشرطیکہ رشید اپنے ہاتھ سے امان نامہ تحریر کر کے بھیجے رشید نے منظور کیا اور امان نامہ تحریر کر کے بھیجا جس پر قضاة، فقہاء اور ہاشمی رؤساء کے دستخط تھے۔ رشید نے اس تحریک کے ساتھ تحفے بھی روانہ کئے۔ یحییٰ بغداد آئے تو رشید نے عہد شکنی کی اور انھیں کو جیل میں ڈال دیا۔ تین روز کے بعد انھیں جیل سے نکالا اور اپنی بد سلوکی پر پشیمانی کا اظہار کر کے ان کے نام ایک بھاری وظیفہ جاری کیا۔ جناب یحییٰ اس کے بعد کل ایک ماہ زندہ رہے۔ ابن اثیر نے لکھا ہے کہ یحییٰ نے قید میں وفات پائی۔

۲۔ نزار و یمانیہ کا فتنہ: عرب کے قبائل نسل لحاظ سے دو بڑے گروہوں میں منقسم تھے، نزار یا مضر اور یمانی یعنی یمن قبائل۔ ان کے درمیان اسلام سے قبل گری رقابت تھی جو وقتاً فوقتاً جنگ و جدل کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ اسلام نے اس رقابت کو بہت حد تک دبا دیا۔ خلافت راشدہ کے اختتام تک یہ قبائل صلح و صفائی سے رہے۔ اموی عہد میں بعض بادشاہوں نے اپنی مصلحت کی خاطر نختہ عصبیت کو جگایا اور انھیں باہم دست و گریباں کر دیا،

۱۰ ابن کثیر۔

عباسی دود میں نزار اور یمانیہ کی آتش رقابت کچھ عرصہ تک بھی رہی لیکن ہارون کے عہد میں اچانک بھڑک اٹھی۔ ۱۷۶ ہجری میں شام کے علاقہ میں ان کے درمیان خوفناک فساد پیدا ہوا۔ بے شمار آدمیوں کا خون بہ گیا اور جاہلیت کی یاد تازہ ہوئی۔ ہارون الرشید نے موسیٰ بن عیسیٰ کو چند قومی رہنماؤں کے ہمراہ مداخلت کے لئے بھیجا۔ انھوں نے صلح کرادی اور فتنہ گر سرداروں کو بغداد لے آئے۔ چار برس بعد فساد کی ایک اور لہر اٹھی۔ ہارون نے اس کے مدادا کے لئے جعفر برمکی کو بھیجا۔ اس نے خوش تدبیری سے کام لیا اور فریقین کو رام کر لیا۔ امن کو دیر پا بنانے کے لئے اس نے شام کے لوگوں سے اسلحہ جمع کر لیا۔

شام کی خانہ جنگی نے سندھ کو بھی لپیٹ میں لیا۔ حکومت کئی برس کی مشکلات کے بعد یہاں امن قائم کرنے میں کامیاب ہوئی۔

۳۔ خوارج :- خوارج نے ۱۷۱ ہجری میں جزیرہ کے علاقہ میں سراٹھایا۔ لیکن جلد ہی دب گئے۔ اس کے بعد ۱۸۰ ہجری میں انھوں نے بہت زور و شور سے بغاوت کی۔ جزیرہ اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں مار دھاڑ کر کے دہشت پھیلا دی۔ خارجی سردار ولید بن طریف تھا۔ اس نے بہت شوکت پیدا کی۔ ہارون نے یزید بن مزید کو اس کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ ولید بن طریف مارا گیا۔ اس کی بہن یسٰی نے کچھ دیر مقابلہ کیا لیکن وہ بھی شکست کھا گئی۔

۴۔ زنادقہ :- ۱۸۰ ہجری میں جرجان میں زنادقیوں کی ایک جماعت محمد بن زنادقہ (سرخ پوش) نے بغاوت کی۔ ان کا سردار مارا گیا۔ اگلے سال انھوں

نے ابن کثیرؒ ابن کثیرؒ ابن کثیرؒ ابن کثیرؒ

نے جرجان میں کچھ عرصہ غلبہ حاصل کر لیا لیکن یہاں بھی ان کا دور توڑ دیا گیا۔

۵۔ افریقیہ کی بغاوت: افریقیہ میں ایک شخص عبداللہ بن جبارود کے زیر قیادت بغاوت ہوئی۔ ۱۷۸ ہجری میں باغیوں نے افریقیہ کے والی فضل بن روح کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ ہارون الرشید نے ہرثمہ کو بھیجا۔ ابن جبارود مقابلہ سے عاجز آیا اور گرفتار ہو گیا۔ تاہم افریقیہ کا تلامم تھمتا نہیں تھا۔ ہرثمہ نے ناچار استعفاء دے دیا۔ ہارون نے اپنے رضاعی بھائی محمد بن مقاتل کو اس کی جگہ مامور کیا۔ ابن مقاتل بدخوا اور بے تدبیر تھا۔ فوج ناراض ہو گئی۔ اس کے ایک گروہ سے ابن مقاتل کی جنگ چھڑ گئی۔ ہارون نے اسے الگ کر کے ابراہیم بن اغلب کو بھیجا۔ اگرچہ وہ ابتدا میں بہت کامیاب رہا لیکن پھر اسے بھی شورشوں نے گھیر لیا۔

۶۔ مصر کی بغاوت: ۱۷۸ ہجری میں قیس اور قضاعہ کے قبیلوں نے مصر کے والی کے خلاف بغاوت کر دی۔ ہارون نے ہرثمہ کو بھیجا۔ اس نے باغیوں کے دم خم نکال دئے۔

۷۔ سمرقند: ۱۹۰ ہجری میں سمرقند کے حاکم نے سرتابی کی۔ اس کی بغاوت کو جلد فرو کر دیا گیا۔

رومی محاذ | ہارون الرشید نے شہزادگی کے دوران رومی محاذ پر نہایت شاندار فتوحات حاصل کی تھیں۔ اس کی خلافت کے اثناء میں بھی اس محاذ کو رومیوں نے ٹھنڈا نہ پڑنے دیا۔ ۱۸۱ ہجری میں ہارون الرشید بنفس نفیس فوج لے کر گیا۔

لے ابن ابیرک لے ابن کثیر۔

روم کا تختشاہ قسطنطین ایک کم سن بچہ تھا اس کی ماں رینی
 RENE سربراہ تھی۔ اس ظالم عورت نے اس اقتدار پر تناہت
 کی۔ ۱۸۲ ہجری میں اپنے بیٹے کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر
 اسے اندھا کر دیا اور خود اُغسطہ AUGUSTA کے لقب سے
 تخت نشین ہوئی۔

مدی کے عہد میں جب ہارون الرشید نے روم پر حملہ کیا تھا
 تو ملکہ روم نے ستر ہزار دینار سالانہ خراج پر صلح کی تھی۔ ۱۸۷
 ہجری میں رومیوں نے رینی کو معزول کر کے اس کی آنکھوں میں سلائی
 پھردی اور نقفور NICEPHORUS نے تاج و تخت سنبھالا۔
 رینی نے اسلامی حکومت سے صلح کا جو معاہدہ طے کیا تھا نقفور
 نے توڑ ڈالا۔

نقفور کو روما والے بہت بہادر مانتے تھے۔ وہ شجاعت کے
 نام سے متوالا ہو کر ہارون الرشید کے خلاف کمر بستہ ہوا۔ اس نے
 ہارون کو ایک خط لکھا کہ ملکہ رینی نے جو خراج تمہیں ادا کیا
 تھا حق یہ ہے کہ تم اس سے کئی گنا زیادہ خراج اسے ادا
 کرتے مگر عورت ذات کی کم عقلی اور کمزوری نے یہ گل کھلایا۔
 تم یہ خط پڑھتے ہی قلم اٹھاؤ خراج واپس کر کے اپنی جان بچالو۔
 ورنہ ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

ہارون نے یہ خط پڑھا تو غصہ سے ایسا بھڑکا کہ اہل دربار
 دیکھ کر سکتے میں آگے۔ اس کی طرف نہ کوئی نظر اٹھا سکا اور
 نہ زبان بلا سکا ہارون نے قلم دوات منگوا کر خط کی پشت پر

۱۸۷ ابن کثیر۔ ابن العبری۔ دول الاسلام صد فی ۱۸۷ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

لکھا:

رومی کتے نقفور کی طرف!

میں نے تمہارا خط پڑھا۔ تم اس کا جواب سننے سے پہلے دیکھ لو گے۔
اس کے بعد ہارون نے فدا کو بیچ کیا اور ہرقلمہ HERACLEA
کے دروازے پر جادم لیا۔ شہر کو تلوار کے زور سے سر کیا اور قتل و
فارت کرتا رومی سلطنت میں بڑھتا گیا۔ نقفور کے اوسان خطا ہوئے
اور خراج کی شرط پر صلح کی درخواست کی جسے ہارون نے منظور کیا
اور واپس روانہ ہو گیا۔

ہارون نے رومی سلطنت سے قدم نکالے ہی تھے کہ نقفور وعدہ
سے پھر گیا۔ اس کا خیال تھا کہ کڑا کے کے جاڑے اور برف باری
کے ایام ہیں ہارون کا پلٹ آنا ناممکن ہے لیکن اس کے اندازے
غلط نکلے۔ ہارون کو جوئی اس غداری کا علم ہوا سردی اور
برف باری سے بے نیاز ہو کر اٹھے پاؤں مڑا اور رومیوں کو بدعہدی
کا مزہ چکھایا۔

اگلے برس ۱۸۸ ہجری میں ہارون نے ابراہیم بن اسرائیل کو نقفور
کو سبق پڑھانے کے لئے بھیجا۔ نقفور مقابلہ پر نکلا لیکن راہ سے
وٹ گیا۔ واپسی میں ایک اسلامی دستہ سے ٹکرا پھیر ہوئی۔ نقفور نے
تین زخم اٹھائے۔ اس کے چالیس ہزار سے زائد آدمی مارے گئے۔
۱۹۰ ہجری میں ہارون نے خود رومی سرزمین میں بیخار کی۔
اس نے طوائف میں جا کر ڈیرے ڈالے ہی تھے کہ نقفور نے سر
اطاعت خم کر دیا اور خراج اور جزیہ حاضر کیا۔ آئندہ ۳۰ لاکھ دینار

لے ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی لکھ ابن اثیر۔ ذہبی لکھ ابن اثیر۔

سالانہ دینے کا وعدہ کیا۔ نقض و کی ہو ہارون کے پاس اسیر تھی۔
اسے ہارون نے تحائف کے ساتھ واپس کیا اور نقض و سے عہد لیا
کہ وہ ہرتقلہ کو آباد نہیں کرے گا۔

۱۹۱ ہجری میں نقض و نے پھر بد عہدی کی اور جنگوں کا سلسلہ
دوبارہ چلا۔ بالآخر رشید نے خود کمان سنبھالی اور ایک جرار لشکر
لے کر پنچا۔ ہارون نے ہرتقلہ کی چھاؤنی فتح کر کے برباد کر دی اور
رومی علاقوں پر فوج پھیلا دی۔ پانچ سالار مقرر کیے اور انہیں مختلف
اطراف میں بھیجا۔ بعض بڑی علاقوں کے علاوہ قبرص کے جزیرہ پر
بھی حملہ ہوا اور یہاں کے لوگوں کو خوب سزا ملی۔ اگلے برس دونوں
حکومتوں میں صلح ہوئی۔

ہارون کی توجہ کئی برس رومی محاذ پر رہی۔ اس نے سرحدی
شہر رتقہ ہی میں اقامت اختیار کر لی اور رومی مفسدہ پردازوں
کے خلاف استحكامات میں مصروف رہا۔

برامکہ کا عروج و زوال | شخصی حکومتوں میں افراد کا
اچانک عزت و وقار کے آسمان

پر پہنچنا اور وہاں سے سر کے بل زمین پر آنا شب و روز کا تقاضا
ہوتا تھا۔ ہارون رشید کے عہد میں برامکہ کے سر پر بھی ایسی ہی
گھڑیاں گزری گئیں۔ انھوں نے اسلام کی تاریخ میں بہت نام پیدا کیا۔
رعایا کی نگاہ میں ان کا احترام بادشاہ سے بھی دو چند تھا۔ پھر تقدیر
نے پلٹا کھایا اور ان کی تباہی دنیا والوں کے لئے عبرت کا درس بن کر

۱۹۰ ہجری میں بیان کیا ہے۔
ابن کثیر۔ ۱۹۰ ہجری میں بیان کیا ہے۔
ابن کثیر۔

رہ گئی۔

برامکہ اپنے مورثِ اعلیٰ برمک کے نام سے منسوب ہیں۔
 برمک: بلخ کا باشندہ تھا۔ بدھوں کے ایک
 تیرتھ کا اہتم تھا۔ اموی عہد میں بلخ کا علاقہ فتح ہوا تو برمک اسلام
 لایا۔ اموی امراء کی نگاہوں میں اس کی بہت قدر و منزلت تھی۔ اسے
 بعض دفعہ نہایت اہم امور سونپے گئے۔ عباسی تحریک پھیلی تو یہ اس
 سے منسلک ہوا اور ابو مسلم کی فوج میں شامل رہا۔

خالد: برمک کے پوتے خالد نے نمایاں مقام پیدا کیا۔ سفاح
 نے ۱۳۳ ہجری میں اسے دیوانِ خراج کا ناظم مقرر کیا۔ یہ نہایت ذہین
 اور طباع شخص تھا۔ سفاح کے عہد سے اس کا اقتدار بڑھتا گیا۔
 منصور کے مشیروں میں شامل ہوا۔ منصور کو بغداد آباد کرنے کی
 صلاح خالد ہی نے دی تھی۔

منصور نے ۱۵۸ ہجری میں ناراض ہو کر خالد پر تاوان لگایا اور
 تین دن کی مہلت دی۔ وہ رقم پوری نہ کر سکا۔ موت کا انتظار کر
 رہا تھا کہ حالات نے اچانک یادری کی۔ موصل میں فساد اٹھا۔ اس
 کو دبانے کے لئے خالد سے بڑھ کر موزوں آدمی کوئی نہ تھا۔ منصور
 نے ناچار اسے موصل کا والی بنا کر روانہ کیا اور اس کے بیٹے یحییٰ کو
 آذربائیجان کی حکومت دی۔ خالد وفات تک موصل کی حکومت پر فائز
 رہا۔ اس کا سال وفات ۱۶۶ ہجری ہے۔

۱۔ واقعات ابن کثیر، ابن کثیر، ابن کثیر کے متفرق سین سے ماخوذ ہیں۔

۲۔ ابن کثیر، ابن کثیر، ابن کثیر

۳۔ ابن خلدون، طبری، بردی

یحییٰ: منصور کے عہد میں آذربائیجان کا والی ہوا۔ ہمدی کے دور میں اس کا ستارہ خوب چمکا۔ ہمدی نے اُسے دفتر عطاء اور دفتر رسائل کا ناظم مقرر کیا۔ اس کے علاوہ ہارون الرشید کی تربیت بھی اسے سپرد کی۔

رشید نے یحییٰ کی بیوی کا دودھ پیا تھا اس لئے یحییٰ کو اس سے بہت اُنس تھا۔ ہادی نے جب ہارون الرشید کو دلی ہمدی سے ہٹانا چاہا تھا تو ہارون دست برداری پر آمادہ ہو گیا تھا لیکن یحییٰ نے روکا۔ ہادی نے اس پاداش میں اُسے قید کر دیا۔ یحییٰ زندان میں تھا کہ ہادی نے وفات پائی۔ ہارون نے قید سے نکالا اور مسند وزارت پر بٹھایا۔ وہ یحییٰ کو ابا کہا کرتا تھا۔ آہستہ آہستہ سب اختیارات اس کے حوالے کر دئے۔ یحییٰ ملکہ خیزران کے زیر ہدایت حکومت کا کاروبار چلاتا تھا۔ اس کے وقار کا یہ حال تھا کہ وہ بغیر اجازت حاصل کیے خلیفہ کے پاس آجاتا تھا۔

یحییٰ نہایت قابل اور کرم شعار شخص تھا۔ علماء و فضلاء اور اباپ نون کا بہت قدردان تھا۔

یحییٰ کے چار لڑکے تھے: فضل، جعفر، موسیٰ اور محمد۔ فضل اور جعفر نے بہت شہرت پیدا کی۔ یہ دونوں بھائی وزیر صغیر کہلاتے تھے۔

فضل: فضل یحییٰ کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ ہارون الرشید سے عمر میں صرف چھ روز بڑا تھا۔ رشید کا رضاعی بھائی تھا۔ خیزران نے

۱۔ ابن کثیر و ابن اثیر سنہ ۱۶۲۔ ۲۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ فخر رازی۔
۳۔ دول الاسلام فخر رازی ۴۔ ابن اثیر۔

فضل کو دودھ پلایا تھا اور ام الفضل نے رشید کو سب فضل کا رشید کے
 ہاں بہت مرتبہ تھا۔ کئی عہدوں پر فائز رہا۔ اس نے بڑی بڑی مہات
 انجام دیں اور شاندار کامیا بیاں حاصل کیں۔ یحییٰ علوی کو بغیر جنگ و
 پیکار کے ہارون کی اطاعت میں لانا فضل ہی کا کام تھا۔ اس نے
 کابل اور ماوراء النہر کے کئی علاقے فتح کیے۔ بغداد واپس آیا تو ہارون
 نے اکابر ملت، شعرا اور خطباء کو لے کر پیشوائی کی لے۔

فضل بہت فیاض تھا لیکن تکبر اور ترشروئی سے خالی نہ تھا۔

جعفر اس نے سات برس نہایت جاہ و جلال سے وزارت کی۔

نہایت مدبر انسان تھا۔ شام میں مقرر اور نزار کا فتنہ اس نے محض
 حکمت عملی سے فرو کیا۔ بیادقت کا یہ حال تھا کہ ایک رات ہارون کے
 سامنے ایک ہزار احکام لکھے۔ ان میں ایک غلطی بھی نہیں کی۔ ہارون نے
 ہارون کو ولی عہد بنایا تو جعفر کو اس کا اتالیق مقرر کیا۔ دیوان خاتم پہلے
 فضل کے پاس تھا۔ ہارون نے جعفر کو دلویا لے لیا۔ جعفر فصاحت و بلاغت
 میں جواب نہیں رکھتا تھا۔ جو دو سخا میں ممتاز تھا۔ نہایت خوش مزاج اور
 کشادہ جبین تھا۔ جعفر ہارون کا ہم نوالہ و ہم پیالہ تھا۔ اس پر اس حد
 تک عادی تھا کہ ایک رات اس سے پوچھے بغیر اس کی بیٹی کا عقد ایک
 شخص سے کر دیا۔ دوسرے دن ہارون کو بتایا۔ اس نے تسلیم کیا۔

یحییٰ کے چاروں بیٹوں نے بہت بلند مرتبے حاصل کیے اور بے اندازہ
 دولت کمائی۔ منصور کے آباد کردہ بغداد کے سامنے ان کے پر شکوہ محلات
 تھے۔ ان کے دروازوں پر سائلوں اور حاجت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔

۱۔ ابن اثیر لے ابن کثیر لے دول الاسلام فخر رازی لے دول الاسلام فخر رازی۔
 مخدہ المجالس سیوطی۔

عوام ان کے مدح خواں اور شعراء قصیدہ گو تھے۔

برامکہ کا زوال: ۱۵۴ ہجری میں برامکہ پر اچانک ہارون کا غضب برقع بن کر گرا اور ان کے خرمین حیات کو راہ کر دیا۔ دنیا انگشت بندہاں ہے کہ ہارون نے ایسا کیوں کیا؟ لوگوں نے سراغ لگانے کے لئے بہت سراما لیکن ناکام۔ ایک وفد ہارون سے کسی نے برامکہ پر ناراضی کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اگر میری تمہیں کو بھی اس راز کا علم ہو جائے تو اسے جلا دوں۔ قطعی ثبوت چونکہ میسر نہ تھا اس لئے لوگوں نے اپنے اپنے خیال دوڑائے ہیں مثلاً:-

۱- ہارون کی ایک بہن تھی جس کا نام عباسہ تھا۔ اس کی شادی اپنے ایک رشتہ دار محمد بن سلیمان سے ہوئی تھی لیکن ایک ہی برس بعد محمد بن سلیمان نے وفات پائی۔ ایک رات عباسہ حسب معمول ہارون اور جعفر کی مجلس طرب میں شامل تھی۔ ہارون نے اس کا نکاح جعفر سے کر دیا۔ ایک مدت بعد ہارون تادم ہوا اور جعفر پر غصہ نکالا۔

اس روایت سے بعض علماء نے انکار کیا ہے۔

۲- رشید نے یحییٰ بن عبد اللہ کو جعفر برمکی کے حوالے کیا کہ قید میں رکھو جعفر نے ان سے نرمی کا سلوک کیا اور پھر چھوڑ دیا۔ ہارون الرشید کو علم ہوا تو قسم کھائی کہ میں جعفر کو ضرور قتل کروں گا۔

یحییٰ بن عبد اللہ کے حالات سابقہ صفحات میں آچکے ہیں۔ ان کے انجام کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ ہارون نے انھیں آزاد کر کے ان کا وظیفہ جاری کیا اور دوسری یہ کہ انھوں نے قید خانہ میں وفات پائی۔ یہ تیسری روایت بالکل مختلف ہے، لہذا ناقابل اعتبار۔

اس کے علاوہ ایک اور قابل غور امر یہ ہے کہ یحییٰ علوی کا واقعہ ۱۷۶ ہجری کا ہے اور جعفر کا قتل ۱۵۷ ہجری میں پیش آیا۔ گیارہ برس

ٹک ہارون کو کس بات کا انتظار رہا؟

۳۔ کہا جاتا ہے کہ برامکہ عقائد کے لحاظ سے زندقہ تھے۔ اس لئے رشید نے ان کا کام تمام کیا۔

یہ بھی محض افسانہ ہے۔ البتہ برامکہ آزاد خیال ضرور تھے۔

۴۔ برامکہ اہل بیت کے معتقد تھے لہذا ہارون نے ان کا استیصال کروایا۔

یہ بیان بھی دست نظر نہیں آتا۔ بے شک برامکہ کو اہل بیت

سے اعتقاد تھا لیکن ہارون کی ناراضی کا یہ سبب نہیں ہو سکتا۔ ہارون انھیں شروع ہی میں سلکدوش کر سکتا تھا۔

۵۔ ایک گمان یہ ہے کہ برامکہ ہارون الرشید کی خلافت کی بیخ کنی کرنا چاہتے تھے لیکن اس کا ثبوت کسی ایک واقعہ سے بھی نہیں ملتا۔

۶۔ برامکہ حکومت پر ایسے چھا گئے تھے کہ ہارون کا نقطہ نام باقی رہ گیا تھا بلکہ بعض علاقوں میں تو نام بھی جعفر کا چلتا تھا۔ ہارون اگر کسی ولایت، بستی یا کھیت سے گزرتا تو یہی سنتا کہ سب کچھ جعفر کا ہے۔ ہارون آہستہ آہستہ بد گمان ہو گیا۔ ابتدائے خلافت کا تقہ ہے کہ ایک دفعہ یحییٰ کے دروازے پر سائلوں کا ہجوم دیکھ کر ہارون نے کہا کہ خدایحییٰ کو جزائے خیر دے، اس نے مجھے صعوبت سے بچا رکھا ہے لیکن ایک مدت بعد یحییٰ کے دروازے پر ایسی ہی بھیڑ دیکھ کر بولا، یحییٰ نے سب امور پر قبضہ جما لیا ہے۔ اصل خلافت اس کی ہے۔ میرا فقط نام ہے۔

۷۔ جعفر نے ایک مکان بنایا جس پر دو کروڑ درہم لگے۔ رشید کو شک گزرا کہ اس کے دیگر اخراجات کا کیا عالم ہو گا۔ یحییٰ پر بھی اسے شبہ تھا کہ اس نے خزانہ میں بہت خورد برد کیا ہے۔

ہارون کو ضرورت ہوتی تو وہ ٹال دیتا تھا اور وہ خود اور اس کے بیٹے بے دریغ زمین لٹاتے تھے۔

۸۔ حاسدوں نے برامکہ کے خلاف ہارون کے کانوں میں زہر بھرا چنانچہ ہارون نے ایک بار خود بھی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جس نے مجھے برامکہ کے خلاف بھڑکایا۔

برامکہ کے بدخواہوں میں ملک زبیدہ اور فضل بن ربیع کا نام لیا جاتا ہے لیکن قطعیت سے بتانا مشکل ہے کہ واقعی انھوں نے برامکہ کی تباہی کا سامان کیا۔ برامکہ کے بعد فضل بن ربیع وزیر ہوا۔ میں ممکن ہے یہ سب اسی کی کارستانی ہو۔

۹۔ اتنا یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ برامکہ کی تباہی کا اصل سبب

جعفر اور ہارون کے درمیان انتہائی قرب تھا۔ یحییٰ کو اس قدر قرب پسند نہ تھا۔ اس نے جعفر کو آگاہ بھی کیا تھا کہ تم ضرور نقصان اٹھاؤ گے۔ یحییٰ کہا کرتا تھا کہ ہمارے گھرانے کی ہلاکت جعفر کے ہاتھوں ہوگی۔ چنانچہ ہارون نے برامکہ میں سے صرف اسی کو قتل کیا۔ اس کے بھائیوں کو گرفتار کیا لیکن قید میں ان کے ساتھ عموماً اچھا سلوک رکھا اور انھیں بیڑیاں نہیں پہنائیں۔ یحییٰ کو اجازت تھی کہ جہاں چاہو جا سکتے ہو لیکن اس نے بیٹوں کا شریک زنداں ہونا منظور کیا۔

واقعات :- برامکہ پر تباہی نازل کرنے سے کچھ عرصہ پہلے ہی

ہارون کی روش میں تغیر آ گیا تھا۔ اس نے فضل کو کل حدود سے الگ کر دیا تھا۔ یحییٰ نے بھانپ لیا کہ علامات خطرہ کی طرف اشارہ

۱۔ ابن کثیر ذکر واثق ۲۲۹ ھ ۲۔ ابن کثیر ۱۸۷ ھ

کربہ ہی میں۔ وہ ہارون کے دل سے غبارِ دُور کرنے کی تدبیروں میں
مصروف ہو گیا لیکن ہارون کی بدگمانی کم نہ ہوئی اگرچہ اس نے اسے
حق اوسع پھپھانے کی کوشش کی۔

برامکہ کے خلاف عملی قدم اٹھانے سے ایک برس پہلے ہارون
نے ایک افسر سے کہہ دیا تھا کہ اگلے برس آج کی تاریخ برامکہ اور
ان کے اموال و املاک کو تمہیں قبضہ میں لینا ہوگا۔

۱۸۷۷ء ہجری میں ہارون حج سے لوٹا تو انبار کے مقام پر پڑاؤ کیا۔
جعفر بھی اس کے ساتھ تھا۔ ایک رات جُدا ہوئے تو ہارون نے
فضل کو سینے لگا کر اوداع کہا اور ایک آدمی کو چپکے سے روانہ
کر دیا کہ بغداد میں جا کر برامکہ کے گھروں کو نگاہ میں رکھو۔
جعفر نے اپنی قیام گاہ میں جا کر مجلس سرور گرم کی۔ وقتاً
وقتاً خلیفہ کے قاصد خیر خواہی اور خیریت طلبی کے پیغام لاتے رہے۔
جعفر شاداں و سرشار تھا۔ رات گزرنے والی تھی۔ اچانک ہارون
کا خادم آیا اور کہا، امیر المؤمنین نے تمہاری موت کا حکم صادر
فرمایا ہے۔ جعفر نے گھر والوں سے ملاقات کی اور وصیت کر کے
باہر آیا۔ اسے نہایت ذلت سے کھینچ کر ہارون کے پاس لے گئے۔
ہارون نے اسے ایک گندے کمرے میں بند کر دیا اور جلاد کو
اس کی گردن مارنے بھیجا۔ جعفر نے منتیں کر کے ٹالا کہ دوبارہ پوچھو،
شاید ہارون نے نشہ میں حکم دیا ہو۔ ہارون نے پھر وہی حکم دیا۔
اب کے بھی جعفر نے جلاد کو تحقیق کے لئے واپس بھیجا۔ ہارون ناراض
ہوا اور جلاد سے کہا کہ جعفر کا سر لاؤ ورنہ تمہارا سر منگوا لوں گا۔

لے جیشیاری لے جیشیاری ص ۲۲۶ لے مروج الذهب

اس نے جعفر کا سر اتار کر ہارون کے آگے ڈال دیا۔ رات نہایت سرد تھی۔ ہارون نے حکم دیا کہ بنو برمک جہاں کہیں ملیں انہیں گرفتار کر لو۔ چھوٹے بڑے سب قید میں ڈال دئے گئے یحییٰ اور فضل بھی قید ہوئے، فضل کو جیل میں بھیجنے سے پہلے سو کوڑے لگوائے۔ ہارون نے حکم عام صادر کیا کہ برامکہ اور ان کے پناہ دہندوں کے لئے کوئی امان نہیں ہے۔ ہارون نے جعفر کی لاش کے دو ٹکڑے کروائے اور بغداد کے دونوں پلوں پر آویزاں کر دئے۔ بعد میں انہیں جلوا دیا۔ یحییٰ کے بیٹے محمد کو خلیفہ نے امان دے دی اور کہا کہ یہ میرا خیر خواہ ہے۔ قید خانے برامکہ سے بھڑکیے اور ان کے گھر بار اجڑ گئے۔ یحییٰ نے دو برس بعد ۱۸۹ یا ۱۹۰ ہجری میں اور فضل نے چند مزید برس گزار کر قید خانہ میں وفات پائی۔ برامکہ کے بعد ہارون کی زندگی بھی بے کیف اور بے راحت ہو گئی۔ کہا کرتا تھا، کاش میں آدھی عمر اور آدھی سلطنت دے دیتا اور انہیں اپنے حال پر رہنے دیتا۔

ہارون الرشید کے تین بیٹے تھے:

محمد امین، عبداللہ (مامون) اور قاسم

ولی عہدی کا قصبہ

رموٹن (۱)۔ امین زبیدہ کے بطن سے تھا۔ مامون مراہل نوٹدی کا بیٹا تھا۔ موٹن کی ماں بھی نوٹدی تھی۔ اس کا نام تصف تھا۔ ہارون مامون کا بہت مداح تھا اور اسے جانشین کرنا چاہتا تھا لیکن بیوی زبیدہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر امین کو ولی عہد بنایا۔ ہارون کو

لے جشیار ابن کثیر ذکر سنہ ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۲ -

لے ابن کثیر ۱۰/۱۶۵ -

اپنے بیٹوں سے اتحاد کی توقع نہ تھی۔ اسے اندیشہ تھا کہ یہ حکومت کے لئے دست و گریباں ہوں گے چنانچہ ایک سفر میں ہارون نے کہا بھی تھا کہ میرے تینوں بیٹے میری زندگی کے سانس گن رہے ہیں۔ مجھے ان کے ہاتھوں روگ لگ گیا ہے۔ ہارون نے بیٹوں کو خانہ جنگی سے بچانے کے لئے ملک کو تین حصوں میں بانٹ دیا۔ خلافت و اقتدارِ اعلیٰ اور عراق و شام کے علاقے امین کو دئے۔ شرقی بلا و مامون کو ملے اور جزیرہ مع سرحدی علاقوں کے موٹن کے حصہ میں آیا۔ ہارون نے اس تقسیم کو تحریر کر کے امین و مامون اور وزراء و امراء کے دستخط کرائے اور اسے کعبہ میں محفوظ رکھ دیا۔

وفات ہارون کو بل کا مرض تھا۔ ایک سفر کے دوران طوس کے مقام پر وفات پائی۔ طوس کی ایک بستی سنا باز میں دفن ہوا۔

ہارون کے عہد پر تبصرہ

ہارون کے عہد کو ابتداء سے بنو عباس کا زرین دور شمار کیا جاتا ہے۔ خلیفہ لائق، مدبر اور صاحب ہمت تھا۔ اس کے علاوہ اتماع کا خوش ذوق اور خوش طبع تھا۔ دولت کی بے مثال فراوانی تھی پانچ کروڑ دینار فقط خراج کے وصول ہوتے تھے۔ اجناس اور مال غنیمت اس کے سوا تھے۔ اس زمانے میں جب کہ حکومت کے محکمانہ اخراجات بہت کم تھے خزانوں کا بھرپور ہوجانا

لے ابن اثیر ص ۲۰۷، ابن اثیر و ابن کثیر۔

لازم تھا۔ لیکن ہارون نے منصور کی طرح خزانوں پر قفل نہیں ڈالے۔
 دل کھول کر خرچ کیا۔ اس سے بڑھ کر داد و دہش برامکہ نے کی۔
 یہ سب دولت علمی، ادبی اور تمدنی تحریکوں پر اٹھ رہی تھی۔ اس
 لئے بغداد میں روز افزوں رونق اور گہما گہمی ہوئی۔ شہر تہذیب و
 ثقافت کا گوارہ بن گیا۔ منصور کے عہد میں تدین پر بہت توجہ
 رہی۔ وہ طنبورہ کا نام تک نہیں جانتا تھا۔ ہارون کو بھی مذہب
 کا خیال تھا۔ لیکن اس نے خوش وقتی کی بزم بھی جمائی۔ شراب
 کومند لگایا، نغمہ و رنگ میں دل دیا اور چوگان اور شطرنج وغیرہ
 میں حصہ لیا۔

ہارون ایک سال حج کو جاتا تھا اور ایک سال تنوار سنبھالے
 جہاد کے میدان میں اترتا تھا۔ ایک طرف عبادت گزاروں میں
 نام پایا اور دوسری طرف فازیوں کی صفِ اول میں کھڑا نظر آیا۔
 عوام میں محبوب ہونے کے لئے یہی دو وصف کافی تھے لیکن عجم کی
 سرزمین میں رہ کر وہ شعر و نغمہ اور بادہ کشی سے دور رہتا تو شاید
 ایک آدھ گروہ میں اس کا مقام کم ہوتا۔ البغرض ہارون خواص و
 عوام سب میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حق پرست
 علماء اس کے بعض افعال کو یقیناً اچھا نہیں جانتے ہوں گے لیکن
 اس کی تاجدارانہ عظمت کا کوئی بھی منکر نہ تھا۔ دولت کی ریل
 پیل تھی۔ خوش حالی اور خوش باشی کے دن تھے۔ دور و نزدیک
 کے علاقوں میں امن و امان تھا اس لئے زبانِ خلق نے فتویٰ دیا
 کہ ہارون کی حکومت بہترین اور خوب ترین ہے۔

ہارون بہت فیاض اور دریا دل تھا۔ مؤذنین، حفاظ اور
 فقہاء کے گرام قدر و وظائف مقرر تھے۔ جتنے اہل علم، نیکو کار

اور پریزگار لوگ رشید کے عہد میں تھے اتنے بعد کے کسی عہد میں نہ ہوئے۔

بغداد جو مرکز خلافت تھا عروج کے آخری نقطہ پر پہنچا۔ یہاں غریبی اور محتاجی کا قلع و قمع ہو گیا۔ ہاروں نے خزانوں کے منہ عوام پر کھول دئے۔ ہر روز اپنے مال سے علاوہ زکوٰۃ کے ایک ہزار درہم کا صدقہ دیتا تھا۔ بغداد دنیا کے اسلام کا تجارتی مرکز بھی تھا۔ اس لئے ہر طرف سے دولت سمٹ کر یہاں اکٹھی ہونے لگی۔ زندگی نے خوشی باشی کا وہ رنگ اختیار کیا جس کی ساحرانہ جھلک آج بھی الف لیلہ کی داستانوں میں ملتی ہے۔ بے شک اس میں تخریب کا پہلو بھی تھا لیکن یہ تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ ہارون الرشید کا عہد فارغ الہالی کے مرتبہ کمال پر تھا۔ مقصود کے بعد بغداد کی نظر فریب اور عالی شان عمارتوں میں برابر اضافہ ہوتا رہا تھا۔ وجہ کے دونوں طرف امراء کے خوش ناما محلات کھڑے تھے۔ براہکے کے قصر سب سے بازی لے گئے۔ جعفر نے جو محل بنایا اس پر اتنی دولت خرچ ہوئی کہ ہارون بھی بدگمان ہو گیا۔

الغرض بغداد اپنی وضع و ہیئت، زیب و زینت، خوش حالی اور خوش وقتی کے لحاظ سے ایک طلسماتی دور سے گزر رہا تھا۔ اس میں ہارون کی خوش انتظامی اور خوش ذوقی بہت حد تک کار فرما تھی۔

نظم و نسق | ہارون کے عہد میں ابتداء کچھ شورشیں ہوئیں لیکن ان کا سختی سے قلع و قمع ہوا۔ ۱۸۰ ہجری کے بعد ملک سے براہمنی اور بغاوت کے آثار تقریباً معدوم ہو گئے۔ ہارون کو رعایا کی بہبود و آسائش کی بہت لگن تھی۔ بارہا رات کو بھیس

بدل کر گلیوں میں پھرتا تھا۔ ایسے خلیفہ کے عہد میں امن ممکن
کا وجود مشکل تھا۔ اس نے اپنے حاجب کو حکم دے رکھا تھا کہ
جو عرض آئے اسے میرے سامنے پیش کرو۔

بارون الرشید نے عدالتی نظام بہتر کرنے کے
لئے چند نہایت کارآمد اقدام کیے مثلاً۔

عدلیہ

۱۔ قاضی القضاة کا عہدہ قائم کیا۔ تمام مملکت کے قاضی ایک محکمہ
میں منسلک ہو گئے۔ قاضی القضاة ان کا نگرانِ اعلیٰ تھا۔ وہ ان
کو ہدایات دیتا تھا اور ان کی کارگزاری کو زیرِ نگاہ رکھتا تھا۔
خلیفہ قاضیوں کا تقرر اسی کے مشورہ سے کرتا تھا۔ اس عہدہ
کی خوش قسمتی دیکھئے کہ سب سے پہلے امام ابو یوسف نے
اسے زینت دی۔ ان کی کتاب جامع القضاة رہنمائی کا کام
دیتی تھی۔

۲۔ قاضیوں کا مخصوص لباس تجویز ہوا تاکہ وہ عوام سے ممتاز رہیں۔
۳۔ بارون الرشید سے قبل عدالتی ریکارڈ کی حفاظت کا خاص اہتمام
نہ تھا۔ اب زیرِ سماعت مقدموں کو ہر کردہ صندوقوں میں رکھنے
کا بندوبست ہوا۔

قاضی کے انتخاب میں بارون الرشید کی نظر کس قدر صائب
تھی اس کا اندازہ اس مثال سے کیجئے کہ ایک دفعہ اس نے ایک
شخص کو قاضی بنانا چاہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں فقیر
نہیں۔ بارون نے کہا، تم میں شرف ہے اس لئے گھٹیا
پن سے بچتے رہو گے۔ دوسرے تم حلیم ہو اس لئے مجلت نہ
کرو گے۔

۱۰ تاریخ القضاء فی الاسلام ابن عرنوس۔

اور جو شخص جلد باز نہیں ہوتا وہ غلطیاں کم کرتا ہے۔ تیسرے تم مشورہ کرتے ہو۔ ایسے شخص کے فیصلے اکثر درست ہوتے ہیں۔ رہا فقہ تو کسی فقیر کو تمہارے ساتھ کر دیا جائے گا۔ اسی قاضی کے دوران منصب کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔

فوج ہارون کو جہاد میں جو بصیرت حاصل تھی وہ اور کسی عباسی تاجدار میں نظر نہیں آتی۔ رومیوں سے اس کے ہٹے ہوئے معرکے ہوئے۔ اس مقصد کے لئے ہارون نے لشکر کا خاطر خواہ اہتمام کیا۔ اسلحہ کا اس قدر شاندار ذخیرہ ہم پہنچایا کہ اس میں دس ہزار تلواریں تو ایسی تھیں جن پر سونا چڑھا ہوا تھا۔ ہارون کو جہاد میں حصہ لینے کا بہت شوق تھا۔ ہر دوسرے سال رومی محاذ پر جا کر شرکت کرتا تھا۔ اس نے رومی پیش دستی کا استیصال کیا اور حریفوں کے سر جھکا دیے۔

سرحدی استحکام ہارون نے سرحدوں کو بیش از پیش مضبوط کیا۔ اس سلسلہ میں اس نے مندرجہ ذیل اقدام کیے :-

- ۱۔ جزیرہ اور شام کی سرحدوں کو ملا کر ایک الگ ولایت یعنی صوبہ بنایا تاکہ ان کا انتظام بخوبی ہو سکے۔ اس ولایت کا نام اس نے عوام صم رکھا۔
- ۲۔ سرحدوں پر اسلامی آبادی بڑھائی۔ رومیوں کے مقابلہ میں طرسوس کے سرحدی شہر کی تعمیر و آبادی کی ضرورت مدت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ ہارون نے ۱۷۲ھ میں اس ضرورت کو پورا کیا۔

کتاب عیون الاخبار ۱۔ ۲۲ صفحہ الامون شبلی صفحہ بلاذری۔

اس کے لئے اس نے مصیصہ، مرعش، عین ذریہ اور ہارونیر
وغیرہ کے سرحدی شہر آباد کیے اور کئی قلعے بنوائے۔

عباسی حکومت جب سے قائم ہوئی تھی خراج اور
مالیات

لگان کا درو بست عمدہ تھا۔ ہارون کے عہد میں صیفہ
مخاض کا انتظام اور بھی بہتر ہوا۔ قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج
لکھی جو اپنے فن میں لاجواب ہے۔ یہ حکمہ مال کے اہل کاروں کے
لئے ایک دستور نامہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے بدولت تمام
مملکت میں مال گزاری کے قواعد یکساں ہو گئے اور بدعنوانیوں کا
احتمال بہت گھٹ گیا۔

ہارون حج بیت اللہ کا بہت دلدادہ تھا۔ ایک دفعہ
رفاہ عامہ

اس نے پیدل حج کیا۔ اس مقصد کے لئے مکہ کی
راہ ہموار کی گئی۔ جا بجا نہروں اور حوضوں وغیرہ سے پانی کا انتظام
ہوا۔ مکہ اور مدینہ کے شہروں میں بھی اس نے آب رسانی کا عمدہ بندوبست
کیا۔ اس سلسلہ میں اس کی بیوی ملکہ زبیدہ کا کارنامہ خاص طور سے
قابل ذکر ہے۔ اس نے حجاز میں ایک بارہ میل لمبا چشمہ کھدوایا۔ اس
کا نام عین المشاش تھا۔ اس کا پانی مکہ میں آیا۔ اس کے رستہ میں
گھاٹیوں اور پہاڑیوں کی کئی ٹکڑوں میں آتی تھیں۔ زبیدہ نے زبرد کثیر خرچ
کر کے چشمہ کو ان میں سے گزروایا۔ یہ چشمہ اب بھی نہر زبیدہ کے نام سے موجود ہے۔
ہارون الرشید کے عہد میں پہلی بار شفا خانوں کا ایک
محکمہ صحت

سہ باذری۔ مسعودی ذکر قاہر باللہ

سلا الامامۃ والبیانۃ۔ مسعودی حال قاہر باللہ۔

بہت سرپرست تھے۔ انھوں نے متعدد ہسپتال بنوائے۔ ان میں کثیر عمدہ کام کرتا تھا۔ ایک ایک ڈاکٹر کے تحت کئی شفا خانے ہوتے تھے۔ ان سب کا نگران اعلیٰ رئیس الاطباء کہلاتا تھا۔

علم و حکمت بنو عباس کا خانوادہ شروع سے علم و حکمت کا شیدا تھا۔ ہارون نے یہ وصف وراثتہ پایا اور اسے

بڑھایا۔ جس علمی حرکت کا آغاز منصور نے کیا تھا ہارون نے اسے کمال تک پہنچایا۔

شعراء، ادباء اور فقہاء کی طرف ہارون کا طبعی میلان تھا۔ ایک بار نابینا عالم کو دعوت پر بلایا اور اسی کے ہاتھ خود دھوائے۔ حضرت امام مالک سے موٹا سننے کے لئے مدینہ حاضر ہوا۔ علماء کی مجلسوں کا اس قدر فریفتہ تھا کہ بھیس بدل کر خود ان کی محفلوں میں جا پہنچتا تھا۔

ہارون نے علمی ذوق کی پرورش کے لئے نہایت عمدہ ماحول پایا۔ ایک تو بغداد کا شہر جس کی فضا میں ہی علم کی بے تاب روح سے معمور تھیں۔ اس کے علاوہ قاضی ابو یوسف، خاندان برامکہ اور ملکہ زبیدہ، سب علم کے سرگرم خادم تھے۔ برامکہ نے بے اندازہ دولت کمائی لیکن علم و ادب کی سرپرستی میں اڑادی۔ جعفر کو قتل کرنے سے پہلے ہارون نے اسے کوڑوں سے پٹوایا اور دولت حوائے کرنے کو کہا لیکن اس کا گھر سونے چاندی کی ٹھیکریوں سے خالی تھا۔ ملکہ زبیدہ کی علم پرستی کا یہ حال تھا کہ اس کی سونٹیاں تھیں اور وہ سب

سے رسائل ثنی بحوالہ طبقات الاطباء لہ الفخری سے تاریخ الخلفاء سیوطی۔
سے الامامۃ والسیاستہ سے جشیاری۔

حافظِ قرآن تھیں۔ ہارون نے اربابِ علم کی قدر افزائی کی اور ان کو مال و دولت سے خوب نوازا۔

ہارون نے ملک ملک سے علماء و حکماء کو بلایا۔ اس باب میں مذہب و ملت کا کوئی فرق نہ کیا۔ منگہ طبیب کو ہندوستان سے منگوا یا۔ ^{نیکیتوس} بن جور جیسے اس کا شاہی طبیب عیسائی تھا۔ یہ عہدہ اس کے بعد اس کے بیٹے جبریل کو ملا۔ باپ بیٹا دونوں رئیس الاطباء رہے۔

بیت الحکمت :- منصور نے اپنے عہد میں غیر ملکی کتابوں کا ترجمہ عربی میں شروع کرایا تھا۔ ہارون نے اسے ایک ادارہ کی حیثیت دی اور ترجمہ کا ایک محکمہ قائم کیا جو بیت الحکمت کہلایا۔ یہ ایک وسیع کتب خانہ اور متعدد ترجمہ نگاروں پر مشتمل تھا۔ کتب خانہ کو خزانۃ الحکمت کہتے تھے۔ اس کا افسر اعلیٰ جو ایک بلند پایہ عالم ہوتا تھا امین خزانۃ الحکمت کہلاتا تھا۔ ہارون کے عہد میں بیت الحکمت میں عظیم پیمانہ پر کام ہوا۔ ایشیائے کوچک کی فتوحات کے دوران بے شمار یونانی کتابیں اس کے ہاتھ آئیں۔ ان کو سنبھال کر ساتھ لایا اور خزانۃ الحکمت میں داخل کیا۔ اور ان کو عربی کا جامہ پہنوا یا۔

بیت الحکمت کا سب سے پہلا امین ایک عیسائی طبیب یوحنا بن ماسویہ تھا۔ اس نے کئی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ ہارون نے ہندوستان سے بھی بعض طبیب منگوائے جنہوں نے

۱۔ ابن کثیر ۲۰۶ ص ۲۸۷ رسائل شمس

۲۔ ابن الندیم۔ ابن العبری۔

منکرت کی کتابوں کو عربی میں منتقل کیا۔ ان میں منکد طبیب بہت مشہور تھا۔ یہ برامک کے ہسپتال کا ناظم اعلیٰ تھا۔

صنعت و حرفت | ہارون کے عہد میں صنعت کے بعض

گوشے اچانک ترقی کی اس قدر بلندی پر نظر آتے ہیں کہ عقل و ناک رہ جاتی ہے۔ ہارون الرشید نے شارمین شہنشاہ فرانس کو ایک گھڑی تحفہ بھیجی۔ اس میں چھوٹے چھوٹے بارہ دروازے تھے۔ ہر گھنٹہ کے گزرنے پر گھنٹوں کی تعداد کے موافق دروازے کھلتے تھے۔ اور اسی تعداد کے موافق تانبے کی گولیاں ایک آہنی توعے پر گر کر آواز دیتی تھیں۔ یہ دروازے برابر کھلتے رہتے تھے یہاں تک کہ جب دور پورا ہو جاتا تھا تو بارہ سوار دروازوں سے نکل کر گھڑی کی بالائی سطح پر چکر لگاتے تھے۔

تجارت | دنیا کی بین الاقوامی تجارت اموی عہد سے مسلمان تاجروں کے ہاتھ میں تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا اسے

ترقی ملتی گئی۔ ہارون کے عہد تک بغداد تجارتی لحاظ سے نہ صرف اسلامی مملکت کا دل تھا بلکہ عالمی تجارت کا بھی مرکز تھا۔ دور و دراز خطوں کی خام اشیاء مصنوعات اور دولت امنڈ کر اس شہر میں جمع ہونے لگی۔ سیاحت کا افق پھیلا اور تہذیب و تمدن کا چہرہ روشن ہوا۔

تاریک پہلو | ہارون الرشید کے عہد کا جائزہ لیتے وقت ایک تاریک بین نگاہ یہ دیکھ کر ٹھٹک جاتی ہے کہ زندگی

کی رعنائیوں میں تخریب کے کارندے بھی پوشیدہ تھے۔ جس عیش و عشرت کی بنا ہارون نے رکھی اس نے اس کے خانوادہ کو بہت جلد

۱۷ رسائل شبلی ص ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶

ڈبو دیا۔ امین ہارون کا بہت لاڈلا تھا۔ اس نے جس انداز سے حکومت کی اگر مامون سامنے نہ آتا تو عباسی حکومت کے فوری خاتمہ میں کوئی کسر باقی نہ رہی ہوتی۔ ہارون نے شاہی محلات کو نشاط کے گہوارے بنا کر بعض پہلوؤں سے ملک و ملت کو شدید نقصان پہنچایا اس صاحب اقبال تاجدار کی سیرت میں روشن اور تاریک پہلو دونوں پوری قوت سے جلوہ گر ہیں۔

مخبر حیدر یا اسلم

یا ۹۱۶ ۸۰ ۲۵

محکم دلائل سے مزین
 و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل
 مفت آن لائن مکتبہ

۹۱ تا ۹۱

محمد الامین

۱۹۳ تا ۱۹۸ھ

۶۸۰۸ تا ۶۸۱۳

ہارون کے بعد محمد الامین کی بیعت ہوئی۔ امین ملکہ زبیدہ کے
 بطن سے تھا جو ہارون الرشید کے چچا کی بیٹی تھی۔ امین نے ۱۷۰
 ہجری میں رصافہ میں ولادت پائی تھی۔
 امین بچے پر وا اور شوقین مزاج تھا۔ او ولعب اور خوش وقتی
 کا قائل تھا۔ نہایت فیاض تھا۔

ہارون کو اپنے بیٹوں سے
 یگانگت کی توقع نہ تھی اس
 لیے وہ ان کے مناصب کی تقسیم خود ہی کر گیا تھا لیکن اس کی
 پیش بندی نے کچھ کام نہ دیا۔ اس کے آنکھ بند کرتے ہی امین

امین اور مامون کی ناچاقی

اور مامون کے درمیان اختلاف نے سراٹھایا جس نے بڑھتے بڑھتے جنگ کی سورت اختیار کر لی۔ امین کا وزیر فضل بن ربیع تھا اور مامون کا مشیر باتدبیر ذوالر یا ستیں فضل بن سہل۔ انھوں نے بھائیوں کے درمیان آگ بھڑکانے کی تا بڑ توڑ کوششیں کیں۔ اگر یہ دونوں وزیر صلح جو یا نہ روش اختیار کرتے تو حالات رو بہ اصلاح ہو جاتے لیکن انھوں نے اپنے مفاد کی خاطر ہارون اعظم کے بیٹوں میں تلوار چلا دی۔

اختلاف کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہارون نے مامون کی دل جوئی کے لئے مرنے سے پہلے حکم دیا کہ میرا ذاتی سامان، اسلحہ اور گھوڑے وغیرہ مامون کے پاس بھیج دئے جائیں۔ امین کو اس حکم کی خبر ہوئی تو بُرا مانا۔ اس وقت ابن ربیع ہارون کے ساتھ تھا۔ اس نے امین کے حکم سے یہ سب اشیاء بغداد پہنچا دیں۔ مامون خراسان میں تھا۔ اسے خبر لگی تو رنجیدہ ہوا لیکن تحمل سے کام لیا۔ امین کو اطاعت کا خط لکھا اور تحائف روانہ کیے۔ امین نے مامون اور مؤمن دونوں کی ولایت ان کے علاقوں میں تسلیم کر لی۔

۱۹۲ ہجری میں امین نے اپنے بھائی مؤمن کو جزیرہ سے معزول کر کے بغداد بلا لیا۔ یہ اقدام ہارون کے طے کردہ عہد نامہ کے خلاف تھا۔ مامون کا ماتھا ٹھنکا کہ کسی دن میری سبکدوشی بھی ہو جائے گی۔ اس نے خراسان میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کی شروع کر دی۔ قیام حق، احیائے سنت اور استیصال مظالم کی طرف توجہ کی۔ سرداران قبائل کی دل جوئی کی اور ان کے مراتب بڑھائے

۱۰ ابن ایثر۔ ابن کثیر۔

خراج کا چوتھائی حصہ معاف کر دیا۔ لوگ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ماموں ہمارے نبی کا چچرا بھائی اور ہمارا بھانجا ہے یہ فضل بن ربیع کو ماموں ناپسند کرتا تھا۔ اسے خدشہ ہوا کہ اگر خلافت کسی روز ماموں کے ہاتھ آئی تو مجھے الگ کر دے گا اس لئے وہ ماموں کو ولی عہدی سے ہٹانے کے لئے فکر کرنے لگا۔ امین کو پٹی پڑھائی کہ اپنے بیٹے موسیٰ کو ولی عہد نامزد کر دو۔ امین نے شرع میں ہامی نہ بھری لیکن پھر مان گیا۔ اور موسیٰ کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ ماموں کو علم ہوا تو امین سے مراسلت ترک کر دی۔ اس کا نام سکوں پہ کندہ کرنا چھوڑ دیا اور کھلم کھلا اختلاف کا اظہار کیا۔

اس اثناء میں رافع بن لیث اور ہرثمہ دو جرئیل ماموں سے ملحق ہو گئے۔ امین کو برا لگا۔ اس نے ماموں کو خط لکھا اور سر کردہ امراء کو سفیر کر کے بھیجا کہ موسیٰ کی ولی عہدی تسلیم کرو۔ ان میں سے ایک نے ماموں کی بیعت کر لی اور بغداد جا کر ماموں کے لئے خضیہ خبر رسائی کا کام کرنے لگا۔ اس کے بعد امین نے ماموں سے کچھ علاقہ طلب کیا۔ ماموں نے اس سے بھی انکار کیا۔ اب امین نے ماموں کے پاس تحفے بھیج کر اسے بلا بھیجا۔ ماموں تیار ہو گیا کیونکہ اس میں مقابلہ کا حوصلہ تھا۔ لیکن اس کے امراء نے ہمت بندھائی اور جانے سے منع کیا۔ ماموں نے امین کو تحریر کیا کہ والد ماجد نے مجھے اس صوبہ میں مقیم کیا تھا تا کہ سرحدوں کی

۱۔ ابن اشبر، ۲۔ ابن کثیر، ۳۔ ابن کثیر، ۴۔ ابن اشبر۔

حفاظت کروں۔ میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ فضل بن ربیع کے لئے
 تادیر موقع تھا۔ اس نے امین کو اکسا کر مامون کی ولی عہدی
 کی منسوخی کا اعلان کرا دیا۔ امین اور مامون کے درمیان طویل
 خط و کتابت ہوئی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ مامون نے تیاریاں
 تیز تر کر دیں اور ناکے بند کر دئے تاکہ جاسوسی نہ ہو سکے۔
 مامون نے آس پاس کے سرحدی بادشاہوں کے ساتھ دوستی
 کے معاہدے طے کر لئے۔ امین نے کعبہ سے اردن کا وصیت
 نامہ منگوا کر چاک کر دیا اور اعلان کیا کہ وہ سب کے جن پر
 مامون کا نام ہے غیر قانونی ہیں۔ آئندہ خطبات میں مامون کا
 نام نہ لیا جائے۔ ادھر مامون نے بھی امام المؤمنین کا لقب
 اختیار کر لیا۔

امین اور مامون کے درمیان جنگ

پہلی فوج:
 امین نے

۱۹۵ ہجری میں علی بن عیسیٰ کو چالیس ہزار کا آراستہ لشکر دے
 کر مامون کے خلاف بھیجا۔ روانگی سے قبل زبیدہ لشکر میں آئی اور
 علی بن عیسیٰ کو نصیحت کی کہ مامون کو گرفتار کرنے بعد اس کے ساتھ
 تعظیم و تکریم سے پیش آنا۔ اسے تقریبی بیڑی دی کہ مامون کو اس میں
 باندھ کر احترام سے لانا۔ رے کے مقام پر مامون کے جنرل طاہر
 بن حسین نے چار ہزار لشکر کے ساتھ سامنا کیا۔ بغدادی فوج کو خراسانی
 فوج کے سامنے ٹھہرنا مشکل تھا۔ خراسانی ایک تو بغداد کی شہری فوج

۱۔ ابن اثیر۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔
 ۲۔ ابن کثیر۔ ابن کثیر۔

کے مقابلہ میں زیادہ بہادر اور سخت جان تھے اور دوسرے انھیں مامون سے سچی ارادت تھی۔ بغدادی فوج بھاگی اور علی مارا گیا۔ امین پھلی کا شکار کر رہا تھا کہ یہ خبر پہنچی۔ سن کر قاصد سے کہا، تمھارا بڑا ہو، مجھے نہ پھیرو۔ کوثر (غلام) نے دو پھلیاں شکار کر لی ہیں اور میں نے ایک بھی نہیں پکڑی۔ بعد میں امین نے جب دیکھا کہ شکست نے بغداد میں اضطراب پیدا کر دیا ہے تو ہوش آٹے اور عمدہ شکرینی پر نادم ہوا۔

دوسری فوج (۱۹۵ھ)

امین نے اب ایک اور لشکر بھیجا جس کی تعداد بیس ہزار تھی۔ اس کا سالار عبدالرحمن بن جلد تھا۔ طاہر بن حسین سے ہمدان کے قریب ایک شدید جنگ ہوئی۔ دونوں طرف سے کثیر جانیں ضائع گئیں۔ بغدادی فوج نے بزدلی دکھائی۔ عبدالرحمن بن جلد بھاگ کر ہمدان میں پناہ گیر ہوا۔ مختصر سے محاصرہ کے بعد عبدالرحمن نے صلح کی التجا کی۔ طاہر نے اسے امان دے دی۔ عبدالرحمن بغداد کا قصد کر کے روانہ ہوا لیکن پھر خراسانی فوج کو غافل دیکھ کر اس پر حملہ کر دیا اور بہت لوگ مارے گئے۔ خراسانیوں نے مقابلہ پر تلوار اٹھائی تو بغدادیوں کے قدم جم نہ سکے۔ عبدالرحمن کام آیا اور اس کے سامنے بھاگ گئے۔

فراری فوج شہر میں آئی تو پھل مچ گئی اور نظام متزلزل ہونے لگا۔ طاہر نے امین کے عمدہ داروں کو قتر دین اور اس کے اطراف سے نکالی دیا۔ وہاں کے کارندوں نے کام سنبھالا اور اس کی طاقت

۱۰ ابن کثیر

۱۰ ابن کثیر

بڑھ گئی۔ ادھر شام میں اچانک بغاوت ہو گئی۔ امین کو اس کی سرکوبی کے لئے لشکر کشی کرنی پڑی۔

ان حالات میں بھی امین نہ گھبرایا اور برابر خوش وقتی اور نادانوش میں مصروف رہا۔ فضل بن ربیع جھنجھلا اٹھا۔ اس نے ایک عرب سردار اسد بن مزید کو بلایا۔ فضل کی آنکھیں اس وقت غصہ سے انگارہ تھیں۔ اس نے اسد سے کہا کہ موت لشکروں پر سوار ہو کر امین کی طرف آ رہی ہے اور مصیبت نيزوں کی اینیوں اور تلواروں کی دھاروں کی صورت میں چلی آتی ہے لیکن امین ابھی نیند سو رہا ہے اور ادھر اس کا بھائی مامون دوڑ بٹھے تاک تاک کر تیرشاہ پر پھینک رہا ہے۔ اسے اسد ہم لیکتے کی دو شاخیں ہیں۔ ہم پختہ رہے تو تہ بھی مضبوط رہے گا۔ ورنہ امین کے ساتھ ہم بھی ہلاک ہو جائیں گے۔ مجھے تجھ پر بھروسہ ہے۔ تم مامون کے مقابلہ میں تیار ہو جاؤ۔ ربیع اور اسد دونوں امین کے پاس گئے۔ اسد نے رائے دی کہ اگر مامون اطاعت نہ کرے تو اس کے دونوں بیٹے جو اس وقت بغداد میں امین کے پاس ہیں قتل کر دئے جائیں۔ امین کی حمیت نے جوش کھایا اور اسد سے کہا کہ میں تمہیں رفعت دلا رہا ہوں اور تم مجھے اپنے کنبہ کو ذبح کرنے کا سبق پڑھاتے ہو۔ امین نے اسد کو قید میں ڈال دیا اور پھر اس کے چچا احمد بن مزید کی سفارش پر رہا کیا۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امین کے دل میں اپنے بھائی کے خلاف عداوت تھی بھی تو دیوانگی کی حد تک نہ تھی۔ ایک تو وہ طبعاً ابالی تھا اور دوسرے یہ دیکھ کر کہ متاثرہ بھائی سے ہے

سے ابن کثیر۔ ابن اثیر

اس نے گھبراہٹ کا اظہار نہ کیا۔ جنگی تیاریوں میں فضل بن ربیع کا ہاتھ کام کر رہا تھا جسے امین سے زیادہ اپنی گردن کی فکر تھی۔
تیسری فوج:

امین نے احمد بن مزید اور عبد اللہ بن قحطیبہ کو بیس بیس ہزار کے دو لشکروں کے ساتھ روانہ کیا۔ امین کی یہ فاش غلطی تھی کہ ایک ہی فوج پر دو الگ الگ سردار مقرر کئے۔ طاہر بن حسین نے اس دونوں سے خوب فائدہ اٹھایا۔ طاہر اس وقت حلوان میں تھا۔ شاہی فوج قریب آئی تو اس نے اپنے گرد خندق کھود لی اور سر میدان آنے کے بجائے انھیں دھوکے سے شکست دینے کی سوچی۔ اس نے شاہی کیمپ میں جاسوس روانہ کیے تاکہ دونوں سرداروں اور فوج کے درمیان پھوٹ پیدا کریں۔ انھوں نے طرح طرح کی افواہیں پھیلائی جن میں سے ایک یہ تھی کہ امین نے اپنے ملازموں میں تختواہیں تقسیم کر دی ہیں اور ان کی شرحیں بہت بڑھادی ہیں۔ اس افواہ سے نہ صرف فوج میں بلکہ سالاران لشکر میں بھی نزاع پیدا ہو گئی اور باہم تلوار چل گئی۔ نتیجہ یہ کہ دونوں امیر طاہر سے جنگ کیے بغیر واپس چلے گئے۔

مامون ابھی تک امام المومنین کہلاتا تھا۔ اب اس نے خلافت کا دعویٰ کیا اور امیر المومنین کہلانے لگا۔ اس نے طاہر کے علاوہ ہرثمہ بن اعین کو بھی امین کے خلاف مامور کیا۔ یہ دونوں سالار

۱۔ ابن اشیر۔ ابن کثیر
۲۔ ابن اشیر۔
۳۔ ابن کثیر۔

نہایت تیز رفتاری سے امین کے علاقے زیر نگیں کرتے ہوئے آگے بڑھے۔

مامون کی حریم میں بیعت :- مکہ کے عامل داود بن علی نے عمائد ملت کو اکٹھا کر کے کہا کہ ہارون نے اپنے بیٹوں کے حق میں ہماری بیعت لی تھی اور قرار داد کعبہ میں محفوظ رکھ دی تھی لیکن امین نے عہد شکنی کی اور اپنے دودھ پیتے بچے کی ولی عہدی کا اعلان کر دیا۔ اس نے اللہ کی نافرمانی کی ہے لہذا ہماری اطاعت کا حق دار نہیں۔ سب نے اس سے اتفاق کیا۔ امین کی بیعت فسخ کر دی اور مامون کی اطاعت کر لی۔

بغداد کا حال :

امین کی پے در پے ناکامیوں کو دیکھ کر بغداد کی ایک کثیر آبادی نے اس سے سرکشی کی اور مامون کے حق میں ہو گئے۔ بغداد کے گلی کوچوں میں جنگ چھڑ گئی۔ عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ نے امین کو حراست میں لے لیا اور اس کی ماں زبیدہ کو کوڑوں سے پٹوایا۔ لیکن فوج نے امین کا ساتھ دیا اور اسے رہا کر کے زمام اختیار سوئی۔ چند روز بعد فضل بن ربیع فرار ہو گیا۔

امین بغداد کی شورشوں میں گرفتار تھا اور طاہر امین کے صوبوں پر قبضہ کیے جا رہا تھا۔ امین کے تصرف میں بہت کم علاقے رہ گئے۔ طاہر نے بغداد کا رخ کیا اور ضرضرندی کے کنارے جہم زن ہوا۔ امین نے اس کو روکنے کے لئے یکے بعد دیگرے کئی لشکر بھیجے لیکن ناکام رہے۔

۱۔ ابن اثیر ۲۔ ابن کثیر ۳۔ ابن اثیر ۴۔ ابن کثیر ۵۔ ابن اثیر۔

۱۲۷ ہجری میں طاہر اور ہرثمہ نے بغداد کو گھیرے میں لے لیا
شہر کے باہر بمخفیہ نصب کیں اور اندر جاسوسوں اور کارندوں کو
بھجا کہ امین کے خلاف بے چینی پھیلائیں۔ جگہ جگہ فتنے بھڑکنے لگے
امین کے حامیوں اور مخالفوں میں جھڑپوں کا دروازہ کھل گیا۔ شہر
کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ نوٹ مار عام ہو گئی یہاں تک کہ بھائی
کی تلوار بھائی کی گردن پر چلنے لگی۔

امین پر حصار کا دائرہ تنگ ہوتا گیا۔ اس کے لشکر ایک
ایک کر کے بھاگنے اور طاہر کے پاس پناہ لینے لگے۔ امین کی
نقدی ختم ہو گئی۔ سرکاری سامان بیچنا شروع کیا اور سونے چاندی
کے سکے ڈھلوائے۔ جب بہت مایوس ہوا تو جانے کس مصلحت
سے گراں بہا محلات اور مکانات کو نذر آتش کرنے کا حکم دیا۔
ادھر طاہر نے بھی بیرونی علاقوں میں یہی کارروائی شروع کی۔
یوں معلوم ہوتا تھا کہ بغداد راگھ کا ڈھیر ہو جائے گا۔
طاہر نے اعلان کیا کہ جو شخص مامون کی بیعت کرے گا اس
کو امان حاصل ہوگی۔ چیدہ چیدہ امراء اور عوام نے اس کا رخ
کرنا شروع کیا۔ جو محلے اس کے قبضہ میں تھے وہاں امن و
امان بحال ہو گیا تھا۔ اس لئے لوگ اس کی طرف اور راغب
ہونے لگے۔

محاصرہ پر تقریباً ایک برس گزر گیا۔ امین کی تنگ دستی اور
تنگ حالی حد سے گزرنے لگی۔ ایک دن امیروں اور مشیروں
کو اکٹھا کیا۔ پوچھا کہ اب کیا کیا جائے۔ بحث و تمحیص کے

سے ابن کثیر، ابن کثیر، ابن کثیر، ابن کثیر۔

بعد فیصلہ ٹھہرا کہ امین ہرثمہ کے پاس پناہ لے۔ ہرثمہ کو پیغام بھیجا گیا تو اس نے بخوشی منظور کیا اور قول دیا کہ فلاں رات امین کو خود لینے آؤں گا۔ امین نے مقررہ وقت پر خلافت کا لباس زیب تن کیا بیٹوں کو بلا کر سینے لگایا اور آنسو پونچھتا ہوا محل سے نکلا۔ ہرثمہ پیشوائی کو موجود تھا۔ اس نے اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لیا۔

ظاہر کو اس منصوبہ کا علم ہو گیا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ امین میری فوج کے علاقہ میں ہے اور میرے محاصرہ سے عاجز آ کر امان کا طالب ہوا ہے۔ اب اگر وہ ہرثمہ کی پناہ اختیار کرے تو فتح ہرثمہ کے حصہ میں آئے گی۔ ظاہر چند آدمی لے کر موقع پر پہنچا اور کشتی پر پھتر برسا کر اسے غرقاب کر دیا۔ امین بڑی مشکل سے تیرتا ہوا کنارے لگا۔ چند سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے ایک مکان میں بند کر دیا وہ نیم عریاں حالت میں تھا۔ خوف اور دہشت سے اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ آدھی رات کے بعد ظاہر کے بھیجے ہوئے آدمی اسے قتل کرنے آئے۔ امین اٹھا اور کہنے لگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کیا میرا کوئی فریاد رس نہیں؟ اس نے سر ہانہ اٹھا کر اپنی ڈھال بنایا اور قاتلوں کو روکنا چاہا۔ انھوں نے اسے زخمی کر کے گرایا اور سر کاٹ کر الگ کر دیا۔ امین کے قتل کے بعد شہر میں امین ہو گیا۔ لوگوں نے مامون کی بیعت کر لی۔

امین کا سر ظاہر کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے نیزہ پر گاڑ کر ایک دروازے کے پاس نصب کیا۔ اس کے بعد اسے مامون کے پاس روانہ کیا۔ مامون دیکھ کر سجدہ شکر بجالایا لیکن اس کے

سے ابن کثیر ابن اثیر۔ لکھ ابن کثیر۔

دل میں طاہر کے خلاف گرہ پڑ گئی کیونکہ مامون نے امین کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔

افضل بن ربیع امین کو موت کے حوالے کر کے ردپوش ہو گیا۔ مامون نے اسے امان نامہ لکھ بھیجا۔ جب وہ اس کے پاس حاضر ہوا تو معاف کر دیا لیکن فضل کے بگڑے دن سنو نہ سکے۔ وہ ۲۰۸ ہجری میں گناہی کی موت مر گیا۔

مامون اور امین کی خانہ جنگی کے نتائج | مامون اور امین کی خانہ جنگی کے

مندرجہ ذیل نتائج تھے۔

۱۔ بغداد کے شہر کو بے اندازہ نقصان پہنچا۔ کتنے ہی گھر خاک سیاہ ہوئے اور گھرانے بربادی کی آفوش میں چلے گئے۔
۲۔ خلیفہ کو گرفتار کر کے نہایت بے دردی سے ذبح کیا گیا۔ اس سے خلافت کی بہت بے رعبی ہوئی۔
۳۔ فضل بن سهل خلیفہ پر حاوی ہو گیا۔ اسے بہت مدت تک کاروبار حکومت سے جدا رکھا۔ جگہ جگہ بغاوتیں رونما ہوتے گئیں۔

۴۔ فضل بن سهل عجمی تھا۔ اس کے دم سے عجمیت کا فروغ شروع ہوا اور عربوں کی قومیت اور تہذیب کا وقار گھٹنے لگا۔

۵۔ علویہ کی قدر افزائی ہوئی۔ عجم کے لوگ اہل بیت کے بہت معتقد تھے۔ ان کی برتری کے ساتھ اہل بیت کی قدر و منزلت

۱۔ ابن کثیر۔ ۲۔ ابن کثیر سنہ ۲۰۸۔

بھی بڑھی۔ مامون نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا ولی عہد
نامزد کیا۔

Muhammad
Rafique Engrs
is a student.



عبداللہ المامون

۱۹۸ھ تا ۲۱۸ھ

۶۸۱۳ تا ۶۸۳۳

ابتدائی حالات | امین کے قتل کے بعد مامون حکومت پر قابض ہوا۔ مامون ۱۷۰ ہجری میں ایک بونڈی مراحل نام کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ جس رات وہ عالم وجود میں آیا اس رات ہادی نے وفات پائی اور مامون کے باپ ہارون کو خلافت کا مردہ ملا۔

مامون نے متعدد علوم میں دستگاہ پیدا کی تھی۔ قرآن حکیم کا حافظ تھا۔ حدیث اور فقہ کے علاوہ نحو، عربیت، علم الکلام اور علم نجوم میں بھی کمال رکھتا تھا۔ اس کو خوش قسمتی سے جوہر برہمنی ایسا اتالیق میسر ہوا جس نے اس کی قدرتی استعداد کو ثابت

اور اہلیت کے انتہائی درجہ تک پہنچا دیا۔

مامونی حکومت کا پہلا دور

مامون کے عہدِ حکومت کو ہم دو حصوں میں تقسیم کریں گے۔ پہلا دور ۱۹۸ تا ۲۰۲ ہجری تک ہے۔ ان دنوں مامون خود خراسان کے مرکز مرو میں مقیم رہا اور سلطنت میں ہر طرف فتنوں کے جھکڑ چلتے رہے۔ دوسرا دور قیام بغداد کا ہے۔ یہ امن اور تعمیر کا دور ہے۔ مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل کی مدد سے حکومت حاصل کی تھی اس لئے اس کا بہت مرہون احسان تھا۔ اسے ذوالریاستین کا لقب دیا اور بعض بڑے بڑے صوبے اس کے تصرف میں دے دیئے۔ ذوالریاستین کے معنی ہیں دو ریاستوں والا۔ یعنی ریاستِ عرب (امارتِ فوج) اور ریاستِ تدبیر (وزارت) دونوں کا مالک ہے۔ فضل بن سہل سیاہ و سفید کا مالک تھا۔ اس کی کوشش رہی کہ مامون مرو ہی میں بیٹھا رہے اور اسے امورِ حکومت کی کوئی اطلاع نہ ہو۔ مامون نے تقریباً چار برس یہیں اقامت رکھی۔ فضل اس اثناء میں من مانی کارروائیاں کرتا رہا۔ فضل کی خود سری کی وجہ سے لوگ اسے پسند نہیں کرتے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ عوام میں مشہور ہو گیا کہ اس نے مامون کو مغلوب کر کے ایک قلعہ میں بند کر رکھا ہے۔ بیخوشم اور دیگر عمائد قوم یہ سن کر ناراض ہوئے۔ عوام میں بھی

۱۔ ابن کثیر۔

۲۔ جمہاری ص ۳۰۵۔

۳۔ ابن اثیر۔

شبہات پھیلے۔ قسمت آزماؤں کو موقع ملا اور ہر طرف فتنوں اور شورشوں کا دور دورہ ہو گیا۔

نصر بن سیار بن شہت کی بغاوت | مامون کی خلافت کے پہلے ہی

برس شام کے علاقہ میں ایک شخص نصر نام نے جو امین کا حامی تھا بغاوت کر دی۔ وہ تقریباً گیارہ برس حکومت کو چیلنج کرتا رہا۔ مامون کی چھوٹی موٹی مہمیں ناکام رہیں۔ آخر عبداللہ بن طاہر بن حسین نے پانچ برس کی جنگ کے بعد اسے محصور کیا۔ نصر نے تنگ آکر امان طلب کی۔ عبداللہ نے مامون کو اطلاع دی۔ اس نے اجازت دے دی اور نصر امان حاصل کر کے ۲۱۰ ہجری میں بغداد میں مامون کے پاس حاضر ہوا۔

حسن بن المرث کی بغاوت | ۱۹۸ ہجری میں ایک شخص حسن بن المرث نے علم بغاوت

بلند کیا۔ بوٹ مار کی اور فساد پھیلایا۔ مامون کے لشکر نے ۱۹۹ ہجری میں اس کا خاتمہ کیا۔

ابن طباطبا | ۱۹۹ ہجری میں محمد بن ابراہیم نے جو ابن طباطبا

کہلاتے تھے کوفہ میں خروج کیا۔ آپ حضرت حسن مثنیٰ کی اولاد سے تھے۔ رضا من آل محمد اور کتاب و سنت کی دعوت دیتے تھے۔ کوفہ اور اس کے نواح کے علاوہ بعض دور افتادہ علاقوں کے بادبہ نشین بھی ان کی فوج میں شامل

۱۔ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

۲۔ ابن کثیر

ہو گئے۔

ابن طباطبایا کا دستِ راست ایک شخص ابوالسرایا مسری بن منصور شیبانی نام تھا۔ ابوسرایا پہلے گدھے کرایہ پر چلاتا تھا پھر لوٹ کھسوٹ اور قزاقی کا پیشہ اختیار کیا۔ بعد میں مختلف امرائے فوج کے تحت وقتاً فوقتاً کام کرتا رہا۔ امین کے محاصرہ کے دوران ہرثمہ کے لشکر میں تھا۔ پھر اس سے ناراض ہو کر چلا گیا اور ادھر ادھر چھاپے مارتا رہا۔ محمد بن ابراہیم سے ملاقات ہوئی تو ان کی بیعت کر لی۔ کوفہ کے قبضہ میں اس کی مدد شامل تھی۔

حسن بن سہل نے بغداد سے دس ہزار فوج کوفہ کی بازیافت کے لئے بھیجی۔ مقابلہ ہوا تو ابن طباطبایا نے فتح پائی لیکن دوسرے روز اچانک رحلت کر گئے۔ آپ کی وفات کے بارے میں خیال ہے کہ ابوالسرایا نے آپ کو زہر دے دی تھی۔ آپ کی زندگی میں ابوالسرایا کا چراغ جلنا مشکل تھا۔ وہ اقتدار کا بھوکا تھا اس لئے آپ کو رستہ سے ہٹا دیا۔

ابوالسرایا نے ایک کم عمر سید زادے محمد بن محمد کو ابن طباطبایا کا جانشین کیا۔ محمد بن محمد حضرت حسینؑ کی اولاد سے تھے۔ ابوالسرایا نے آپ کی کم سنی سے فائدہ اٹھا کر اختیارات کی زبام اپنے ہاتھ میں رکھی۔ بغداد سے چار ہزار کا ایک اور لشکر آیا۔ ان میں سے کوئی واپس نہ جاسکا، یا مارا گیا یا گرفتار ہوا۔ اس کے

لے ابن کثیر لے ابن کثیر لے ابن کثیر لے ابن کثیر۔ ابن کثیر۔ ابن کثیر۔
لے ابن کثیر۔ ابن کثیر۔

بعد ابو السرایا کی طاقت اچانک بڑھ گئی۔ حجاز، یمن، فارس وغیرہ پر اس کے عمائل قابض ہو گئے۔ کوفہ میں ابو السرایا نے اپنے لگے دھائے لگے۔

حالات دگرگوں ہو گئے تو حسن بن سہل نے ہرثمہ کو مدد کے لئے لکھا۔ ہرثمہ نے ابو السرایا کے لشکروں کو تباہ توڑ شکستیں دیں اور انھیں کوفہ تک محدود کر دیا۔ پھر کوفہ کو گھیر لیا۔ کوفیوں نے تنگ آکر ابو السرایا کا ساتھ چھوڑ دیا۔ یہ کوفہ سے نکل گیا اور ہرثمہ نے قبضہ کر لیا۔ ابو السرایا پہلے قادیسیہ گیا۔ وہاں سے نکلا تو ایک مامونی حاکم نے رستہ میں روکا۔ ابو السرایا گھائل ہو کر جزیرہ میں اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ اس کے سب ساختی چھٹ گئے۔ رستہ میں شامی فوج نے ایک دستہ نے اسے گرفتار کر لیا اور حسن بن سہل کے سامنے پیش کیا۔ اس نے گردن مردادی۔ سر مامون کے پاس بھیجا۔ جسم کے دو ٹکڑے کروائے اور بغداد میں دجلہ کے دونوں پلوں پر ایک ایک حصہ آویزاں کیا۔ ابو السرایا نے تقریباً دس ماہ کوفہ اور اس کے گرد و نواح میں حکومت کی۔ اس نے بنو عباس کے حامیوں پر بڑے بڑے مظالم کیے اور کوفہ میں ان کے گھروں کو جلا دیا۔ اس اثناء میں اس نے ایک سپہ سالار حسین بن ارقطس بن حسن کو مکہ پر قبضہ کے لئے بھیجا۔ عباسی حاکم اس کی آمد کی خبر سن کر فرار ہو گیا۔ حسین ارقطس نے کعبہ سے عباسیوں کے پناہ گاہے ہوئے غلاف اتروائے اور ابو السرایا کا بھیجا ہوا غلاف پنائیا۔ اس پر ابو السرایا

لے ابن اثیر لے ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

کا نام تھا۔ جن جن لوگوں کے پاس بنو عباس کی امانتیں تھیں چھین لیں۔ بعض لوگ غلط فہمی میں اپنے اموال سے بھی محروم کر دئے گئے اس کے ساتھیوں نے مزید ظلم یہ کیا کہ کعبہ اور مسجد حرام میں جو قیمتی چیز نظر آئی اس پر قبضہ کر لیا۔ حد یہ کہ مسجد حرام کی جالیاں اکھڑوا کر ادنیٰ داموں بیچ دیں۔ اہل مکہ پر ناگفتہ بہ مظالم ہوئے۔ کئی لوگ بھاگ کر پہاڑیوں میں جا چھپے۔ جب افطس کو ابوالسرایا کی موت کی خبر ملی تو گھبرایا۔ اس نے ایک عابد، دین دار اور ہر دل عزیز شخص محمد بن جعفر صادق سے درخواست کی کہ آپ اپنی خلافت کا اعلان کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ انھوں نے انکار کیا لیکن افطس کے اصرار پر مان گئے حسن الافطس نے محمد بن جعفر صادق کی بیعت کر لی۔ وہ بہت بوڑھے تھے۔ سب اختیارات افطس نے ہاتھ میں رکھے۔ عباسی لشکر آیا تو افطس ایک مقابلہ کے بعد بھاگ نکلا۔ ابوالسرایا کے حامی اس کی وفات کے بعد بھی کچھ دن شورش کرتے رہے۔

ابراہیم جزائر | ابراہیم بن موسیٰ علوی نے ابوالسرایا کے قتل کے بعد مکہ سے نکل کر یمن پر قبضہ کر لیا۔ اس نے ۲۰۰ ہجری میں ایک عقیلی کوچ کے لئے روانہ کیا۔ اس نے حاجیوں کو لوٹ لیا۔ شاہی دستہ نے انھیں شکست دے کر مال واپس لیا۔ ابراہیم نے یمن میں اس قدر خون ریزی کی کہ لوگ اسے جزائر (قصاب) کہنے لگے۔

۱۔ بن کثیر ۲۔ ابن اثیر ۳۔ ابن کثیر
۴۔ ابن اثیر ص ۱۲ و ۱۳۔

۲۰۰ ہجری میں زید بن موسیٰ علوی نے بصرہ پر قبضہ کیا۔ بنو عباس اور ان کے حامیوں کے گھر جلا دئے

زید النّار

جو سیاہ لباس والا آدمی ملتا اسے جلا دیتا۔ اس بے باک آتش زنی کی وجہ سے لوگ اسے زید النّار (آگ والا زید) کہتے تھے۔ مامون کا لشکر آیا تو زید نے بغیر مقابلہ کئے امان طلب کر لی جو مل گئی۔

بغداد میں بد نظمی | مامون حکومت کی باگ ڈور فضل بن سہل اور اس کے بھائی حسن بن سہل کے حوالے

کر کے مرو میں بے فکری کے دن گزار رہا تھا۔ فضل نے اس کے دل میں یہ بات بٹھادی تھی کہ خلافت کا کاروبار خوب چل رہا ہے۔ عراق اور بغداد میں آٹے دن جو ہنگامے اٹھ رہے تھے مامون کو ان کی خبر نہ تھی۔ ہرثمہ نے ابوالسرایا کو شکست دینے کے بعد فیصلہ کیا کہ مامون کو سب حالات سے آگاہ کرنا چاہیے۔ وہ مرو کی طرف روانہ ہوا۔ فضل کو ہرثمہ کی نیت سے آگاہی ہوئی تو مامون کے کان بھرے کہ ہرثمہ کی ابوالسرایا سے ساز باز تھی۔ اس نے ابوالسرایا کو مقابلہ پر اکسایا تھا۔ مامون پر ان دنوں فضل کا جادو سوار تھا۔ وہ مان گیا۔ ہرثمہ مامون کے پاس حاضر ہوا تو اس نے زد و کوب کے بعد قید میں ڈال دیا۔ چند دن بعد قتل کروا دیا۔

بغداد میں ہرثمہ کے مال کی خبر پہنچی تو رنج و الم کی لہر دوڑ گئی۔ ہرثمہ ایک محبوب جرنیل تھا۔ وہ عرب تھا اور سہل کے بیٹے بھی تھے۔ عرب آبادی کہ ہرثمہ کی موت کا بہت صدمہ ہوا وہ جان گئے کہ یہ فضل اور حسن کی سازش کا نتیجہ ہے۔ حسن کا سلوک بغدادی فوج سے

سے ابن اثیر سے ابن اثیر

اچھا نہیں تھا۔ ان کی تنخواہ میں بھی کئی ماہ سے واجب الادا تھیں۔ فوج کے ایک حصہ نے بغاوت کر دی۔ بغداد میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک حسن کے حامیوں کا اور ایک مخالفین کا تھا۔ تین روزہ کی جنگ کے بعد اس شرط پر عارضی صلح ہوئی کہ وہ انھیں تنخواہ کا کچھ حصہ رمضان کے اخراجات کے لئے دے گا۔ اس نے اس عہد کا ایفاء نہ کیا۔ اور بدستور ٹالتا رہا۔

حسن بن سہل بغداد کا نظام بحال رکھنے میں ناکام رہا۔ یہ نہایت بے تدبیر اور متعصب شخص تھا۔ اس کو بغداد اور اہل بغداد سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ اس لئے نظم و نسق بد سے بدتر ہوتا گیا۔ ۲۰۱ ہجری تک بغداد کی بد نظمی انتہاء کو پہنچ گئی۔ بغداد اور اس کے نواح میں عیاروں، شاطروں اور فاسقوں کی بہتات ہو گئی۔ غنڈے راہ چلتوں کو روکتے اور ان کے مال و آبرو پر حملہ کرتے تھے۔ لوگوں کے دروازوں پر پہنچ کر زبردستی قرض یا عطیہ طلب کرتے۔ اگر صاحب خانہ انکار کرتا تو اندر گھس کر سارا گھر لوٹ بیٹے تھے۔ شہر والوں نے منصور بن ہمدی کو مجبور کیا کہ خلافت ہاتھ میں لے لیں۔ انھوں نے پہلے نہ مانا لیکن پھر لوگوں کے اصرار پر مامون کے نائب کی حیثیت میں انتظام سنبھال لیا۔ حسن بن سہل کے نائب کو نکال دیا گیا۔ منصور بن ہمدی بھی امن بحال نہ کر سکا۔ آخر دو شخصوں خالد الدرویش اور سہل بن سلامہ نے جمعیت بنا کر اوباشوں کا قلع قمع کیا۔ اس کے بعد حسن نے آکر فوج سے مصالحت کر لی اور منصور بن ہمدی ایک طرف ہو گئے۔

۱۰۶ ابن کثیرؒ ابن کثیرؒ

بابک خرمی | ۲۰۱ ہجری میں بابک خرمی نے ایک نئے

مذہب کی بنا رکھی۔ بعض نادان اور جاہل لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ بابک کا دعویٰ تھا کہ جاویدان ایک لافنا ہستی تھی۔ اس کی روح اب میرے بدن میں مکین ہے۔ بابک نے اپنے مریدوں کو جنسی آزادی دے دی۔ اس لئے اس کا قبیلہ خرم رخوش (باش) کہلایا۔ بابک کی جماعت بہت بڑھی۔ اس کا مرکز کوہستان میں تھا۔ شاہی فوج اس کی سرکوبی سے عاجز تھی۔ خرمی تقریباً بیس برس بعد معتمد کے عہد میں گرفتار ہوا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ بابک خرمی ابو مسلم خراسانی کی اولاد سے تھا۔

حضرت علی الرضا کی ولی عہدی | مامون اہل بیت کا بہت معتقد تھا۔

آٹھویں امام حضرت علی الرضا ان دنوں زندہ تھے۔ آپ نہایت پاک باز اور قابل ہستی تھے۔ مامون ان کی خوبیوں کا بہت معترف تھا اور دین و عمل میں ان سے بہتر کسی کو نہیں جانتا تھا۔ اس نے امام علی رضا کے حق میں دست بردار ہونے کا ارادہ کیا۔ امام نے نہ مانا تو انھیں اپنے بعد ولی عہد نامزد کر دیا۔ ۲۰۱ ہجری میں ان کے لئے بیعت لے لی اور فرمان جاری کیا کہ حکومت کا شعار اب بجائے سیاہ کے ہرز لباس ہو گا۔ اس نے امام علی سے اپنی بیٹی ام حبیب کا نکاح کر دیا اور ان کے بیٹے محمد سے اپنی دوسری بیٹی ام فضل کا۔

۱۰ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ عبد اللہ محمدی از حسن ابراہیم ص ۲۳۰ ابن کثیر ج ۱۰ ص

۲۲۶ و ۲۵۰ ابن کثیر ص ۲۰۲

ابراہیم بن المہدی کی بغاوت | مامون نے جناب علی الرضا کو ولی عہد مقرر کیا تو

عباسیوں نے مقابلہ کی ٹھان لی۔ مہدی کے دو بیٹوں ابراہیم اور منصور نے ان کی قیادت سنبھالی۔ ۲۰۲ ہجری کے پہلے دن ابراہیم بن مہدی کی المبارک کے نام سے بغداد میں بیعت ہو گئی۔ عوام کی اکثریت نے دل و جان سے ابراہیم کا ساتھ دیا کیونکہ ان کے خیال میں مامون ایک بے بس حکمران تھا اور اصل حکومت فضل بن سہل کے ہاتھ میں تھی۔ فضل اہل بیت کا بہت ارادت مند اور ہواخواہ تھا۔ لوگوں نے سوچا کہ اسی نے امام علی کو ولی عہد نامزد کیا ہے۔

ابراہیم نے کوفہ اور ارض سواد پر قبضہ کر لیا۔ اس کے پاس خزانہ کی کمی تھی اس لئے فوجوں کو تنخواہیں نہ دے سکا۔ سپاہ نے آس پاس کے علاقوں میں لوٹ پھرتی کی۔ ادھر بغداد کی آبادی بھی دو گروہوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک گروہ نے مامون کی حمایت کی اور ابراہیم سے برسرِ جنگ رہا۔

مامون کی بغداد کو روانگی (۲۰۲ ہجری) | مامون کی حکومت کے پرزے ہو

رہے تھے اور اسے خبر نہ تھی۔ بغداد پر ابراہیم کا قبضہ تھا۔ عراق و عرب کے دیگر علاقوں میں طوائف الملوکی کا سائتہ تھا۔ لیکن مامون اپنی آنکھوں پر فضل بن سہل کی پیٹی بندھے مرو میں راحت کے مزے لے رہا تھا۔

فضل کا اس قدر دبدبہ تھا کہ کسی امیر کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ

لہ ابن کثیرؒ ابن اثیرؒ ابن کثیرؒ

مامون کو بگڑے ہوئے حالات سے آگاہ کرے۔ آخر حضرت علی ابن رضا نے مامون کی آنکھوں سے پردہ ہٹایا اور صاف صاف بتا دیا کہ عراق شورشوں اور فتنوں کی آماجگاہ بن چکا ہے، بنو عباس نے مشہور کر رکھا ہے کہ مامون سحر زدہ اور زندان نشین ہے، بنو عباس میری بیعت کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔ مامون نے امراء و اقرباء سے امام رضا کی اطلاعات کی تصدیق چاہی تو انھوں نے فضل بن سهل کے جوش انتقام سے بچنے کے لئے پہلے اس سے امان حاصل کی اور پھر امام رضا کی تصدیق کی۔ انھوں نے مزید بتایا کہ ہرثمہ اور طاہر تمھارے خیر خواہ تھے۔ تم نے فضل کے بہکاوے میں آکر ہرثمہ کو ہلاک کر دیا اور طاہر بن حسین کو رقتہ بھیج دیا جہاں وہ بے کار پڑا ہے اور تمھاری کوئی خدمت انجام نہیں دے سکتا۔ مملکت کا طول و عرض شروفساد سے معمور ہو چکا ہے۔ مامون نے یہ سن کر بغداد جانے کا فیصلہ کیا۔ فضل بن سهل کو حقیقت حال کا علم ہوا تو جن امراء نے مامون کے سامنے حالات کھولے تھے انھیں مارا پیٹا اور ڈاڑھیاں نچوادیں گئے۔ حالانکہ انھیں مامون کی طرف سے امان حاصل تھی۔ مامون نے درگزر کیا اور فضل کو ہمراہ لے کر بغداد کی طرف کوچ کیا۔

سکسٹس کے مقام پر پہنچے تو چار غلاموں نے فضل بن سهل کو حمام میں مار دیا اور فرار ہو گئے۔ مامون نے ان کی گرفتاری پر دس ہزار دینار کے انعام کا اعلان کیا۔ وہ پکڑے گئے۔ مامون کے سامنے پیش ہوئے تو اس نے پوچھا، تم نے فضل کو کیوں ہلاک کیا تھا؟ وہ بولے، تم نے ہمیں اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ مامون نے

۱۰ ابن کثیر ۱۱ ابن کثیر ۱۲ ابن کثیر

ان کی گردنیں کٹوا دیں اور سر حسن بن سهل کے پاس بھیجے۔ یحییٰ حسن کو تعزیت کا خط لکھا اور فضل کی جگہ وزیر بنایا۔ حسن کی مزید دل جوئی کے لئے اسی سال اس کی بیٹی بوران سے نکاح کیا گیا۔

مامون کا گزر رستہ میں طوس پر ہوا جہاں اس کے باپ ہارون کا مزار تھا۔ یہاں چند روز قیام کیا۔ ان ایام میں امام رضا نے انگور کھائے اور ان سے بیمار پڑ کر وفات پائی۔ مامون نے بہت رنج و تاسف کا اظہار کیا اور اپنے باپ کے پہلو میں دفن کیا۔ حسن بن سهل کو امام رضا سے بہت محبت تھی۔ اسے تعزیت کا خط لکھا۔ کہا جاتا ہے کہ مامون نے امام رضا کو زہر دی تھی لیکن یہ محض افسانہ ہے۔

مامون نے بنو عباس کے عمائد کو خط لکھا کہ جس ہستی کے سبب تم مجھ سے بگڑے تھے وہ وفات پاگئی۔ اس لئے اب اطاعت کرو۔ بنو عباس نے سختہ جواب دیا۔ حسن بن سهل کو پابہ زنجیر کر کے بند کر دیا گیا۔ مامون کو یہ خبر ملی تو رفتار تیز تر کر دی۔ یحییٰ بغداد کا ایک حصہ مامون کا طرف دار تھا۔ وہ بدستور ابراہیم سے معرکہ آرا رہا۔ شہر کی حالت بد امنی کے سبب نازک تھی۔ مامونیوں کا پلہ بھاری ہونے لگا اور شہر میں مامون کا خطبہ جاری ہو گیا۔ اس کے فرستادہ لشکر نے شہر کو گھیر لیا۔ ابراہیم کی فوج نے روپیہ کے لالچ میں اس کے لشکر سے ساز باز کر لی۔ ابراہیم کا سالار عیسیٰ بن محمد سمہوتہ سے مامونی لشکر کے سالار حمید کے پاس گرفتار ہو گیا۔ ابراہیم نے یہ حالات دیکھے تو روپوش ہو گیا۔ یہ ۲۰۳ ہجری کا واقعہ ہے۔ ابراہیم تقریباً چھ برس روپوش رہا۔ اس کے بعد مامون نے معاف کر دیا۔

۱۔ ابن اثیر ۲۔ ابن کثیر ۳۔ ابن کثیر ۴۔ ابن کثیر۔

مامون ہر منزل پر ایک دو دن قیام کرتا نہروان پہنچا۔ یہاں اس کے خاندان کے ارکان اور افسرانِ فوج نے اپنے عساکر سمیت استقبال کیا۔ یہیں طاہر بن حسین بھی رتہ سے آکر حاضر ہوا۔ مامون نہروان میں آٹھ روز مقیم رہا اور پھر نہایت شان و شوکت سے بغداد میں داخل ہوا۔

مامون بغداد میں بدستور سبز لباس پہنتا رہا۔ اہل بغداد نے بھی یہی رنگ اختیار کیا۔ بنو عباس اور قائدین نے باہمی مشورے سے طے کیا کہ طاہر بن حسین منصور کے پاس حاضر ہو کر اس سے سیاہ پوشاک اختیار کرنے کی درخواست کرے۔ آٹھویں روز طاہر جب مامون کے پاس حاضر ہوا تو مامون نے کہا اپنی حاجتیں طلب کرو۔ طاہر بولا، میری پہلی حاجت یہ ہے کہ آپ سیاہ لباس پہنیں کیونکہ یہ آپ کے آباء کا لباس ہے۔ مامون نے دربار لگایا۔ سیاہ پوشاک زیب تن کی اور امراء کو سیاہ خلعتیں دیں۔ شہر میں بھی سیاہ لباس رائج ہو گیا۔

دوسرا دور

۲۰۲ ہجری میں مامون بغداد میں داخل ہوا اور زمامِ کار اپنے ہاتھ میں لے لی یہاں سے اس کی خلافت کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ اب سب امور مامون کی نگاہ میں تھے اور وہ اپنی صواب دید سے ہر معاملہ میں آزادانہ قدم اٹھاتا تھا۔

مامون کے بغداد آنے کے بعد شورشیں برائے نام رہ گئیں۔ بابک خرمی اور نصر بن شبث بدستور باغی تھے لیکن ان کی جھلن گاہیں

سے ابن کثیر لکھ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

سرحدوں پر تھیں۔ وہ اندرونی امن و امان میں دخل انداز نہ تھے۔
 قم، یمن اور کرمان کے علاقوں میں بغاوت ہوئی لیکن برائے نام تھی۔
 البتہ مصر کی شورشیں قابل ذکر ہیں۔ یہاں ۲۱۰ ہجری کے بعد بغاوت
 کے شعلے وقتاً فوقتاً بھڑکتے اور بجھتے رہے۔ تاہم تئوٹیش یا گھبراہٹ
 کی بات نہ تھی۔

اندرونی پریشانیوں سے خلاصی پانے کے بعد مامون اس قابل ہو گیا
 کہ بیرونی مہات کی طرف قدم بڑھا سکے۔ اس کے عہد میں کابل کا بادشاہ
 اسلام لایا۔ مادراء النہر کا بھی ایک بادشاہ حلقہ اسلام میں داخل ہوا۔
 صقلیہ پر کامیاب حملے ہوئے اور کریٹ فتح ہوا۔

روم کا شہنشاہ اسلامی سلطنت سے طاقت آزمانے کے لئے
 ہمیشہ بے قرار رہتا تھا۔ ہارون نے رومیوں کی خوب گوشمالی کی
 تھی۔ لیکن پھر بھی وہ نچلے نہ بیٹھ سکے۔ مامون نے اپنے اولوالعزم
 باپ کی طرح اس جہاد میں حصہ لیا۔ ۲۱۵ ہجری میں رومی علاقوں میں
 بڑھا۔ ایشیائے کوچک کے کچھ رقبے تسخیر کر کے واپس پھرا۔ ۲۱۶ ہجری
 میں رومی شہنشاہ نے طرسوس میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد قتل کر
 ڈالی اور مامون کو ایک سخت خط لکھا۔ مامون نے یہ خط پڑھا تو اسی
 وقت اٹھا اور اس کی خبر لینے چل دیا۔ اس نے کئی شہر
 زیرِ نگیں کیے۔ قیصر کو سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی اور مامون لوٹ
 آیا۔ اگلے برس پھر گیا۔ قیصر فرار ہو گیا اور امان کا طالب ہوا۔
 مامون نے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔ ۲۱۸ ہجری میں مامون نے اپنے
 بیٹے عباس کو رومی سرحد پر بھیجا اور حکم دیا کہ طوانہ کا شہر آباد کرو
 ماہین نے جا بجا سے مزدور اور کاریگر روانہ کئے اور یہ حفاظتی شہر
 ایک مضبوط نسیل کے ساتھ تیار ہوا۔

سے ابن کثیر

بوران کی عروسی

مامون نے ۲۰۲ ہجری میں حسا بن سہل کی بیٹی بوران سے نکاح کیا تھا۔ ۲۱۰ ہجری میں عروسی کی رسم ادا ہوئی۔ مامون اپنے امراء اور عدم و حشم کے ساتھ حسن کا ہمان ہوا اور سترہ دن مقیم رہا۔ حسن بن سہل نے ضیافت پر پانچ کروڑ درہم خرچ کیے۔ عروسی کی شب مامون کو زرتار قالین پر بٹھایا گیا۔ بوران کی وادی ام فضل نے ایک ہزار نفیس ترین موتی نچھاور کئے۔ حسن نے کاغذ کے پرزوں پر جاگیروں کے نام لکھ کر امراء پر بکھیرے۔ جس کے پاس کاغذ کا پرزہ آیا اس پر لکھی ہوئی جاگیر اس کے نام کر دی۔ اس رات چالیس من غنبر جلایا گیا۔

فتنہ خلق قرآن

مامون کو عقائد میں بہت جستجو رہتی تھی۔ حقیقت حال تک پہنچنے کے لئے علماء میں

مناظرے کراتا تھا۔ شروع میں اہل السنۃ و الجماعت سے تھا، پھر شیعیت کی طرف راغب ہوا۔ ۲۱۱ ہجری میں اس نے اعلان کر دیا کہ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت کا قائل نہیں ہوگا میں اس کی حفاظت کا ذمہ نہیں لیتا۔ کچھ عرصہ بعد وہ معتزلہ کے دام میں آ گیا۔ معتزلہ کے عقائد اور تاریخ کا مفصل ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ یہاں صرف اتنا بتانا ہے کہ یہ گروہ اموی دور میں پیدا ہوا لیکن عوام اور حکومت کی مخالفت کی وجہ سے محدود رہا۔ معتزلہ نے منجملہ دیگر

۱۔ ابن کثیر دابن اثیر

۲۔ ابن اثیر۔ دول الاسلام۔

انوکھے عقائد کے ایک عقیدہ یہ ایجاد کیا کہ قرآن مخلوق ہے اور جو آدمی اس کا اقرار نہیں کرتا وہ واجب القتل ہے۔ ہارون کے عہد تک ان پر کڑی پابندی رہی۔

معتزلہ کا سارا سرمایہ عقل پرستی اور علم الکلام ہی تھا اس لئے وہ بحث آرائی اور دلیل بازی میں بہت مشتاق تھے۔ مامون کو علم الکلام اور مناظرات کی بہت لگن تھی اس لئے معتزلہ کے زیر اثر آگیا اور ان کے عقائد قبول کر لئے۔ وہ فقط اپنے عقائد تک محدود رہتا تو کوئی حرج نہ ہوتا لیکن بد قسمتی سے اس نے تمام امت سے خلق قرآن کا عقیدہ جبراً منوانے کا نتیجہ کر لیا۔

اہل سنت و الجماعت کے علماء ہر معاملہ میں عقل محض کی پیروی کے قائل نہیں۔ وہ اکثر مسائل میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔ خلق قرآن کے معاملہ میں بھی انھوں نے اس عقیدہ کا اظہار کیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ مامون کو یہ گوارا نہ تھا۔ اس نے ۲۱۸ ہجری میں اپنے عقیدہ کی شد و مد اور جوہ و جفا سے اشاعت شروع کی۔ جن علماء نے ہم نوائی نہ کی انھیں پابند سلاسل کیا اور بعضوں کے گلے کٹوا دیئے۔

مامون نے بغداد کے قاضیوں اور محدثین کی طرف خصوصی دھیان دیا۔ ان دنوں وہ طرسوس میں تھا۔ اس نے بغداد کے حاکم اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ شہر کے قاضیوں اور علماء کو بلا کر ان سے خلق قرآن کا اقرار لو۔ جو تسلیم نہ کرے اسے میرے پاس بھیج دو شہر کے متعدد محدثین اپنے عقیدہ پر قائم رہے۔ اسحاق نے انھیں زنجیروں میں جکڑ کر طرسوس روانہ کیا۔ انھیں میں امام احمد بن حنبل

بھی تھے۔ ان حق کوشوں کا قافلہ ابھی راہ میں تھا کہ مامون کی موت کی خبر آئی۔

مامون کو جس شخص نے ان مظالم پر اکسایا وہ اس کا منظور نظر عالم احمد بن ابی دواد تھا۔ مامون نے مرنے سے پہلے اپنے جانشین معتصم کو وصیت کی کہ احمد کا خیال رکھنا۔

مامون کی وفات | مامون نے ۲۱۸ ہجری میں ۴۸ برس کی عمر میں طرسوس کے مقام پر وفات پائی۔ مدتِ خلافت میں یہاں سے وفات سے قبل اپنے بھائی معتصم کو جانشین کر گیا۔

اوصاف و اخلاق | مامون عالم تھا اور علماء کا قدر دان۔ وہ سخاوت کی صفت سے بھی منصف تھا۔ آٹے دن لوگوں کو گراں بہا عطیات سے نوازتا تھا۔ خلقِ قرآن کے معاملہ میں اس نے نہایت سنگدلی کا مظاہرہ کیا لیکن ویسے وہ بہت فراخ دل تھا۔ اپنے بڑے سے بڑے دشمنوں کو معاف کر دیتا تھا۔ فضل بن ربیع ایسا دشمن جب جان بچھوٹوانے آیا تو اُسے معاف کر دیا۔

مامونی عہد پر تبصرہ

مامون کے عہد حکومت کے بارے میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ یہ دو حصوں میں تقسیم تھا۔ پہلا دور وہ ہے جب وہ کارِ خلافت

سے ابن اثیر سے ابن کثیر۔

سے بے خبر خراسان میں بیٹھا علمی بحثیں سن رہا تھا اور نظام کار روز بروز محنت ہوا جاتا تھا۔ ان دنوں مامون کو مسند شہی سے کوئی خاص شوق نہ تھا۔ پہلے اس نے خلافت امام رضا کو سونپنا چاہی اور پھر انھیں اپنا جانشین نامزد کرنے پر اکتفا کیا دوسرا دور وہ ہے جب وہ بغداد میں منتقل ہوا اور سیاہ و سفید اپنے ہاتھ میں لیا۔

مامون اپنے پیشرو عباسی خلفاء کی طرح جہاں داری کے جوہروں سے مالا مال تھا۔ اب اس نے ہر کام کو خود زیر نگاہ رکھا۔ وزراء و عمال سب کی نگرانی کرتا تھا۔ اس نے سب قلمرو کا دورہ کیا۔ وہ پہلا عباسی خلیفہ ہے جس نے مصر کا سفر کیا اور دیہات میں پھر کر حالات کا جائزہ لیا۔

عباسی عہد میں وزیر کا عہدہ کلیدی حیثیت رکھتا تھا۔ مامون کی رائے وزیر کے بارے میں یہ تھی کہ صاحب عفت اور شستہ آداب ہو۔ پختہ رائے رکھتا ہو۔ حفظ راز کر سکے۔ حلم اور علم سے بہرہ ور ہو، امیرانہ دبدبہ رکھتا ہو، علماء کی طرح بے غرور اور فقہاء کی طرح خرد مند ہو۔ مامون نے یہ اوصاف وزیر کے لئے لازم قرار دئے تھے لیکن اس کی بیزت و کردار کا مطالعہ کیا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ ان میں سے کوئی وصف نہ تھا جو خود مامون میں بھی بمرتبہ کمال موجود نہ ہو۔ مامون کی ہمہ گیر اور بوقلموں شخصیت امراء و رعیت سب پر حاوی ہو گئی۔ وہ اپنے باپ ہارون الرشید کی طرح خوش ذوق، باحمیت اور حامی علم و دین تھا۔ اس لئے ہارون کے عہد نے جو زرین رنگ اختیار کیا تھا اس کی تابانی میں فرق نہ آنے دیا۔

نظم و ضبط | مامون کے نظم و انضباط میں مندرجہ ذیل عناصر نظر آتے ہیں :-

- ۱- نرمی و سخت گیری کا خوش گوار امتزاج : مامون حکومت کے معاملہ میں سخت گیر اور بے لاگ تھا لیکن ذاتی معاملات میں انتہا کا متحمل اور نرم مزاج تھا۔ کہا کرتا تھا کہ اگر لوگوں کو میرے حلم و عفو کا علم ہو تو میرا خوف ان کے دلوں سے جاتا رہے۔ ملازم بعض دفعہ اکڑ جاتے اور وہ نظر انداز کر دیتا۔ ایک دن کشتی میں سوار تھا۔ ایک ملاح کو دوسرے شخص سے کہتے سنا کہ مامون اپنے بھائی کو قتل کرنے کے بعد مجھے کیوں کر اچھا لگ سکتا ہے۔ مامون اپنے حاشیہ نشینوں سے فقط اتنا کہہ کر چپ رہ گیا کہ کیا کوئی مجھے بتا سکتا ہے کہ میں اس جیل القدر ہستی کی نگاہ میں کیسے عزت پاؤں۔
- ۲- خیر گیری : مامون رعایا کے احوال سے باخبر رہنے کی ہر ممکن کوشش کرتا تھا۔ ہارون بھیس بدل کر خود گلیوں میں پھرتا تھا لیکن مامون نے جاسوسی نظام پر زور دیا۔ صرف بغداد کے شہر میں سترہ سو بڑھی عورتیں جاسوسی پر مامور تھیں۔ مرد جاسوسوں کا قیاس کرو۔ نتیجہ یہ کہ مامون لا تعداد افراد سے ذاتی طور پر مکمل آگاہی رکھتا تھا۔
- ۳- احتساب : احتساب کا شعبہ حضرت عمر کے وقت سے قائم تھا۔ مامون کے عہد میں محتسب پیادوں کو لے کر گلی کوچوں

۱- ابن کثیر ص ۲۷۷ و ۲۷۸ لکھ مستطرف ج ۱ باب ۱۲ - عصر المامون
ڈاکٹر رفاعی - المامون شبلی -

میں پھرتا تھا۔ اس کو ان باتوں کی خبر گیری کرنی ہوتی تھی کہ بازاروں یا مجامع عام میں کوئی امر خلاف شریعت نہ ہونے پائے۔ جانوروں پر ان کی طاقت سے زائد بوجھ نہ لادا جائے۔ کشتی میں زیادہ آدمی سوار نہ ہونے پائیں۔ راستہ پر یا سڑک پر جو مکانات گرنے کے قریب ہوں ان کو مالکوں سے کہہ کر گروادے۔ جو معلمین بڑکوں پر زیادہ سختی کرتے ہوں ان کو سزا دے۔ کوئی شخص ترازو یا پیمانہ وزن سے کم رکھنے نہ پائے۔ (المامون شبلی)

مأمون نے پیمانوں میں کیسانی پیدا کی بلکہ تاکہ کمی بیشی نہ ہو سکے۔
۴۔ دیوان المظالم: جن قضیوں میں فقہی باریکیوں کا سوال نہیں اٹھتا تھا اور ظلم کی فوری تلافی ضروری ہوتی تھی وہ والی المظالم کے سامنے پیش ہوتے تھے۔ وہ فوراً ان کا تصفیہ کرتا تھا۔
مأمون کی فریادرس طبیعت فقط والی المظالم کی کارگزاری پر کیے مطمئن ہو سکتی تھی۔ پیر کے روز وہ خود مظالم کے دفعیہ کے لئے اجلاس کرتا تھا۔
۵۔ مکتوبی اللیل: شہر کے ثبات و نظم و ضبط کے لئے مکتوبی اللیل کا عہدہ تھا۔ وہ غنڈوں اور معاشرہ دشمن افراد کی خبر لیتا تھا۔

عدالتی انصاف مامونی عہد میں اسلامی روایات کے موافق بلند معیار پر قائم رہا۔ قابل اور صاحب

۲۲ طیفور ص

۲ سیوطی۔ احکام السلطانیہ مادی -

کردار قاضی مامور تھے۔ ان کی بیش قرار تنخواہیں مقرر تھیں تاکہ رشوت کی طرف مائل نہ ہوں۔ اگر ہارون کو قاضی ابو یوسف ایسی زندہ جاوید ہستی میسر آئی تو مامون کو یحییٰ بن اکثم ایسے لائڈال شہرت کے فقیہ کی خدمات سے فائدہ پہنچا۔ یحییٰ نہایت قابل اور بے خوف قاضی تھے۔ مامون کو غلط اقدامات پر رو دے رو ٹوکنا انہی کا کام تھا۔

قاضی یحییٰ کی بے خوفی اور مامون کی انصاف دوستی کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ ایک شخص نے مامون پر تیس ہزار کا دعویٰ کیا۔ دونوں قاضی یحییٰ کے سامنے پیش ہوئے۔ مدعی نے مامون کے بیٹھنے کے لئے چٹائی بچھائی۔ قاضی نے مدعی سے کہا کہ اپنے حریف کو عدالت میں شرفِ مجلس نہ دو۔ مدعی کے پاس چونکہ ثبوت نہ تھا اس لئے قاضی نے مامون کو قسم دلانا چاہی۔ مامون نے مدعی کو مطلوبہ رقم دے دی اور کہا یہ رقم اس لئے دیتا ہوں کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ میں نے زبردستی تمہارا مال مار لیا ہے۔

فیصلوں کا ریکارڈ رکھنے کا اہتمام حضرت معاویہؓ کے عہد سے تھا۔ بعد میں وقتاً فوقتاً اس ضمن میں مزید اہتمامات ہوتے رہے۔ مامون کے عہد تک عدالتی ریکارڈ بہت منضبط صورت اختیار کر گیا۔

مامون کے عہد تک حاصل ہیں اس قدر اضافہ
مالیات ہو چکا تھا کہ اس نے مالِیہ کی شرح گھٹادی۔

فوج | مامون کے ایام میں جس قدر مستقل فوج تھی اس سے قبل کسی خلیفہ کے عہد میں نہ تھی بلکہ اس کی تعداد تقریباً دو لاکھ تھی۔ سواری اور ہتھیار سرکار کی طرف سے ملتے تھے۔

کریہ | اموی عہد میں بیونس میں جہاز سازی کا جو کارخانہ قائم ہوا تھا مامون نے اسے اور پھیلایا۔ بکری بیڑہ بہت وسیع ہوا۔ آتش بار جہاز بھی بنائے گئے جنہیں ترقی کتے تھے۔

علم و حکمت | علم و حکمت کی تحریک جسے منصور نے اٹھایا اور ہارون نے آگے بڑھایا مامون کے عہد میں انتہائی منزلوں تک پہنچ گئی۔ مامون حافظ قرآن تھا۔ فقہ و حدیث اور ادب و شعر میں بہت دستگاہ رکھتا تھا۔ اس نے منقولات سے بھی زیادہ دلچسپی معقولات میں لی۔ اور آخر اس نتیجہ تک پہنچا کہ اشاعتِ دین کا صرف یہی ذریعہ ہو سکتا ہے کہ اسے عقل کی بارگاہ میں صحیح اور درست ثابت کیا جائے۔ اس نے ایک مجلس مناظرہ قائم کی جس میں سب ادیان پر تقاریر اور مباحثے ہوتے تھے۔ مامون کی یہ دھن بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھی کہ وہ مسلمانوں کے عقلیت پرست گروہ معتزلہ کا شکار ہو گیا اور ان کے کہنے میں آکر خلق قرآن کا فتنہ اٹھایا اور علمائے حق کو دکھ دئے تاہم عقلی علوم منافع سے خالی نہ تھے۔ ان سے ملک کی معیشت و معاشرت کو بہت فائدے پہنچے۔

۶-۲۲ طیفور ۶-۲۲ لکھ مامون شبلی
لکھ مامون شبلی۔

مامون نے ارباب علم و فن کو اپنے گرد اکٹھا کیا اور ان سے متفرق علوم میں کتابیں تصنیف کرائیں۔ اس نے خود بھی تین کتابیں لکھیں۔ ایک تو تبلیغی خط تھا جو شاہ برغز کو تحریر کیا تھا۔ ایک کتاب علامات نبوت میں تھی اور ایک خلفائے راشدین کے مناقب میں۔ فراغی اس سے وابستہ تھا اور اس کے بیٹوں کا اتالیق تھا۔ اس سے نحو اور معانی میں ایک کتاب لکھوائی جس کی املاء کثیر التعداد لوگوں نے کی جن میں اسی قاضی مٹھے نے

بیت الحکمت:

مامون کے عہد میں دار الحکمت کی سرگرمیاں بدستور جاری رہیں یوحنا بن ماسویہ اب بھی اس کا افسر اعلیٰ تھا۔ بڑے بڑے ماہرین فن اس کے معاون تھے۔ مامون نے کتب خانہ میں قدیم کتابیں، دستاویزیں اور دیگر علمی یادگاریں ڈھونڈ کر مہیا کیں۔

یونانی کتب کا ایک ذخیرہ ہارون الرشید ایشیائے کوچک سے لایا تھا۔ مامون نے ان پر یوں اضافہ کیا کہ شاہ روم کے پاس حکماء کا ایک وفد بھیجا۔ اس نے اپنے ہاں کا ایک قدیم اور سرلیستہ کتب خانہ ان کے آگے کھول دیا۔ یہ حکماء کام کا سرمایہ چھانٹ کر ساتھ لائے اور دار الحکمت میں ان کے ترجمہ کا آغاز ہوا۔ ان میں اکثر فلسفہ کی کتابیں تھیں۔ ان کے ترجموں کی عام اشاعت ہوئی۔

بیت الحکمت کی ممتاز ترین ہستیوں میں حنین بن اسحاق، محمد

سے شذرات الذہب لے الفہرست۔

بن موسیٰ خوارزمی اور یعقوب کندی تھے۔ حنین بن اسحاق فلسفہ کا ماہر تھا۔ اس نے کتابوں کی تلاش میں جگہ جگہ کی خاک چھانی۔ اور پھر انھیں عربی کے خوب صورت قالب میں ڈھالا۔ اس نے ایک سو سے زائد کتابوں کو ترجمہ کا لباس پہنایا۔ خوارزمی وہ ہستی ہے جس نے جبر و مقابلہ (الجبر) پر دنیا کی پہلی کتاب لکھی۔ یہ مامون کی فرمائش کا نتیجہ تھی۔ یعقوب کندی فلاسفہ عالم میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔

علم نجوم و ہیئت؛ علم نجوم کے سلسلہ میں کئی تحقیقات ہوئیں اور ایک نئی زیج وجود میں آئی جس کو زیج المامونی کہا جاتا ہے۔ یہ دنیا بھر کی زیجوں سے بازی لے گئی۔ اجرام فلکی کے مطالعہ کے لئے ایک عظیم الشان رصد گاہ قائم ہوئی جس میں ماہر ناز علماء کام کرتے تھے۔

ہیئت کے ماہرین میں خوارزمی کا نام سرفہرست تھا۔ مامون کے حکم سے زمین کی گولائی کا اندازہ کیا گیا جو ۲۲ ہزار میل نکلا۔

تابناک دور | مامون کا عہد ہر لحاظ سے بنو عباس کا تابناک ترین عہد تھا۔ منصور، مدی اور ہارون کی ان تھک مسانی کا مشترکہ ورثہ مامون کے حصہ میں آیا۔ اس نے خداداد قابلیت اور شبانہ روز محنت سے اسے چار چاند لگا دئے۔ نظم و ضبط اور انصرام حکومت کا یہ عالم کہ کوئی مجرم پوشیدہ نہ رہ سکتا اور نہ مجرم سزا سے بچ سکتا تھا۔ امن شکنی کا حوصلہ کرنا آسان نہ تھا۔ شہر آباد اور راستے پر امن تھے۔ ملک میں غلہ کی بہتات تھی اور آمدن کثیر تھی۔ احتیاج کے پھندے

ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ مامون نے ملک کے ہر حصے میں معذور، اپاہج، بیوہ، یتیم سب کے روزینے جاری کر دیئے۔ جو آدمی کام سے نہیں لگا ہوتا تھا اس کے لئے کام مہیا کیا جاتا تھا یا اسے وظیفہ ملتا تھا۔ مامون نے جب اپنے وزیر حسن بن سل کی بیٹی بوران سے شادی کی تو ۱۹ دن تک جب کہ برات وزیر کے ہاں لہان تھی چکاچوند کا عالم تھا۔ تقریباً ۵ کروڑ درہم خرچ ہوئے جن سے بغداد کے امراء و غرائب سب نے برابر حظ اٹھایا۔

حکومت کے میلان سے رعیت بھی متاثر ہوتی ہے۔ مامون اور امراء و علماء کی مساعی سے بغداد کی سرزمین سے علم و حکمت کے وہ بھرپور سوتے جوش زن ہو کر رواں ہوئے جنہوں نے صدیوں نہ صرف عالم اسلام بلکہ یورپ کے ذوق علم کو بھی سیراب رکھا۔ صنعت و حرفت نے خوب آرائشیں اور آرائشیں بہم پہنچائیں اور زندگی فرحت و مسرت کی گود میں کھینے لگی۔

عہد مامونی کی نعمتیں صرف اہل اسلام کے لئے نہ تھیں بلکہ اہل ذمہ کے لئے بھی وقف تھیں۔ بغداد میں عیسائیوں کی کثیر تعداد آباد تھی۔ یہ لوگ چین سے اپنے نو تعمیر گرجوں میں عبادت کرتے تھے۔ طب اور فلسفہ کی اقلیم پر بالعموم عیسائیوں ہی کا قبضہ تھا۔ عیسائی علماء قابل رشک مشاہرے اور صلے وصول کرتے تھے اور شاہانہ ٹھاٹھ رکھتے تھے۔

مامون کا بیرونی دنیا پر بھی بہت رعب و داب تھا۔ اس کی بڑی اور بکری فوج نے بڑے بڑے ملکوں کو ہلا دیا تھا۔ اس کو

سلہ المامون ثبلی۔

اسلامی عظمت کا بہت خیال رہتا تھا۔ ایک دفعہ شاہ روم نے اسے قیمتیں تخفیف بھیجی۔ مامون نے کہا کہ اس کے عوض دو گنا مخالف بھیجوتا کہ اسے اسلامی قلبہ کا احساس ہو۔

مامونی جلال ہمیں ولیدی عظمت کی یاد دلاتا ہے۔ ان دونوں فرماں رواؤں میں بہت حد تک مماثلت نظر آتی ہے۔ ولیدی اول کی سلطوت بھی نہ صرف مملکت کے اندر بلکہ باہر بھی مسلم تھی۔ اس کا عہد بھی فراغت اور امن و امان کا عہد تھا۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کے روزینے مقرر تھے۔ علم کی خوب گرم بازاری تھی۔

مُعْتَصِم بِاللَّهِ!

۲۱۸ھ تا ۲۲۷ھ

۶۸۳ھ تا ۶۸۴ھ

معتصم مامون کا بھائی تھا۔ اگرچہ معتصم علمی قابلیت نہ رکھتا تھا لیکن مامون نے اسے اپنی اولاد پر ترجیح دی اور اپنا جانشین نامزد کیا۔ مامون کی طرح معتصم بھی کثیر زادہ تھا۔ اس کی ماں کا نام مارودہ تھا۔ ۱۸۰ ہجری میں پیدا ہوا۔

بابک خرمی | بابک نے مامون کے عہد میں ظہور کیا تھا وہ اسے زیر کرنے میں ناکام رہا۔ اس کا مذہب نہایت تیزی سے پھیلنے لگا۔ خلق کثیر اس کی پیروی ہو گئی معتصم نے اس کے خلاف بہت بڑے بڑے لشکر بھیجے۔ خرمیہ ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے تاہم ان کا زور و شور بڑھتا

گیا۔ ۲۲۰ ہجری میں معتصم نے حیدر بن کیکاؤس کو جو افشین
 کہلاتا تھا بابک پر فوج کشی کے لئے بھیجا۔ بابک پر تیغ اور
 دشوار گزار پہاڑیوں میں رہتا تھا۔ افشین نے بہت ہوشیارمی سے
 جنگ کا نقشہ بنایا اور قلعوں اور کین گاہوں سے خوب کام
 لیا۔ بابک اور افشین کے درمیان ایک خوفناک جنگ ہوئی۔
 بابک کے ایک لاکھ سے زائد مرید ڈھیر ہوئے اور وہ برے
 حالوں اپنے شہر البند میں جا کر قلعہ گیر ہو گیا۔ افشین کو اس ہم
 پر دو برس گزر گئے۔ معتصم نے ۲۲۲ ہجری میں اس کی مدد پر
 ایک لاڈلے شکر بھیجا۔ افشین نے ابذ فتح کر کے خوب تاراج کیا۔
 بابک اپنے اہل و عیال کے ساتھ رومی سلطنت میں پناہ لینے کی
 نیت سے بھاگا۔ رستہ میں معتصم کا ایک حاکم خیر خواہی کا
 اظہار کر کے اسے اپنے قلعہ میں لے آیا اور افشین کو اطلاع کر دی
 اس کے امیروں نے آکر اسے گرفتار کیا اور افشین کے پاس
 لائے۔ افشین اسے ساتھ لے کر خلیفہ کی طرف روانہ ہوا۔ معتصم کو
 یہ خبر سن کر اس قدر خوشی ہوئی کہ افشین کے استقبال کے لئے
 اپنے بیٹے والیق کو بھیجا۔ خود پوشیدہ طور سے گیا اور ایک دو
 دن پہلے بابک کو رستہ میں دیکھ آیا۔ معتصم نے بابک کو ہاتھی پر
 بٹھا کر شہر میں پھرایا۔ پھر اس کے ہاتھ پاؤں گھڑائے۔ سر قلم
 کروایا اور بطن چاک کرنے کا حکم دیا۔ اس کا سر خراسان میں بھجوا یا
 اور جتہ اپنے پایہ تخت سامرا میں آویزاں کرادیا۔ بابک نے
 بیس برس کی مدت میں تقریباً ۲ لاکھ مسلمانوں کا خون بہایا تھا اور
 بے شمار لوگوں کو قید و بند میں ڈالا تھا۔ تقریباً ۸ ہزار آدمی افشین
 نے اس کی فلاہی سے نکالے۔ معتصم نے افشین کے سر پر تاج رکھا اور

جواہر کی مالا پہنائی۔ اسے سندھ کی ولایت عطا کی اور شاعروں کو حکم دیا کہ اس کی مدح کریں۔ بابک کے مرنے کے بعد بھی اس کا فرقہ ایک طویل مدت تک قائم رہا۔

محمد بن قاسم علوی | ۲۱۹ ہجری میں محمد بن قاسم علوی نے خراسان میں عباسی حکومت کے خلاف

تحریک اٹھائی اور ایک بڑی جماعت پیدا کر لی۔ حکومت نے متعدد معرکوں کے بعد آپ کو گرفتار کر کے مقید کر دیا۔ آپ کسی طرح فرار ہو گئے۔ بعد میں آپ پر کیا گزری آج تک معلوم نہیں ہو سکا۔

مازیار بن قارن کی بغاوت ۲۲۲ھ | طبرستان میں ایک شخص مازیار

نام نے بغاوت کا علم بلند کیا۔ اس کی بابک سے بھی ساز باز تھی۔ طبرستان عبداللہ بن طاهر کا علاقہ تھا۔ افشین عبداللہ کا زور توڑنے اور اس کی ولایت حاصل کرنے کے لئے مازیار کا دل بڑھاتا تھا۔ عبداللہ نے مازیار کے خلاف ایک لشکر بھیجا۔ طویل جھڑپوں کے بعد مازیار گرفتار ہوا۔ اس نے اعتراف کیا کہ افشین کی میرے ساتھ خط و کتابت ہے۔ عبداللہ نے اسے معصوم کے پاس بھیجا۔ اس نے مردا کر اس کی لاش کو بابک کے برابر لکوا دیا۔

افشین کا قتل ۲۲۵ھ | معصوم کے دل میں قوی شہرت تھا کہ افشین کی مازیار سے گٹھ جوڑ تھی۔ اس

کے بعد خبر رسالوں نے اطلاع دی کہ افشین بغاوت کی تیاریاں کر رہا ہے۔

۱۔ ابن کثیر ۳: ۳۰۵ ۲۔ ابن کثیر ۳: ۳۰۵ ۳۔ ابن کثیر ۳: ۳۰۵

معتصم نے اسے فوراً گرفتار کر کے ایک نہایت تنگ کمرہ میں بند کرادیا۔ معتصم نے اکابر سلطنت کی ایک مجلس منعقد کی اور انشین کو سامنے لا کر الزام لگایا کہ تم دکھاوے کے مسلمان ہو۔ باطناً ابھی تک بت پرست ہو۔ تم نے ایک امام اور ایک مؤذن کو محض اس لئے ہزار ہزار کوڑوں کی سزا دی ہے کہ انھوں نے بت کدے میں مسجد بنالی تھی۔ تمہارے پاس کلید و دامنہ کی سونے اور جواہر سے آراستہ مہتور کتاب ہے۔ عجم کے لوگ تمہیں خط لکھتے ہیں تو بندہ مجھ سے خطاب کرتے ہیں۔ تم جھٹکے کو ذبیحہ پر ترجیح دیتے ہو۔ انشین ان اعتراضات کا خاطر خواہ جواب نہ دے سکا۔ معتصم نے اسے قید میں لوٹا دیا۔ انشین نے ۲۲۶ ہجری میں وفات پائی۔ خلیفہ نے اس کا جثہ جلوایا اور خاکستر و جلد میں بہا دی۔ انشین کے بعد اس کے گھر سے سونے اور جواہر سے لدے ہوئے بت اور مجوسیت کے حق میں کتابیں نکلیں۔

مَبْرَقُ ۲۲۴ ہجری میں ابو حرب المبرقع البیمانی نے شام میں خروج کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو حرب کی غیر حاضری میں ایک لشکری نے اس کے گھر میں قیام کرنا چاہا۔ اس کی بیوی نے روکا تو لشکری نے اسے پیٹا جس کا نشان اس کی کلائی پر پڑ گیا ابو حرب گھر آیا۔ اسے یہ واقعہ معلوم ہوا تو لشکری کو قتل کیا اور پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ حکومت کی نگاہوں سے بچنے کی خاطر نقاب اوڑھے رکھتا تھا اس لئے اسے المبرقع کہتے تھے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تعلیم دیتا تھا اور خلیفہ کی مذمت کرتا تھا۔ دیات

سے ابن کثیر۔

دالوں کو اس سے بڑی عقیدت ہوئی۔ کہنے لگے یہ وہی سفیانی ہے جس کے بارے میں سنتے ہیں کہ شام پر حکومت کرے گا۔ معتم نے رفقا بن ایوب کو مہر قح کے خلاف روانہ کیا۔ اس نے دیکھا کہ مہر قح بیارہے ہیں اس کے پیروں میں تقریباً ایک لاکھ تلوارزن ہیں۔ اس نے خیال کیا کہ یہ سب کاشتکار ہیں جب کھیتی کے دن آئیں گے تو سب چل دیں گے، اس لئے مناسب وقت کا انتظار کرنا چاہیے۔ رضا کا اندازہ ٹھیک نکلا۔ جب مہر قح کے پاس ایک قبیل تعداد رہ گئی تو وہ اسے گرفتار کر کے معتم کے پاس لے گیا۔

زط کی بغاوت | زط نے بصرہ کے نواح میں ماموں کے عہد سے فتنہ و فساد برپا کر رکھا تھا۔ معتم کے عہد میں ان کے ۱۰ ہزار آدمی قید ہوئے۔ اس نے بغاوت خارج البلد کر دیا۔

عباس بن ماموں | ماموں کے بیٹے عباس نے بعض فوجی افسروں کی ترغیب میں آکر معتم کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ راز فاش ہو گیا۔ خلیفہ نے عباس کو قید کر دیا۔ کئی روز اسے بھوکا رکھا۔ پھر بہت سا کھانا اس کے آگے رکھوا دیا اس نے پیٹ بھر کر کھایا اور پانی مانگا۔ کسی نے ایک قطرہ تک نہ دیا۔ عباس پیاسا تڑپ کر مر گیا۔ معتم نے ماموں کی اولاد سے اور بھی کئی افراد کو موت کے گھاٹ اتارا۔

۱۰ ابن کثیر سے ابن کثیر
۱۱ ابن کثیر سے ابن کثیر

رومی محاذ

بابک جب اپنے شہر میں محصور ہوا تو شاہ روم کو لکھا کہ اسلامی افواج میرے ساتھ ابھی ہوئی ہیں۔ اطراف ملک غیر محفوظ ہیں۔ تمہارے لئے موقع ہے۔ لمحہ اسلامی علاقوں پر دھاوا کر دو۔ ۲۲۳ھ میں رومی شہنشاہ تو نیل بن سیناٹل ایک لاکھ سپاہ کے ساتھ نکلا۔ یہاں کے زندیقوں نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ ملطیہ اور اس کے مضافات کے مسلمانوں پر غارت کی۔ لا تعداد مسلمانوں کو قتل و قید کیا۔ ایک ہزار عورتیں اسیر ہوئیں جو مسلمان ہاتھ آئے ان کے ناک اور کان کاٹ ڈالے اور آنکھوں میں گرم سلائیاں پھر وادیں۔

معتصم کو ان حالات کی اطلاع ملی اور یہ بھی بتایا گیا کہ جب ایک ہاشمی حکومت کو رومیوں نے گرفتار کیا تو اس نے چلا کر کہا، اے معتصم میری دہائی ہے۔ معتصم نے یہ الفاظ سنے تو اپنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہی جواب دیا۔ **بیشک** **بیشک** **دیں حاضر ہوں**۔ میں حاضر ہوں) فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور تیاری کا حکم دیا۔ قاضی اور گواہوں کو بلا کر وصیت کی کہ میری جاگیر کا ایک تہائی حصہ صدقہ ہے۔ ایک تہائی اولاد کے لئے اور ایک تہائی آزاد کردہ غلاموں کے لئے ہے۔

معتصم نے چند سرداروں کو ہراول کے طور سے نہایت تیز رفتاری سے بڑھنے کا حکم دیا۔ شاہ روم کو دُور ہی سے خبر ملی تو اپنے علاقہ میں گھس گیا ان سرداروں نے واپس آ کر خلیفہ کو اطلاع کر دی۔ بابک سے فارغ ہونے کے بعد معتصم خود پھر کی گوشمالی کو روانہ ہوا۔ معتصم کی فوج گراں، سازو سامان اور

۱۔ ابن کثیر ۲۔ ابن اثیر ۳۔ ابن کثیر

آلاتِ حرب سے لدے ہوئے جانوروں نے حرکت کی تو یوں معلوم ہوا کہ پہاڑِ جنبش میں آگے ہیں۔ اس سے قبل کسی خلیفہ نے اتنے بھاری لشکر کے ساتھ کوچ نہیں کیا تھا۔ شاہِ روم خود سامنا کرنے کو آیا۔ طرسوس کے قریب فریقین چار فرسخ کے فاصلہ سے خمیہ زنی ہوئے۔ انہیں جو دوسری طرف سے آیا تھا رومی فوج کے عقب پر جانکلا۔ شاہِ روم نے لشکر کا ایک حصہ معتم کے مقابلہ پر چھوڑا اور انہیں سے لڑنے لگا۔ وہاں سے منہ کی کھا کر لوٹا تو دیکھا کہ باقی لشکر پہلے ہی منتشر ہو چکا ہے۔ اسے بھی بمانیت کی راہ تلاش کرنی پڑی۔ اسلامی عساکر یہاں سے چلے اور انقرہ کے مقام پر اکٹھے ہوئے۔ معتم نے کل فوج کو تین حصوں میں بانٹا قلب میں خود رہا اور دائیں بائیں دو دو فرسخ کے فاصلہ سے انہیں اور اشناس کو کمان سوئپ کر عدد کی سرزدین کو پامال کرتا اور ظالموں کو ان کے ظلم کا بدلہ دیتا بے روک بڑھتا گیا۔ انقرہ سے سات منزل کا سفر کر کے عموریہ پہنچا۔

عموریہ کا شہر رومی حکومت کا دل تھا۔ قسطنطنیہ سے بھی بڑھ کر اہمیت رکھتا تھا۔ آج تک مسلمان فاتحین کے قدم یہاں تک نہیں آئے تھے۔

اسلامی عساکر نے عموریہ کو گھیر لیا۔ شہر کی فصیل نہایت سنگین تھی۔ اس پر بلند اور عظیم برج تھے۔ معتم نے ایک ایک برج کے سامنے ایک ایک امیر مقرر کیا۔ شہر والے فصیل کی طرف سے مطمئن تھے۔ شہنشاہ کی مدد کا انتظار کرنے لگے لیکن

سے ابن کثیرؒ ابن کثیر۔

اس نے ان کے لئے تقدیر کی مدد کافی سمجھی۔

پچیس روز تک محاصرہ جاری رہا۔ فصیل پر سنگ باری ہوتی رہی لیکن ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ عموریہ میں ایک مسلمان عیسائیت لاکر اور وہیں شادی کر کے مقیم تھا۔ اسلامی فوج آئی تو وہ اسلام لے آیا اور ایک قابل شکست جگہ کا سراغ دیا۔ مجاہدین نے اس جگہ شگاف ڈال دیا۔ لیکن محصورین نے بڑی بڑی لکڑیوں سے اسے پیر کر دیا۔ انھوں نے شہنشاہ سے مدد کی درخواست کی۔ وہ کمک بھیجنے سے معذور تھا۔ فصیل کے گرد خندق تھی۔ اسلامی سپاہ نے اسے بھر دیا اور فصیل شکن آلات لگا کر شگاف جگہ کو اور چوڑا کر دیا۔ اس مقام کے رومی سالار نے دیگر سالاروں سے مدد طلب کی لیکن انھوں نے صاف جواب دیا کہ ہم اپنے ٹھکانوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ یہ امیر معتمم کے پاس چلا آیا۔ اسلامی لشکر تکبیر کے نعرے مارتا شگاف میں سے اندر داخل ہو گیا۔ شہر کے حاکم نے کچھ دیر مقابلہ کیا۔ لیکن آخر گلی میں تلوار ٹکائے عاجزانہ انداز سے حلیفہ کے سامنے پیش ہوا۔

معتمم کے پاس تقریباً بیس ہزار ترکی غلام ترکوں کی آمد تھے۔ یہ مادراء النہر سے منگوائے گئے تھے۔

ترک غلاموں کی اس قدر عظیم در آمد سے معتمم کا مدعا غالباً یہ تھا کہ عربوں پر خراسانیوں سے بے نیاز ہو کر اپنی حفاظت کے لئے ایک ایسا جتھہ بنائے۔ عراق کے لوگ اعتماد کے قابل نہ تھے اس لئے بنو امیہ نے اپنا مرکز حکومت شام میں رکھا تھا۔ بنو عباس عراق

نہ ابن کثیر۔ ابن کثیر۔ ابن کثیر۔

میں مقیم ہوئے لیکن مقامی آبادی کے ہاتھوں ہمیشہ پریشان رہے۔ ابو العباس نے کوفہ کو ترک کیا۔ منصور نے بغداد کا انک شہر بسایا لیکن بغداد کی آبادی کوفہ سے بھی بڑھ کر امن کی دشمن نکلی۔ یہاں عربوں کے علاوہ جمعی بھی آباد ہوئے اور مستقل گروہ بندی ہو گئی۔ ہارون نے ایک طویل مدت تک اپنا قیام رتہ میں رکھا۔ مامون نے بھی اول اول بغداد سے دور رہنا پسند کیا لیکن مجبوراً واپس آنا پڑا۔ ان حالات کے پیش نظر معتصم نے ترکوں کا سہارا لیا۔ ترکوں کی طرف اس کے رحمان کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس کی ماں ماردا ترکوں کے قیدی بغداد سے تھی۔

سامرا کی آبادی | معتصم ایک تو ویسے بھی بغداد والوں کو پسند نہیں کرتا تھا اور دوسرے اس کے بیس ہزار ترک غلاموں کو اہل بغداد کے ساتھ صلح و آشتی سے رہنا ناممکن تھا۔ ترک جاہل اور کڑھب تھے۔ گلیوں میں گھوڑے دوڑاتے پھرتے تھے۔ بار بار بچے اور عورتیں جھپٹ میں آجاتیں۔ آٹے دن کوئی نہ کوئی غلام مارا جاتا تھا۔ وہ بھی گاہے گاہے مقامی آبادی پر ہاتھ صاف کر جاتے تھے۔ ایک دفعہ نماز عید کے موقع پر ایک بڑے شخص نے گھڑے ہو کر معتصم پر سخت ہجو میں ترکوں کے خلاف اعتراض کئے کہ تم انھیں کیوں لائے ہو۔ معتصم عید کی نماز پڑھنے کے بعد بغداد واپس نہ آیا اور ایک نئے شہر کی آبادی شروع کر دی۔ یہ نہایت خوشنا شہر تھا۔ اس نے اس کا نام **سَمْرَاءَ رَامِي** جس نے دیکھا مسرور ہوا، رکھا جو مخفف ہو کر سامرا کہلانے لگا۔

فتنہ خلق قرآن | خلق قرآن کے جس فتنہ کو مامون نے اٹھایا
تھا معتصم نے اسے بیدار رکھا۔ اس نے

امام احمد بن حنبل پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔

وفات | معتصم نے آٹھ سال آٹھ ماہ اور آٹھ دن کی حکومت
کے بعد ۲۲۷ ہجری میں ۴۸ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

یہ آٹھواں خلیفہ تھا اور حضرت عباس کی آٹھویں پشت سے تھا۔
آٹھ بیٹے اور آٹھ بیٹیاں چھوڑ مرا۔ اس کو خلیفۃ المسلمین بھی کہتے
ہیں کیونکہ اس کی زندگی میں ۸ کے ہندسہ کو بہت دخل ہے یہ

والتق بالذ

۵۲۲۲ تا ۵۲۲۶

۶۸۲۶ تا ۶۸۲۶

والتق بالذ معظم کا لڑکا تھا۔ اس کا عہد کوئی خاص اہمیت
نہیں رکھتا سوائے اس کے کہ ترکوں کے قدم مزید پختہ ہوئے
اور حکومت میں ان کا دخل بڑھنے لگا۔

والتق خلق قرآن کے مسئلہ میں بہت شدید تھا۔ رات دن
اس کی تبلیغ کرتا تھا۔ مخالفین کو کڑی سزائیں دیں۔
والتق کو استغناء کا مرض ہو گیا۔ تنور پر بیٹھا کرتا تھا کہ

سے ابن کثیر سے ابن کثیر۔
تہ یعنی پیٹ میں پانی پڑ جانا۔

ورد کم ہو۔ ایک دن تنور ضرورت سے زیادہ گرم کرایا۔ جب اسے
اٹھایا گیا تو مختوری دیر بعد مر گیا۔

سے ابن کثیر۔

متوکل علی اللہ

۵۲۳۲ تا ۵۲۴۶ھ

۶۸۲۶ تا ۶۸۶۱ھ

حضرت بن معصوم اپنے بھائی واثق کی وفات کے بعد متوکل علی اللہ کے لقب کے ساتھ سندِ خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کا دور پورے سکون رہا۔ ترکوں کا عروج پہلے کی نسبت بڑھ گیا۔ ایک خزری غلام ایتاخ جسے معصوم نے ۱۹۹ ہجری میں خریدا تھا واثق کے عہد میں کئی علاقوں کی ولایت پر مامور ہوا۔ متوکل نے بھی اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ ایک رات شراب کے نشہ میں اس نے متوکل کو قتل کرانا چاہا۔ دوسرے روز معافی مانگ لی۔ متوکل نے اسے گرفتار کر کے پیسا مار دیا۔

سید ابن کثیر۔

متوکل بہت ظالم تھا۔ طرح طرح کی ایڑائیں ایجاد کرتا تھا۔
 دانش کے وزیر ابن زیات کو اس جرم میں کہ وہ دانش کے بیٹے
 محمد کو خلافت دلوانا چاہتا تھا ایک لکڑی کے تنور میں کھڑا کیا جس
 کے نیچے بیخیں نصب تھیں۔ نیشاپور کے ایک شخص محمود نام نے
 نبوت کا دعویٰ کیا۔ وہ متوکل کے پاس لایا گیا۔ اس نے کوڑے
 برسوائے تو تائب ہو گیا۔ اس کے ۲۹ پیرو تھے۔ متوکل نے حکم
 دیا کہ ہر پیرو محمود کو دس تھپڑ لگانے سے

متوکل کو اہل بیت سے بہت عداوت تھی۔ ۲۳۶ ہجری میں
 حضرت حسینؑ کا مزار اور آس پاس کے مکانات مسمار کرا کے
 اہل چلوادے اور حکم دیا کہ کوئی شخص ادھر زیارت کو نہ آئے ورنہ
 متوکل کے عہد میں معمولی بغاوتیں ہوئیں جنہیں اس نے آسانی
 سے دبا دیا۔ سوڈان کے بت پرست قبیلہ بجمہ کے لوگ مصر پر
 دھاوے کیا کرتے تھے۔ متوکل نے ایک فوج بھیجی جس نے بجمہ
 کو بہت شکن شکست دی اور اس کے بادشاہ علی بابا کو گرفتار کیا۔
 متوکل نے بجائے سامرا کے دمشق کو دار الخلافہ بنانا چاہا
 لیکن یہاں کی آب و ہوا خوش نہ آئی تو سامرا لوٹ آیا۔
 متوکل نے ماتوزہ کا شہر آباد کیا۔ اس کا نام متوکل کی رکھا۔
 متوکل نے ایک نیک کام یہ کیا کہ غلبی قرآن کے بارہ میں
 مناظرت منع کر دئے۔ احمد بن ابی دواد کو جو معتزلہ کا سرخیل
 تھا سرکاری ملازمت سے معزول کیا۔ اس پر تادان لگا کر کنگال
 کر دیا اور سامرا سے ذیل کر کے بغداد بھیجوا یا۔ احمد بن ابی دواد پر فالج گرا

صلہ ابن کثیر صلہ ابن کثیر صلہ ابن کثیر صلہ ابن کثیر

اور وہ چار برس بیمار رہ کر مر گیا۔

متوکل کا قتل | متوکل اپنے بڑے لڑکے منتصر کے خلاف ہو گیا۔ ایک دفعہ سرور بار اسے تھپڑ لگانے

اور اس کی ولی عہدی منسوخ کر دی۔ منتصر نے چند ترک افسروں سے سازش کی۔ انھوں نے دوسری رات متوکل کو قتل کر دیا۔

متوکل کے قتل کے نتائج | منتصر نے طیش میں آکر اپنے باپ کا قصہ تو تمام کر دیا

لیکن اس کے نتائج نہ صرف اس کے لئے بلکہ تمام مملکت کے لئے نہایت کھردراتاں نکلے۔ ترک خلیفہ پر چھا گئے۔ سب امور خود سنبھال لئے۔ خلیفہ ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بن کر رہ گیا۔ خلفاء نے ترکوں کی طاقت اتنی بڑھا دی تھی کہ کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کے منہ آئے۔ خلیفہ کے کمزور پڑنے سے وسیع مملکت کا نظام مختل ہو گیا اور مرکزیت ختم ہو گئی۔ امراء حصے بخرے کرنے لگے۔ اگرچہ عباسی خلافت کا نام مزید چار صدی تک چلتا رہا لیکن اس سے حقیقی دور ایسی نکلی کہ نوٹ کرنے آسکی۔

متوکل کے ساتھ بنو عباس کی تاریخ کا زریں دور ختم ہوتا ہے۔

سید ابن کثیر رحمہ اللہ ابن اثیر۔ دول الاسلام

A Text Book for BA Students

multimediale
one chapter is studied
on 22 Dec. starting further
from the same date.

— Jay

بنو عباس

دوسرا دور

۶۵۵ تا ۶۵۵ ہجری

بنو عباس کے دوسرے دور میں خلفاء بہت کمزور پڑ گئے اور خود مختار خاندانوں نے تسلط قائم کر لیا۔ اس لئے الگ الگ خلیفہ کی ترتیب سے تاریخ لکھنے کے بجائے یہ زیادہ موزوں نظر آتا ہے کہ اس دور کا ایک عام جائزہ لے کر حکمران خاندانوں اور علمی اور سیاسی تحریکوں کی الگ الگ داستان لکھی جائے۔

اس دور میں مندرجہ ذیل خلفاء ہوئے :-

۲۴۷ تا ۲۴۸	مقتدر باللہ
۲۴۸	مستعین باللہ
۲۵۱	معتز باللہ
۲۵۵	متدی باللہ
۲۵۶	معتد علی باللہ
۲۶۹	معتض باللہ
۲۸۹	مکتفی باللہ
۲۹۵	مقتدر باللہ
۳۲۰	قاہر باللہ
۳۲۱	راضی باللہ
۳۲۲	متقی باللہ
۳۲۹	مستکفی باللہ
۳۳۳	
۳۳۴	

مطعم بالله	۲۳۳	۲۶۳	هجری
طایح بالله	۲۶۳	۲۸۱	"
قادر بالله	۳۸۱	۲۴۲	"
قائم بامر الله	۲۲۲	۲۶۶	"
مقتدی بامر الله	۲۶۶	۲۸۶	"
مستظهر بالله	۲۸۶	۵۱۲	"
مسترشد بالله	۵۱۲	۵۲۹	"
راشد بالله	۵۲۹	۵۳۰	"
مقتفی لامر الله	۵۳۰	۵۵۵	"
مستنجد بالله	۵۵۵	۵۶۶	"
مستضی بامر الله	۵۵۶	۵۶۵	"
ناصر لدين الله	۵۶۵	۶۲۲	"
ظاهر بامر الله	۶۲۲	۶۲۳	"
مستنصر بالله	۶۲۳	۶۴۰	"
مستعظم بالله	۶۴۰	۶۵۶	"

در شان اسلام

طائرانہ نگاہ

ہم سابقہ صفحات میں دیکھ چکے ہیں کہ بنو عباس کے دورِ اول میں عجمی عناصر عربی اثرات پر غالب آ گئے اور فکر و نظر کی آزادی کی اسلامی تعلیمات کی سادگی کو چیلنج کرنے اٹھی۔ تفرقہ بازی اور فساد انگیزی کے بوٹے سلہانے اور برگ و بار لانے لگے۔ ہارون اور مامون کے دور میں کچھ بے احتیاطی اور بے اعتدالی ہوئی۔ نتیجہ یہ کہ تعمیر کی تیز رفتار ہوا اپنے ساتھ تخریب کے بیج بھی اڑا لائی۔ یہ دونوں فرماں روا کوہ و قارِ شخصیتوں کے مالک تھے۔ انھوں نے حالات کو سنبھالنے رکھا لیکن ان کے بعد عباسی عظمت کے پائے لڑکھڑا گئے۔

ترک گردی

ترکوں نے بساطِ سیاست پر قدم رکھا تو علاقائی اور قبیلوی عصبیتوں میں ایک اور معتد بہ اضافہ ہوا۔ خود ترکوں کے اندر بھی گروہ بندی تھی۔ یہ لوگ تمدن کی دنیا میں نئے نئے آئے تھے۔ ان سے سیاسی خدمت کی توقع عبث تھی۔ نظم و نسق پر حاوی ہوتے ہی اسے تباہ کر ڈالا ان میں نہ کوئی ابو مسلم خراسانی تھا اور نہ عبد اللہ بن طاہر۔ ان کے سالار افشین اور اشناس نرے بے شعور تھے۔ مقتضی نے ترکی غلاموں کو دیباچ کے لباس اور طلائی پیٹیاں تو پہنا دیں لیکن حکومت کے آداب نہ سکھا سکا، انھوں نے جب سامرا پر تسلط حاصل کیا اور دنیا کی نعمتیں دیکھیں تو ان کی دل فریبیوں سے مسحور اور حرص سے مغلوب ہو کر رہ گئے۔

بنو عباس کا عمید زوال متوکل کے بیٹے اور جانشین کے ساتھ شروع ہوتا ہے۔ اس نے ترکوں کی مدد سے باپ کو قتل کیا تھا ترک پہلے روز سے اس پر جھاگیے اور اسے بے دست و پا کر دیا وہ اس بے بسی پر راضی نہ تھا۔ اس نے ترکوں کا زور توڑنا چاہا انھیں معلوم ہوا تو اسے رستہ سے ہٹا دیا اور یوں کہ خلافت کے چھ ماہ بعد منتصر بیمار پڑا۔ ترکوں نے طیب کو اشارہ کیا کہ اس کا کام تمام کر دو۔ اس نے زہر آلود نشر سے ان کی خواہش پوری کر دی۔ ترکوں نے اب اپنی مرضی کا خلیفہ بنایا۔ اس کا لقب مستعین باللہ تھا۔ ترکوں نے اسے اپنا دست نگر بنا لیا۔ ان کے سردار عیش و عشرت میں بسر کرتے تھے اور سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتے تھے۔ خلیفہ مستعین اور اس کے اقرباء تنگی میں بسر کرتے تھے۔ مستعین کا کچھ بس نہیں چلنا تھا عاجز

آ کر سامرا سے بھاگا لیکن ترکوں کی کمند سے گردن نکالنا مشکل تھا انھوں نے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ اس کی فضا بگڑ گئی۔ بد نظمی روز بروز بڑھنے لگی اور خزانہ کی حالت دگر گوں ہو گئی۔

خلیفہ معتز (۲۵۱ - ۲۵۵) نے ترکوں کا غلبہ مٹانے کے لئے یہ حیلہ کیا کہ مغاریہ اور فراغہ وغیرہ کے قبائل سے سپاہی بھرتی کیے لیکن اس کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔ ترکوں نے تنخواہ مانگی۔ خزانہ خالی تھا۔ انھوں نے معتز کو بر سر عام چلیپاتی دھوپ میں پتی زمین پر نئے پاؤں کھڑا کیا۔ اس کے منہ پر طماچے مارے اور سنگدلانہ عذاب دے دے کر ہلاک کر دیا۔ معتز کی ماں نے جو اصل کی بوٹی تھی بے اندازہ دولت جمع کر کے چھپا رکھی تھی۔ بیٹے کو آنکھوں کے سامنے عذاب میں مرتے دیکھا لیکن پونجی نہ نکالی۔ ترکوں نے پھر اس کی بھی خبر لی اور شہر بدر کر دیا۔

خلفاء ترکوں کے چنگل سے نکلنے کے لئے برابر سرٹکتے اور جان لڑاتے رہے مہمدی (۲۵۵ - ۲۵۶) ایک دین دار اور عوام پرست خلیفہ تھا۔ وہ بھی ترکوں کو زیر کرنے کی کوشش میں بے دردی سے ہلاک ہوا۔ اس کے قتل کی صحیح کیفیت معلوم نہیں لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا گلہ بنجر سے زخمی کیا گیا۔ ایک ترک امیر نے اپنے چھیرے بھائی کے قتل کے انتقام میں زخم پر منہ رکھ کر خون پیایا۔

سامرا ترکوں کا گڑھ تھا۔ ان سے آزاد ہونے کی ایک سبیل یہ تھی کہ اس کو دار الخلافہ نہ رہنے دیا جائے۔ خلیفہ معتز

(۲۵۶ - ۲۷۹) سامرا کو خیر باد کہنے میں کامیاب ہوا اور بغداد میں مقیم ہو گیا۔ اس کے بعد بغداد ہی دارالخلافہ رہا۔ ترک اب یہاں نیچے لیکن وہ پہلا سا زور و شور نہ تھا۔

مقتدر باللہ (۲۷۹ - ۲۸۹) بنو عباس کے بہترین خلفاء میں سے تھا۔ اس نے ترکوں کی گرفت توڑ دی۔ فتنہ و فساد مٹا دیا۔ عدل و انصاف بحال کیا اور خزانہ معمور کر دیا۔ الغرض بنو عباس کی عظمت رفتہ کی تصویر دکھا دی۔ اس کے جانشین مکتفی باللہ (۲۸۹ - ۲۹۵) کا عہد نسبتاً پرس امن تھا اور حکومت خاصی مضبوط تھی ناصر الدولہ ہمدانی نے خلیفہ سے سرکشی کرنی چاہی لیکن ناکام رہا۔ تاہم یہ کایا پلٹ عارضی تھی۔ ۲۹۶ ہجری میں جب کہ مقتدر باللہ (۲۹۶ - ۳۲۵) خلیفہ تھا بنو فاطمہ نے مصر میں خلافت قائم کر لی جو بعد میں آہستہ آہستہ حجاز پر بھی چھا گئی۔ ان کے مقابلہ کی خاطر خلیفہ بغداد امراء کی مدد کا محتاج ہو گیا اور ترکوں کی نئے سرے سے بن آئی۔

اس اثناء میں صاحب الزنج اور قرامطہ کے خونخوار فتنے اٹھے جن کے سبب سے مرکز خلافت پھر نیم جان ہو گیا، شخص علی صاحب الزنج | قید عبدالنقیس میں ایک شعبدہ باز شخص علی بن محمد بن عبدالرحیم تھا۔ وہ ابتداء خدمت

پیشہ تھا۔ اس نے الہام اور نصرت خداوندی کا دعویٰ کیا اس کی شعبدہ باز یوں کو دیکھ کر ضعیف الاعتقاد لوگ اس کے پیرو ہو گئے۔ عراق میں حبشی غلاموں کی بہت کثرت تھی۔ انہوں نے آزادی حاصل کرنے کے لئے اس کا ساتھ دیا۔ ان حبشیوں (زنج) کی وجہ سے علی بن محمد صاحب الزنج کہلایا اس کے پیرووں کی تعداد گو بہت زیادہ

نہ تھی لیکن مار دھاڑ میں اسے بہت کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ صاحب الزنج نے ۲۲۵ سے ۲۴۰ ہجری تک تقریباً ۱۴ برس عرب اور عراق میں آگ اور خون کا کھیل رچائے رکھا۔ ۲۵۴ ہجری میں وہ بصرہ میں داخل ہوا۔ گورنر بھاگ نکلا۔ زنگیوں نے متعدد گھر راکھ کر دئے۔ جامع بصرہ میں بھی آگ لگائی۔ کئی روز اہل اسلام کا خون بہتا رہا۔ انسانوں، حیوانوں اور فصلوں کو بے دریغ جلایا۔ دور دور تک کھیتوں میں راکھ اڑتی تھی۔ اس کے ہاتھ سے بڑے بڑے علماء اور محدثین شہادت کا جام پی گئے۔

صاحب الزنج کے ایک پہاڑی شہر کا نام مکہ تھا۔ ۲۶۶ ہجری میں اس کے پیرو کعبہ کا غلاف اتار کر لے گئے۔ ۲۷۰ ہجری میں متعدد ریزہ جنگوں کے بعد صاحب الزنج ایک معرکہ میں قتل ہوا اور ۲۷۲ ہجری تک اس کی جماعت کا صفایا ہوا۔

قرامط | انہی ایام میں قرامط نے سر نکالا۔ یہ لوگ ۲۷۸ ہجری میں منظر عام پر آئے۔ انھوں نے صاحب الزنج کی طرح ایک نئے مذہب کی طرح ڈالی۔ انھوں نے امن و امان کو جس طرح غارت کیا اس کی داستان بہت دردناک ہے۔

قرامط کا بانی ایک شخص حمدان قرامط تھا۔ یہ کوفہ کے علاقہ میں نہرین کے موضع میں رہتا تھا۔ بہت زاہد اور عبادت گزار تھا۔ محنت مزدوری کر کے پیٹ پالتا تھا۔ لوگوں کو امام مہدی کی طرف دعوت دیتا تھا۔ اس کے عقائد بہت عجیب تھے جن میں سے ایک عقیدہ یہ تھا کہ دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہیں۔

لے ابن کثیر۔

عراق کے محنت کش اور غربت زدہ کاشتکاروں کو جب حمدان بن اشعث نے یہ مُژدہ سنایا کہ امام مہدی ظہور کر کے دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے اور تمہارے مصائب مٹ جائیں گے تو وہ جوق در جوق اس کے پیرو ہو گئے۔

لوگ پچاس نمازوں میں مشغول ہوئے تو کام کاج سے رہ گئے۔ اس علاقہ میں ایک رئیس ہبیم نام تھا۔ اس نے دیکھا کہ زمینوں کی آمدن گھٹ گئی ہے اور اس کا سبب حمدان قرمط ہے تو اسے پکڑ کر قید میں ڈال دیا۔ ہبیم کی لونڈی کو ترس آیا اور اس نے حمدان کو رہا کر دیا۔ حمدان نے اپنی رہائی کو کرامت کے طور سے پیش کیا اور یہ خیال پھیلایا کہ کوئی شخص مجھے گزند نہیں پہنچا سکتا۔ کچھ مدت بعد اسے پھر اپنی جان کا خطرہ ہوا۔ بھاگ کر شام کے نواح میں پہنچا۔ اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہ لگی۔ حمدان نے بعد میں عبید اللہ المہدی سے سرکشی اختیار کر لی تھی۔ غالباً اسی کی پاداش میں مارا گیا۔ اس کے بعد اس کا بنوئی عبدان جانشین ہوا۔ اسے بھی عبید اللہ المہدی نے مروا دیا۔ عبدان کے عہد تک کوفہ کی قریبی وادیوں میں یہ تحریک پھیل گئی۔ حمدان کو قرمط کیوں کہتے تھے؟ اس کے کئی اسباب بتائے جاتے ہیں۔ مثلاً :-

۱۔ حمدان اصلاً ہواز کا باشندہ تھا۔ وہاں سے سفر کر کے کوفہ کے نواح میں آباد ہوا۔ ایک دفعہ حمدان بیمار پڑا۔ پرولیس میں کوئی تیمار دار نہ تھا۔ رستہ میں پڑ گیا۔ ایک شخص اٹھا کر

گھر لے گیا اور دیکھ بھال کی۔ یہ شخص کریمیتہ (سرخ آنکھوں والا) کہلاتا تھا۔ بعد میں جب حمدان روپوش ہوا اور اس کی کوئی خبر نہ لگی تو لوگ اسے بھی کریمیتہ کے نام سے یاد کرنے لگے بلکہ کریمیتہ کا لفظ معرب اور مخفف ہو کر قرمط ہوا۔
یہ نظریہ درست نظر نہیں آتا۔

۲۔ قرمط کے عربی میں معنی ہیں تنگ لکھنا یا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر تیز چلنا۔ حمدان غالباً ان میں سے کوئی وصف رکھتا تھا اس لئے قرمط کہلایا۔

۳۔ حمدان دراصل کوفہ ہی کا باشندہ تھا۔ حسین اہوازی کی تحریک سے اسماعیلی دعوت قبول کی۔ حمدان کے پاس بیل تھے جن پر غلہ ڈھوتا تھا، اس لئے کریمیتہ یا قرمیطہ (بیل پر سوار ہونے والا) کہلایا۔

۴۔ قرمطونہا کے معنی ہیں: مکار، فریب کار۔ یہ نام مخالفین نے دیا ہے۔

۵۔ کریمیتہ یا قرموط جنوبی عراق میں دیہاتی یا کاشتکار کو کہتے تھے۔ قرامط اکثر کاشت کار تھے اس لئے یہ نام ملا۔
قرامط سے قرمطی بطور واحد کے آتا ہے۔

قرامط کے عقائد ایک نیچ پر نہ رہے۔ شیعہ کے مختلف غالی فرقوں کے علاوہ خوارج، بابک، سارہ پرستوں وغیرہ سب

۱۔ ابن اثیر ۲۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر ۳۔ المنجد ۴۔ ابن اثیر۔
ابن خلدون الفاظ مقرنیہ ۵۔ مقرنیہ ص ۳۰ طبع مصر ۱۹۲۸
۶۔ رائز آف فاطمہ آئی ونو

سے انھوں نے نظریات اکٹھے کئے لہذا ان کے کئی نام پڑ گئے۔ ان کے عقائد میں سرعت سے تبدیلی آئی۔ مثلاً یہ کہ کل چار رکعت نماز فرض ہے، دو رکعت طلوع آفتاب سے قبل اور دو مغرب کے بعد۔ احمد بن محمد بن حنفیہ اللہ کے رسول ہیں۔ قبل بیت المقدس ہے۔ سال میں صرف دو روزے فرض ہیں۔ شراب حلال ہے۔
مزدک کو بھی پیغمبر مانتے تھے۔

حمدان نے نہایت قبیح قسم کی اشتراکیت کا اصول وضع کیا جس کا نام الفت رکھا۔ ہر آبادی کا مال ایک مختار کے پاس جمع ہوتا تھا جس سے سب قرامط کی مدد کی جاتی تھی۔ اسلحہ کے سوا ذاتی ملکیت کی اجازت نہ تھی۔ اس اشتراکیت میں کچھ حیا سوز باتیں بھی تھیں۔

یہ تحریک بظاہر محمد بن اسماعیل کے نام سے اٹھی۔ لیکن اسماعیلیت کی سنجیدہ تحریک سے اس تحریک پسند گروہ کو جوڑنا درست نظر نہیں آتا۔ زبان سے مدی کا نام بیٹے تھے لیکن یہ ان کا فریب تھا۔ مدی جب سلمیہ کے شہر سے نکلے تو قرامط نے ۲۹۱ ہجری میں ان بنو ہاشم کو جو سلمیہ میں مقیم تھے تہ تیغ کر دیا۔

۱۔ ابن کثیر ۱۱-۶۲ ابن خلدون

۲۔ ابن اثیر۔ العاظ مقریزی

۳۔ ابن کثیر ۱۱ مقریزی

۴۔ دیکھو ابن کثیر ۱۱

۵۔ رائز آف فاطمہ

قرامطہ کی دو اہم شاخیں تھیں :

۱۔ قرامطہ شمال یعنی عراق و شام کے قرامطہ :

زکرونیہ بن عمرویہ اور اس کے بیٹے ان کے سربراہ رہے۔ زکرونیہ،
عبدان کا مبلغ تھا۔

۲۔ جنابئیہ :

یہ بحرین، احساء اور بحر میں تھے۔ ان کی سیادت ابو سعید جنابی
اور اس کی اولاد کے پاس رہی۔

قرامطہ شمال

ان کے پیشوا زکرونیہ بن عمرویہ نے عبدان کے بعد زمام
اختیار سنبھالی۔ اس کے چار بیٹے تھے :- یحییٰ، محمد، احمد اور
حسین۔ زکرونیہ خود بارہ برس روپوش رہا پہلے اس کا بیٹا یحییٰ قائد
ہوا۔ یہ صاحب الناقہ داؤنٹی والا کہلاتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا
کہ میری داؤنٹی خدا کی طرف سے مامور اور منصور ہے۔ اسے
الشیخ بھی کہتے تھے۔ یہ ۲۹۰ ہجری میں مارا گیا۔ احمد اور محمد
بھی کام آچکے تھے۔ اب ان کا سب سے چھوٹا بھائی حسین
سرگروہ ہوا۔ اس کے چہرے پر ایک خال (تل) تھا جسے
یہ نشان خداوندی بتاتا تھا۔ لوگ اسے صاحب الخال یا
صاحب الشامہ (داغ والا) کہتے تھے۔ صاحب الشامہ کو
شاہی افواج نے ۲۹۱ ہجری میں گرفتار کیا اور اس کا صفایا
کر دیا۔ ۲۹۳ ہجری میں زکرونیہ خود ظاہر ہوا اور اگلے برس
مارا گیا۔

۱۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی۔

زکرویہ اور اس کی اولاد نے عراق و شام میں ہزاروں کا
خون بہایا۔ بنو ہاشم سے بھی دریغ نہیں کیا۔ زکرویہ نے ۲۹۴
ہجری میں حاجی قافلوں کی راہ روکی۔ راہ میں پانی کے جس قدر
چشمے تھے برباد کر ڈئے اور حجاج کو بے دردی سے تہ تیغ کیا۔
زکرویہ کے مرنے کے بعد قرامطہ کا زور ٹوٹ گیا۔ لیکن راہ
کے نیچے دبی ہوئی چنگاریاں مدت تک جاگتی رہیں۔

جسٹا بیہ

تظیف، ہجر اور بحرین کے علاقے میں قرامطہ کی تعداد
بہت بڑھی۔ ۲۸۱ ہجری میں ایک شخص یحییٰ بن مہدی نے
اعلان کیا کہ مہدی موعود ظہور کرنے والے ہیں۔ انھوں نے
مجھے داعی بنا کر بھیجا ہے۔ یحییٰ کو ایک بہت کام کا پیرو ملا
یہ ابو سعید حسن بن بہرام تھا جو خلیج فارس کے ایک ساحلی
گاؤں جنابہ کا باشندہ ہونے کی وجہ سے جنابی کہلاتا تھا۔
پہلے صاحب الزنج کا پیرو تھا۔ یحییٰ کو بحرین سے بھاگنا
پڑا تو قیادت اس کے ہاتھ میں آئی۔ اس کی طاقت اتنی بڑھی
کہ ۲۸۷ ہجری میں زبیرین عراق تک چھا گیا اور شاہی فوج
کو شکست دی۔ ابو سعید ۳۰۱ ہجری میں اپنے ایک خادم کے
ہاتھوں مارا گیا۔ اس کا بڑا بیٹا سعید جانشین ہوا لیکن اس
کے بھائی ابو طاہر سلیمان نے غلبہ حاصل کر لیا۔ اس نے
تحریک میں نیا جوش پیدا کیا اور دارالہجرت بنایا۔ اس نے

۱۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی
۲۔ انعاظ مقریزی حاشیہ ص ۲۱۲

کئی بار حاجیوں کی راہ روکی۔ ۳۱۱ ہجری میں اچانک بصرہ میں داخل ہو کر قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور جامع مسجد کو آگ لگا دی۔ کوفہ پر بھی کئی دن قبضہ رکھا۔

ابو طاہر نے ۳۱۷ ہجری میں صرف نو سو آدمیوں کے ساتھ حج کے دنوں مکہ پر حملہ کیا۔ بے شمار حاجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ شہر کو لوٹا۔ کعبہ کا دروازہ اکھاڑا۔ براسود کو دیوار سے نکال لیا، غلاف کعبہ اتارا، اسے چاک چاک کیا اور فوج پر بانٹ دیا۔ اس کے بعد کئی سال تک حج نہ ہو سکا۔ مصر کے فاطمی خلیفہ کو علم ہوا تو اس نے ابو طاہر کو ناراضی کا خط لکھا اور حکم دیا کہ حجر اسود کو اپنے ٹھکانے لے جا کر نصب کرو۔ ابو طاہر کی وفات کے تقریباً چھ برس بعد ۳۳۹ ہجری میں بائیس برس کعبہ سے دور رہنے کے بعد ہجر اسود واپس ہوا۔

حسن بن احمد جنابی نے جو ۳۸۹ ہجری میں قرامطہ کا سردار ہوا بنو عباس کی تحریک پر بنو فاطمہ سے حکومت چھیننے کے لئے مصر پر ناکام حملہ کیا۔ وہ انھیں بنو فاطمی نہیں تسلیم کرتا تھا۔ ابو طاہر کے بعد قرامطہ کا زور گھٹ گیا۔ بحرین وغیرہ کے علاقوں میں ۳۷۵ ہجری تک ان کا خاتمہ ہو گیا۔ قرامطہ کی تحریک ایک طویل عرصہ تک باقی رہی۔

۱۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی ۳۱۶ ھ۔ ابن خلدون
۲۔ ذہبی۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر ۳۔ جمیع اللہ الممدی ص ۸۶ حاشیہ
۴۔ ابن خلدون۔

۲۵۵، بحری میں ان کا یمن پر قبضہ ہوا۔ وہاں انھوں نے تقریباً
۸۱ برس حکومت کی۔ لیکن دیگر علاقوں میں بھی یہ لوگ وقتاً فوقتاً سر اٹھانے
رہے۔

قراٹھ کی تحریک کو ہم غور سے دیکھتے ہیں تو اس میں خیر کا
کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ اس تحریک نے حکومت کے استحکام کو شدید
نقصان پہنچایا۔ یورپ کے بعض مؤرخ قراٹھ کو آفرین کہتے ہیں
اور انھیں ترقی پسند گروہ شمار کرتے ہیں لیکن یہ بات ہمارے سمجھنے
کی ہے کہ قراٹھ ایسے گروہوں کی نقاب کشائی کر کے ہم ان
کی صحیح تصویر پیش نہ کریں تو اس سے اسلامی نظریات مجروح ہوں
گے۔ کاروانِ قدن کے ان مشعل برداروں کی ترقی پسندی کا کچھ
ذکر سطورِ بالا میں آچکا ہے۔ اس مختصر کتاب کے صفحات مزید
تفصیل کے حامل نہیں ہو سکتے۔

صاحب الزنج اور قراٹھ ہی
پر بس نہ تھا۔ فتنہ و فساد کی آگ

افتراق کی مزید لہریں

بھڑکانے والے اور بھی کئی گروہ تھے۔ خوارج کو بھی جب موقع
ملا شورش اٹھانے سے نہیں چوکتے تھے۔ عجم کے علاقہ میں نوبہ نو
مذہب نمودار ہوئے۔ کوئی عیار نبوت کا دعویٰ لے کر اور کوئی
خدائی کا مدعی بن کر اٹھتا تھا اور ملک کی سالمیت پر چرکے
لگاتا تھا۔

شاہراہوں پر قزاق منڈلاتے رہتے تھے اور حجاج کے قافلوں
سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔

عرب وائے یکسو تھے۔ اٹھتے تھے تو آپس ہی میں لڑ بھیتے تھے۔ انھیں اہل ایران نے حکومت سے بے دخل کیا تھا۔ ایرانیوں کا جب تک زور رہا خلافت کی شان قائم تھی لیکن اب ترکوں نے میدان عمل ان سے چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔

مرکزیت کی روح بیمار پڑ گئی اور طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا۔ جس امیر کا جہاں بس چلتا تموار سنبھال کر قابض ہو بیٹھتا۔ اس کی حکومت جم چکتی تو خلیفہ کی طرف سے فرمان حکومت صادر ہو جاتا۔ خلیفہ معتز نے کرمان کا پروانہ حکومت بیک وقت یعقوب لیث اور علی بن حسین کو دیا۔ انھوں نے لڑ کر فیصلہ کیا۔ ان دنوں ملک کے حصوں بحروں کا یہ حال تھا کہ ۲۷۰ ہجری میں طبرستان اور افریقیہ میں علویوں کی دو خود مختار حکومتیں تھیں۔ مملکت میں ان کے علاوہ پانچ نیم مختار سلطنتیں تھیں جو خلیفہ کی سربراہی کو صرف رسماً تسلیم کرتی تھیں۔ ان کے نام یہ ہیں :-

بنو سامان (فرغانہ میں)

طاہریہ (خراسان میں)

صفاریہ (سجستان، کرمان اور فارس میں)

بنو طولون (مصر و شام میں)

بنو اغلب (افریقیہ میں)

اگرچہ ان سلطنتوں کے اندرونی انتظامات پختہ اور عمدہ تھے

لیکن ان کے باہمی روابط کی تاریخ اڑ بس افسوس ناک ہے۔ سلاطین

ایک دوسرے کو ہڑپ کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ قومی مصلحت

ذاتی اغراض پر بار بار قربان ہو جاتی تھی۔

رہے ترک تو ان کے سامنے ملی بیبود ایک طرف فرقہ دارانہ

نقطہ نظر سے بھی کوئی بلند نصب العین نہ تھا۔ ان کی کارگزاریاں محض زراندوزی اور لشکر گردی تک محدود تھیں۔ کسی نہ کسی فریق سے ورنہ آپس ہی میں لڑتے جھگڑتے اور خون ریزی کرتے رہتے تھے۔ خلیفہ کی جان ہر ہمتی رہتی تھی۔ ترک بچے کتنے ہی خلقاء کی زندگیوں سے کھیل گئے۔ یہ خونِ ڈرامہ مستنصر کے عہد سے شروع ہو کر مدت تک وقتاً فوقتاً پیش ہوتا رہا۔ مقتدر باللہ (۲۹۵ تا ۳۲۰) کے ایک غلام مونس نامی نے اتنی طاقت پکڑی کہ خلیفہ پر حکم چلانے لگا۔ ایک بار ناراض ہو کر اسے اہل و عیال سمیت گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد صلح ہو گئی لیکن پھر کشیدگی پیدا ہوئی اور جنگ کی نوبت پہنچی۔ خلیفہ میدانِ جنگ میں کام آیا۔ مونس نے ان کی نعل سے کپڑے اتروا لئے اور اسے برہنہ اور بے گور و کفن رہنے دیا۔ ایک راہ گیر نے گھاس سے ڈھانپ کر دفن کیا۔ مقتدر بے شک عیاش تھا لیکن اس سلوک کا مستحق نہ تھا۔ اس اندوہناک واقعہ نے خلافت کے شیشہ حرمت کو پاش پاش کر دیا۔ اندلس کے اموی حکمران اس سے قبل فقط امیر کسلانے پر قانع تھے۔ اب انھوں نے امیر المومنین اور خلیفہ کے لقب اختیار کیے۔

ترکوں نے قاہرہ باللہ (۳۲۱، ۳۲۲) اور متقی (۳۲۹، ۳۳۳) کو معزول کر کے ان کی آنکھوں میں سلاٹیاں پھیریں۔ بنو بویہ نے خلیفہ مستغنی کو سبکدوش کر کے اندھا کر دیا۔ فلک کی آنکھ نے ان تینوں معزول اور نابینا خلقاء کو بیک وقت بغداد کے شہر میں دیکھا بلکہ یہ عبرت خیز نظارہ بھی کیا کہ قاہرہ باللہ جامع بغداد میں لوگوں سے سوال کر رہا ہے۔

خلیفہ کا اقتدار صرف بغداد اور اس نے نواح تک رہ گیا تھا۔

اس کا اہم ترین عہدہ دار وزیر تھا۔ مالیات اور میزانیہ کا توازن اسی کے ذمے ہوتا تھا۔ وزیر کے پاس چونکہ فوجی اختیار نہ تھا، اس لئے خلیفہ اس کے خلاف آسانی سے تادیبی کارروائی کر سکتا تھا۔ آٹے دن وزارت بدلتی تھی۔ وزیر معزول ہوتے تو بار بار ان پر تاوان لگتے اور خلیفہ ان کا گھر بار لٹوا دیتا تھا۔ امیر الامراء کا منصب قائم ہونے پر خلیفہ کے وزیر کا عہدہ محض رسماً رہ گیا۔

امیر الامراء | صوبائی یک جہتی اور نظم و نسق کی بحالی کے لئے ایک نہایت خوش نام تجویز سامنے آئی یہ امیر الامراء

(سالارِ اعلیٰ) کے عہدہ کا قیام تھا۔ خلیفہ راضی باللہ (۳۲۲، ۳۲۹) نے ۳۲۲ ہجری میں امراء و سلاطین کو زیر تصرف لانے اور ان سے براہ راست جنگ آزمائی سے بچنے کے لئے یہ عہدہ قائم کیا۔ سب سے پہلے واسط کا والی ابن رائق اس عہدہ پر مامود ہوا۔

امیر الامراء کے پاس ایک مضبوط فوج ہوتی تھی۔ اخراجات چلانے کے لئے اسے وسیع علاقے دے جاتے تھے۔ امیر الامراء بغداد میں مقیم رہتا تھا اور اس کا خطبہ ملک بھر میں پڑھا جاتا تھا۔ اگرچہ نظری لحاظ سے یہ نہایت عمدہ تجویز تھی لیکن عملاً اس عہدہ

کی وجہ سے مقصود حاصل نہ ہو سکا۔ صوبوں کے والی اور خود سر ہو گئے۔ انتشار اور بد حالی میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس عہدہ کے قیام کے دس برس میں کئی امیر الامراء بدل گئے۔ اس کے بعد بنو بویہ نے یہ عہدہ سنبھالا۔ وہ بھی اس کے فرائض بجالانے میں ناکام رہے۔ اٹا خلیفہ پر مسلط ہو کر اسے کٹھ پتلی بنا ڈالا۔

بنو بویہ عجمی تھے۔ انھوں نے ترکوں کا زور ختم کرنے کی کوشش کی لیکن آخر کار خود ان کے زیر اثر آ گئے۔ اب نیم مختار سلاطین کو

سرنگوں کرنا آسان نہ تھا۔

آل بُوَیَہِ شیعہ تھے اس لیے ان کے دل میں بنو عباس کا احترام نہیں تھا۔ انھوں نے پہلے خلافت اہل بیت میں منتقل کرنا چاہی لیکن ذاتی مصالح کی خاطر بنو عباس کو بحال رہنے دیا۔ خلیفہ کے سب اختیارات سلب کر لئے اور اس کی تنخواہ مقرر کی۔ امیر الامراء خلیفہ کے برابر بیٹھتا تھا۔ خلیفہ کا دائرہ حکومت صرف بغداد اور اس کے مضافات تک رہ گیا۔ اس کے وزیر کی حیثیت محض ایک سیکرٹری کی تھی جو خلیفہ کی جاگیروں کی دیکھ بھال کرتا تھا۔

بنو بویہ کے عہد میں بے شک خلافت کا وقار بحال نہ ہوا لیکن اتنا ضرور تھا کہ ترک جس آزادی سے خلفاء کی عزت سے کھینچتے تھے وہ ختم ہو گئی۔

۳۶۳ ہجری میں مکہ میں فاطمی خطبہ رائج ہو گیا۔ یہاں سلا جتھ کے آنے کے بعد ۴۶۲ ہجری میں عباسی حکومت بحال ہوئی۔ ۴۷۴ ہجری میں یمن کے اکثر حصوں میں بھی فاطمیہ کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ امیر الامراء کا عہدہ موروثی ہو گیا۔ دعوی داروں میں جھگڑے اٹھنے لگے اور بنو بویہ خانہ جنگی میں پھنس گئے۔ ان کا اقتدار گھٹتے گھٹتے بغداد اور اپنے مختص صوبوں تک رہ گیا۔

بھاری القاب والے اور سونے کے کڑے اور طوق پہننے والے بویہ امیر الامراء کے اخراجات کا شمار ہی نہ تھا۔ ملکی مالیات پر یہ ایک بے کار بوجھ تھا۔

مذہبی معاملہ میں بنو بویہ خاصے فراغ دل تھے تاہم ان کے دور میں شیعہ سنی اختلاف کی آگ خوب بھڑکی۔ اہل دہلیم شیعیت کے علم بردار تھے اور ترک سنیت کے۔ ان کے درمیان آئے دن

خون ریزی ہوتی تھی۔

دیالمہ (بنو بویہ) کے آخری ایام میں ایک ترک سردار بسا سیری نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ عباسی خلافت ایک سال اور چند ماہ تک معطل رہی۔ اس دوران (۳۵۰ - ۳۵۱) فاطمی خلیفہ مستنصر کا خطبہ پڑھا گیا۔ بسا سیری پر نہ خلیفہ کا بس چلتا تھا اور نہ آل بویہ کا۔ ناچار خلیفہ قاسم باہر اللہ نے ۳۴۶ ہجری میں سلاجقہ کے سردار طغرل کو دعوت دی اور اس نے آکر امیر الامراء کا عہدہ سنبھالا۔ طغرل نے بسا سیری کا صفایا کیا۔ سلاجقہ نے چندے تو نظام حکومت کو سنبھالا دیا لیکن پھر وہ بھی بتدریج بنو بویہ کی ڈگر پر چل دئے۔ ان کے ایام تسلط میں صلیبی جنگیں چھڑیں تو انھوں نے کوئی توجہ نہ دی۔ ۵۹۰ ہجری میں سلاجقہ کے آخری سلطان طغرل کے ساتھ امیر الامراء کے عہدہ کا خاتمہ ہو گیا۔

بنو عباس کے زیر نظر دور میں ۲۷ خلفاء ہوئے۔ اگرچہ ترک، بنو بویہ اور سلاجقہ ان پر غالب رہے لیکن خلفاء بھی جو آخر عرب تھے اور بنو عباس۔ شاید ہی کوئی خلیفہ تھا جس نے وقار حکومت کی۔ بحالی اور نظم و نسق کی اصلاح کی کوشش نہیں کی۔ ان کی اکثریت نے اسی جدوجہد میں جان دی۔ ان میں سوائے دو چار خلفاء کے سب نیک طبع، پارسا اور ملت کے ہی خواہ تھے۔ خلیفہ مقتدر (۳۶۷ - ۳۸۷) نے بغداد سے ناچنے گانے والی اور بدتماش عورتوں کو نکلوا دیا۔ بالخصوص آخری خلفاء عوام میں بہت محبوب تھے قاسم باہر اللہ (۳۲۲ - ۳۶۷) نے وفات پائی تو عوام نے کپڑے چاک کر دئے اور اس خلیفہ کا مزار مر جمع خلائق بن گیا

۱۔ ایران کے شہرینا کا باشندہ تھا۔ اس کا نام ابو الحارث ارسلان تھا۔

مستر شہد (۵۱۲ - ۵۲۹) نہایت جواں مرد تھا۔ تلوار لے کر جنگ میں حصہ لیتا تھا۔ اس کو سلطان مسعود سلجوقی نے گرفتار کیا تو بغداد کے مردوں، عورتوں نے کھرام پیا کیا اور ملک بھر میں اضطراب پھیل گیا۔ مسعود ناچار اسے گھوڑے پر سوار کر کے دارالخلافہ لایا۔ خود نگام تھا مے پینے پانوں ساتھ ساتھ پیدل چلا۔ یہ خلیفہ حکومت کی عظمت بحال کر دیتا لیکن باطنیہ کے ہاتھوں نہایت بے رحمی سے مارا گیا۔ اس کے سب جانشین اسی شان کے تھے۔

عباسی خلفاء کی اولوالعزمی، دینداری اور ملت پرستی کو دیکھتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ حکومت کا نقشہ کیوں کر بگڑتا گیا اور تاتار کا قلم بغداد پر کیسے لرایا۔ اس الزام کا بیشتر بوجھ ان امراء کے حصہ میں آتا ہے جنہوں نے مرکز سے تعاون نہیں کیا اور ملک کو حصوں بخروں میں بانٹ لیا۔ کوئی حکومت مضبوط مرکز کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔

بغداد میں بے شک بد نظمی کے دور آتے رہے لیکن بعض ایام انتہائی امن کے بھی تھے۔ ایک وزیر حسن بن جعفر نے جس کا عہد وزارت ۳۹۴ سے ۴۰۱ ہجری تک ہے ایک دفعہ اپنے خادم کو حکم دیا کہ کھلے دینارے کر بغداد کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک نکل جاؤ کوئی پھیننا چاہے تو اس کے حوانے کر دو اور آکر اس کے مکان کا پتہ دو۔ سارے رستہ میں اسے کسی نے نہ پوچھا۔ شراب کی ہمیشہ بندش رہی۔ بار بار نغمہ و رنگ پر بھی پابندی لگ جاتی تھی۔ علم اور اصحاب علم کی قدر و منزلت تھی لہذا علمی لحاظ سے رُخ بدستور ترقی کی طرف تھا۔ نیم مختار سلاطین کے درباروں سے بالعموم علماء و فضلاء وابستہ رہتے تھے۔

اس دور کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ اغبیارہ کو ہمیشہ نیچا دکھایا گیا۔ رومی محاذ پر اہل اسلام نے شاندار فتوحات حاصل کیں اور عربوں کی گردنیں خم کر دیں۔ صلیبی جنگوں میں تمام یورپ یک جان ہو کر عالم اسلام کے خلاف امنڈ آیا۔ ان کا مقابلہ تنہا شام کے صوبہ نے کیا لیکن مردانگی اور بلند اخلاقی کے جھنڈے گاڑ دئے۔ پرستاران صلیب جس قدر دھوم سے آئے تھے اس سے بڑھ کر شکستہ دل واپس گئے۔ یوں معلوم ہوا کہ مسلمان دنیا میں قیامت تک سرفراز رہیں گے اور بدخواہوں کی گردنیں ہمیشہ خم رہیں گی۔ مسلمان دفاع کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے۔ انھیں گمان تک نہ تھا کہ کوئی فوجی طاقت ان کے سامنے اٹھ سکے گی۔ یورپ تھک کر بیٹھ گیا تھا۔ ہندوستان ہار مان چکا تھا۔ چین کو خاطر ہی میں کون لاتا تھا لیکن تاتار نے یہ سب اندازے غلط ثابت کر دیے۔

صلیبی معرکے اور غارت تاتار، اسلامی تاریخ کے دو سبق آموز باب ہیں اور کچھ تفصیلی تذکرہ کے مستحق۔

صلیبی جنگیں | گیارہویں صدی عیسوی کے اختتام کے قریب یورپ کی سفید فام اقوام نے ایک ایسی تہیہ کیا کہ اکٹھے ہو کر ملت اسلامیہ کا زور کچھل ڈالیں۔ اس کے متعدد محرکات

۱۔ اس عنوان کے لئے عربی کی محور کتب کے علاوہ انگریزی کی ان کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

CRUSADES by COULTON, CRUSADEERS
IN THE EAST by STEVENSON, OUTLINES
OF MEDIEVAL HISTORY by ORTON.

تھے مثلاً

۱۔ محمد بن قاسم کی ابتدائی ملک گیری کے بعد سلطان محمود غزنوی کی عقبانی پرواز ہندوستان کی فضاؤں کو سراسیمہ کر چکی تھی۔ چین کے بادشاہ نے سر نیاز جھکا دیا تھا۔ چین کا تقریباً سارا ملک اور بحیرہ روم کے جھنڈے قبضہ توحید میں آچکے تھے۔ لیکن اسے امراۓ اسلام کی بے توجہی کہیے یا اہل یورپ کی حمیت کوشی کہ یورپ کی سر زمین کی طرف اسلامی فتوحات کی رفتار بہت سست پڑ چکی تھی۔ تاہم یورپ کے باشندے اپنے ان قوی بازو پڑوسیوں کی طرف سے غافل نہیں رہ سکتے تھے۔ سلاجقہ روم کی تلوار نے ایشیائے کوچک کو سر کر لیا تھا اور وہ باسفورس کے کنارے کھڑے ہو کر قسطنطنیہ پر نظریں گاڑے ہوئے تھے۔ یہ شہر عیسائیت کا دل تھا اور اموی عہد سے وقتاً فوقتاً اسلامی حملوں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ ۴۹ ہجری سے اس کی فہیل کے سایہ میں ابد کی نیند سو رہے تھے۔ ان حالات میں اہل یورپ نے فیصلہ کیا کہ متحد ہو کر اہل اسلام کا رخ یورپ سے پھیر دیا جائے۔

۲۔ آثار پرستی ان دنوں عیسائیت کا جزو تھی۔ نصاریٰ ان مذہبی مقامات اور آثار کو جو اہل اسلام کے پاس تھے واپس لینا چاہتے تھے۔ ان کے سامنے سب سے بڑا مقصد بیت المقدس کا حصول تھا۔ یہ شہر حضرت عمر فاروقؓ کے وقت سے اسلامی قبضہ میں تھا۔ عیسائی زائرین یہاں اکثر آتے جاتے تھے۔ ان کو گلہ تھا کہ ہمارے ساتھ اچھا

ملوک نہیں ہوتا۔

۳۔ اس وقت پوپ اربن نامی تھا۔ شاہانِ یورپ کی نگاہ میں پوپ کا رتبہ کم ہو گیا تھا۔ اربن نے اپنا وقار بڑھانے کے لئے اہل اسلام کے خلاف مذہبی جہاد کا اعلان ضروری سمجھا کیونکہ اس طرح وہ سب یورپ کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے سکتا تھا۔

۴۔ یورپ کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ مذہبی نظام بدتر تھا۔ پوپ نے خیال کیا کہ عوام ابد کلیسا کے بے نظم و بے ربط عناصر کو مذہبی جنگوں میں مصروف کر دیا گیا تو وہ مشکلات میں پڑ کر دین کی قدر سمجھیں گے۔

۵۔ پوپ نے اعلان کیا کہ اس جنگ میں حصہ لینے والوں کے گناہ دھل جائیں گے۔ مجرموں کے لئے نادر موقع تھا۔ گناہ دھونے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

۶۔ یورپ میں ان دنوں سخت گھیراؤ نوابی نظام تھا۔ عوام زندگی سے تنگ تھے۔ مذہبی جہاد کے بہانے وطن سے نکلنے کے لئے تیار ہو گئے کہ چند روز آزادی کی فضا میسر آئے گی۔

۷۔ یورپ کے تجارت پیشہ گروہوں کو نئی منڈیوں کی تلاش تھی۔

۸۔ مسابقت پر دس صدیاں گزر چکی تھیں۔ یورپ میں مسام پیش گوئی تھی کہ ایک ہزار سال کے بعد کامرانی اور شادمانی

لے کولٹن لے کولٹن لے کولٹن

لے کولٹن۔ ہی

لے کولٹن۔ ۱۸۹۱ء

کا ایک طلسماتی دور آئے گا۔ عوام کے سامنے جب اسلامی دنیا پر تسلط حاصل کرنے کا خیالی نقشہ پیش کیا گیا تو وہ سمجھا کہ یہ پیش گوئی پوری ہو چلی ہے۔ لاج میں آئیگی۔

واقعات :- ۱۰۹۵ عیسوی میں فرانس کے شہر کلرمانٹ CLER

MONT میں ایک ملک گیر کانفرنس ہوئی۔ پوپ ار بن دوم نے ایک آتش بار تقریر کی اور فیصلہ ہوا کہ کل یورپ کو متحد ہو کر

اسلامی علاقہ پر بڑھنا چاہیے۔ واعظ اور مبلغ سارے یورپ میں

پھیل گئے اور لوگوں کو ملک و مذہب کی غیرت دلا کر اس مہم پر

ابھارنے لگے۔ ان میں پیٹر راہب خصوصی شہرت رکھتا ہے۔ اس

نے جگہ جگہ آگ پھیلا دی۔ یورپ کے عوام دیوانہ وار اٹھے۔ زادراہ

بہم پہنچانے کے لئے انھوں نے گھرتک بیچ ڈالے۔ اشیاء مٹی کے

بھاؤ بکنے لگیں۔ لوگ سینوں پر صلیبیں لٹکائے گھروں سے نکل آئے

اندلس، افریقیہ، مصر اور شام ہر طرف ان کے لاتعداد گروہ پھیل

گئے لیکن اصل زور بیت المقدس کی طرف تھا۔ انھوں نے

اہل اسلام کے ساتھ جس قدر جنگیں کیں وہ صلیبی جنگیں کہلاتی

ہیں۔

صلیبی جنگیں ایک طویل عرصہ تک رہیں۔ وقتاً فوقتاً متعدد معرکے

ہوئے، جنہیں تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پہلا دور :

۱۰۵۶ عیسوی میں مسیحی فدائیوں کا ایک لاکھ کا ہراول گروہ

اپنے گناہوں کو مسلمانوں کے خون سے دھونے کے لئے گھروں

سے نکلا۔ رستہ میں جس قدر یہود ملے انھیں بے دردی سے

قتل کیا۔ پھر عیسائی آبادی کی شامت آئی۔ ہنگری کے علاقہ میں آتش زنی، اغوا اور عصمت دری کا وہ طوفان مچایا کہ الامان گرجوں سے سیسہ اتار کر بیچ ڈالا۔ پیٹر کے وعظ صدا بھرا نکلے۔ یہ فوج ایشیائے کوچک میں آئی تو قونبرہ کے سلجوقی والی تلج ارسلان کی تیغ آبدار نے استقبال کیا۔ شاید ہی کوئی زندہ بچا۔

اگلے برس (۱۰۹۷ء میں) مشرقی یورپ کے بادشاہوں نے ایک مشترکہ فوج تیار کی۔ اس کا شمار تقریباً دس لاکھ تھا اسے پرنسز کروسیڈ PRINCES CRUSADE یعنی شاہزادوں کی ہم کہتے ہیں۔ فرانس کا ایک نواب گادفرے (کنڈفری) ان کا سپہ سالار اعلیٰ تھا۔ یہ ہجوم بھی سابقہ فوج کی طرح اپنی ہی آبادیوں میں خون خواری و آتش زنی کرتا اور آپس میں رڑتا جھگڑتا ہوا بڑھا۔ تلج ارسلان ان کے مقابلہ سے عاجز تھا۔ یہ لوگ ایشیائے کوچک سے گزر کر شام پہنچے۔ شام کے مسلمان باشندے جہاں جہاں بستے میں آئے انھیں تلوار اور آگ کی نذر کر دیا۔

۴۹۱ ہجری میں اس فوج نے انطاکیہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ شہر اس وقت شمالی شام کا قلب تھا۔ موصل کا امیر کربو قا چند دیگر امراء کی معیت میں مقابلہ پر آیا۔ مسلمان امراء میں ناچاقی پیدا ہو گئی۔ لشکر صف آرا ہوئے تو اسلامی لشکر بغیر مقابلہ کے بھاگ گیا۔ صرف چند افراد نے ثواب کی خاطر جمع کر مقابلہ کیا۔ مسیحی دیوانوں نے معزۃ النعمان کے شہر میں اسلام کے ایک لاکھ نام لیواؤں کو حوالہ شمیر کیا۔ کچھ شہر والوں نے از خود ہتھیار ڈال دیئے۔ سلجوقی سلطان بزرگ یارق نے مقابلہ کا قصد کیا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ

صلیبی دس لاکھ ہیں تو باز آیا۔

۲۹۲ھ (۱۰۹۹) میں عیسائیوں نے بیت المقدس کو محاصرہ میں لے لیا۔ یہ شہر اس وقت فاطمی خلفاء کے زیر نگیں تھا۔ یہ کل ایک ہزار فوج اس کے دفاع پر مامور تھی۔ انھیں چالیس ہزار فرنگیوں نے محصور کیا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد افرنگ شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ انھوں نے نہایت بے دردی سے اہل شہر کا صفایا کیا۔ تقریباً ایک ہفتہ تک مسیحی تلواریں موحدین کا خون پیتی رہیں۔ لوگوں نے مسجد اقصیٰ میں پناہ لی۔ وہاں ستر ہزار سے زائد مسلمان مارے گئے۔ بچوں اور عورتوں کو اسیر کر لیا گیا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ عیسائیوں نے بیت المقدس، انطاکیہ، روم اور طرابلس کی چار الگ الگ ولایات قائم کر لیں۔

دوسرا دور

ایسے میں جب کہ تمام یورپ اسلام کے خلاف یک جان و یک دل تھا اسلامی مملکت کا کیا رنگ تھا؟ یہ مملکت حصوں بحروں میں منقسم تھی۔ سپین میں الگ حکومت تھی۔ مصر کے فاطمی خلفاء رسمی فرماں روا تھے۔ اصل اقتدار امراء کے ہاتھ میں تھا جو دست و گریباں ہو رہے تھے۔ خلافت بغداد کے بھی یہی شب و روز تھے۔ عباسی خلفاء پر سلاجقہ کا قبضہ تھا۔ سلاجقہ خود اس حالت کو پہنچے ہوئے تھے کہ خود غرضی کے سوا ان کا اور کوئی نصب العین نہ تھا۔ نیم مختار سلاطین کی بہتات تھی۔ یہ ایک دوسرے

ملے ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ذہبی۔ سلجوقی۔ ہیٹی۔ آڈن۔

کی گھات میں رہتے تھے۔ بعض امراء مسیحی حکومتوں سے بھی قسمت
والبتہ کرنے کو آمادہ تھے۔ یورپ والوں نے یقین کر لیا کہ کم از کم
عیسائیت کے ہاتھ سے نکلے ہوئے قطعات مسلمانوں سے چھینے
جاسکتے ہیں۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد ان کے قدم
بڑھتے گئے۔

مصر کے درجہ ممتاز بدر جمالی نے بیت المقدس کی بازیافت
کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ اس نے شکست کھائی اور جنتل میں
پہنچا ہوا۔ عیسائیوں نے درختوں کو آگ لگا دی۔ کئی مسلمان
جل گئے۔ جنھوں نے بھاگنا چاہا مارے گئے۔ بدر جمالی نے
ایک اور فوج بھیجی۔ وہ بھی ہار گئی۔ اس نے اب تیسری ہم
بھیجی۔ اس نے شکست کا داغ تو نہ اٹھایا لیکن اپنے مقصد
میں ناکام رہی۔

بغداد میں شامی مسلمانوں کی مظلومیت کی خبریں پہنچیں تو ایک
کرام مچ گیا۔ عوام حکومت کی غفلت دیکھ کر بھڑک اٹھے۔
جامع السلطان کا منبر توڑ دیا اور جمعہ کی نماز ادا نہ ہو سکی۔ سلطان
محمد نے ایک لشکر تیار کر کے بھیجا لیکن امراء آپس میں جھگڑ کر
نوٹ آئے۔ لگے برس ۷۰۷ ہجری میں شام کے امراء نے اتحاد
کر کے ایک اور کوشش کی۔ بحیرہ طبریہ کے قریب یروشلم کے
بادشاہ کو شکست دی لیکن بد قسمتی سے مسلمانوں کے روح و رواں
امیر مودود بن زنگی صاحب موصل کو ایک باطنی نے مار ڈالا اور
پیش قدمی رک گئی۔

۱۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون ۲۔ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ ذہبی۔

ایک طرف فرنگ کے اتحاد اور جذبہ و جوش کو دیکھتے ہیں اور دوسری طرف اسلامی سلاطین و امراء کی ناچاقی اور غفلت پر نظر کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے مٹنے میں کوئی کسر نہ رہ گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے دین کی حفاظت منظور تھی اس نے عماد الدین زنگی، نور الدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی سے اسلام کی پاسبانی کا کام لیا۔ انھوں نے صلیبیوں کی کمر توڑ دی۔ اور انھیں پسپا کر کے دم لیا۔

یل فرنگ کی راہ میں پہلا بند باندھنے والا مرد عماد الدین زنگی تھا۔ شام کا ملک کئی ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا۔ اس لئے انھیں یکجا کرنے کی کوشش کی۔ دمشق کے فرماں روا نے اس کے خلاف فرنگ کی مدد مانگی لیکن ناکام رہا۔ عماد الدین نے عیسائیوں پر پے در پے چوہیں لگائیں۔ انھوں نے قیصر روم سے فریاد کی۔ قیصر لاڈل شکرے آیا۔ عماد الدین نے ایسی چال چلی کہ شام کی نوخیز عیسائی حکومتوں اور قیصر کے درمیان بدگمانی پیدا ہو گئی اور وہ جنگ کیے بغیر ہٹ گیا۔ عماد الدین نے عیسائیوں سے کئی شہر واپس لئے جن میں رُما کا اہم شہر بھی تھا۔ یہ شہر ۵۳۹ ہجری (۱۱۴۲ء) میں فتح کیا۔ فوج نے عیسائی آبادی پر سختی کی لیکن عماد الدین نے حضور عام کا اعلان کر دیا اور حکم دیا کہ اسیروں کو رہا کر دو اور غنیمت کا مال لوٹا دو۔ مفتوحین کو سب چیزیں واپس ملیں۔ شاید ہی کوئی چیز گم ہوئی۔

عماد الدین نے ۵۴۱ ہجری میں وفات پائی۔ صلیبیوں کی

سے فہمی۔ ابن اثیر سے ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

گوشالی کا فریضہ اب اس کے بیٹے نور الدین زنگی نے سنبھالا۔
 وہ ۲۸ برس ان کے ارمانوں کا خون کرتا رہا۔ بتدریج ان کے
 ہاتھوں سے علاقے چھیننے شروع کیے۔ ۵۴۲ ہجری میں المان
 کا بادشاہ انبوه کثیرے کر آیا اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔
 نور الدین اور اس کا بھائی سیف الدین دمشق کی مدد کے لئے
 روانہ ہوئے۔ افرنگ نے نور الدین کا نام سنا تو جی چھوڑ کر چل
 دئے۔ نور الدین کے صلیبیوں سے کئی معرکے ہوئے۔ ۵۴۴ ہجری
 میں انطاکیہ کا بادشاہ مارا گیا۔ ۵۵۹ھ میں حارم کی مشہور جنگ
 ہوئی جس میں انطاکیہ اور طرابلس کے بادشاہ اور کئی سربراہان
 امراء گرفتار ہوئے بلکہ

نور الدین شام میں اہل صلیب کا قلع قمع کرنے میں مصروف
 تھا کہ مصر کے ایک بد اندیش امیر شاور کی وجہ سے انھوں
 نے مصر میں دخل پایا۔ نور الدین کے امیر اسد الدین شیرکوہ
 نے شاور کا کام تمام کیا اور خود خلیفہ مصر کا تختار کل ہو گیا۔
 شیرکوہ کی وفات کے بعد یہ منصب اس کے بھتیجے صلاح الدین
 ایوبی کو ملا۔ مصر پر اتا بی خاندان کے تسلط پر صلیبیوں کے قدم
 اکھڑ گئے اور ان کی طرف سے بازگشت کی سب کوششیں ناکام ہوئیں۔
 نور الدین نے ۵۶۹ ہجری میں وفات پائی۔ یہ سن کہ فرنگ نے
 شام میں پیش قدمی شروع کر دی بلکہ زنگی خاندان میں تقسیم ملک
 پر جھگڑے کھڑے ہو گئے۔ صلاح الدین ایوبی نے دیکھا کہ یہ
 نا اتفاقی اہل صلیب کے لئے بہت سود مند ہو گی تو اس

صلح ذہبی۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر لہ ذہبی۔

نے زندگی امراء کو آہستہ آہستہ ختم کر کے جزیرہ، شام، حجاز اور مصر کو ایک رشتہ میں پیدا دیا۔ اب ان چاروں موبوں کی قوت یکجا ہو کر عیسائیوں کو پھچاڑ سکتی تھی۔ صلاح الدین نے ۵۷۵ ہجری میں صلیبیوں کے کئی تاجدار اور سالار گرفتار کیے۔ تاہم انہیں اب اتنی جسارت ہو گئی تھی کہ ۵۷۷ ہجری میں مدینہ کو سر کرنے کے لئے ان کے بڑی اور بھری عساکر حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ دمشق کے ایوبی نائب نے انہیں رستہ ہی میں روک لیا۔ فرنگی مدت تک ضد کر کے پڑے رہے۔ حاکم دمشق فرخ شاہ نے آخر انہیں دندان شکن ہار دی۔ کئی عیسائی اسیر ہوئے اور باقی بتر بتر ہو کر بھاگ گئے۔ یہ اہل یورپ کے ساتھ ایوبی کے جو معرکے ہوئے ان میں جنابِ حطین بہت اہم ہے۔ یہ جنگ ۵۸۳ ہجری (۱۱۸۷ء) میں لڑی گئی۔ حطین ایک بستی کا نام ہے جو اسی نام کے ایک پہاڑ کے دامن میں تھی۔ سلطان نے دشمن کے لشکر پر میٹھ کا تیل ڈلوایا۔ زمین پر آگ بھڑک اٹھی۔ ۳۰ ہزار دشمن مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ طرابلس کا بادشاہ معرکہ کے آغاز ہی میں بھاگ گیا تھا۔ باقی جتنے بادشاہ تھے سب گرفتار ہوئے۔ ان میں ارنالڈ RENAULD بھی تھا جس نے بھری بیڑہ تیار کر کے مدینہ پر لشکر کشی کا عزم کیا تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اپنے ہاتھ سے اس کا سر قلم کیا۔ اس عند شکن بادشاہ نے صلح کر کے ایک اسلامی کارواں پر حملہ کیا تھا جس میں سلطان کی

ہمیشہ بھی تھی۔ جنگِ جہنم میں نصاریٰ سے صلیبِ اعظم چھین لی گئی۔ عیسائیوں کا خیال تھا کہ حضرت عیسیٰؑ اس پر مصلوب ہوئے تھے۔ یہ سونے اور جواہر سے لپی ہوئی تھی۔
اس کے بعد ایوبی نے عکا، صفوریہ، قیساریہ، بیروت اور عسقلان وغیرہ کے شہر فتح کیے۔ عیسائیوں کے ہوش اڑ گئے۔

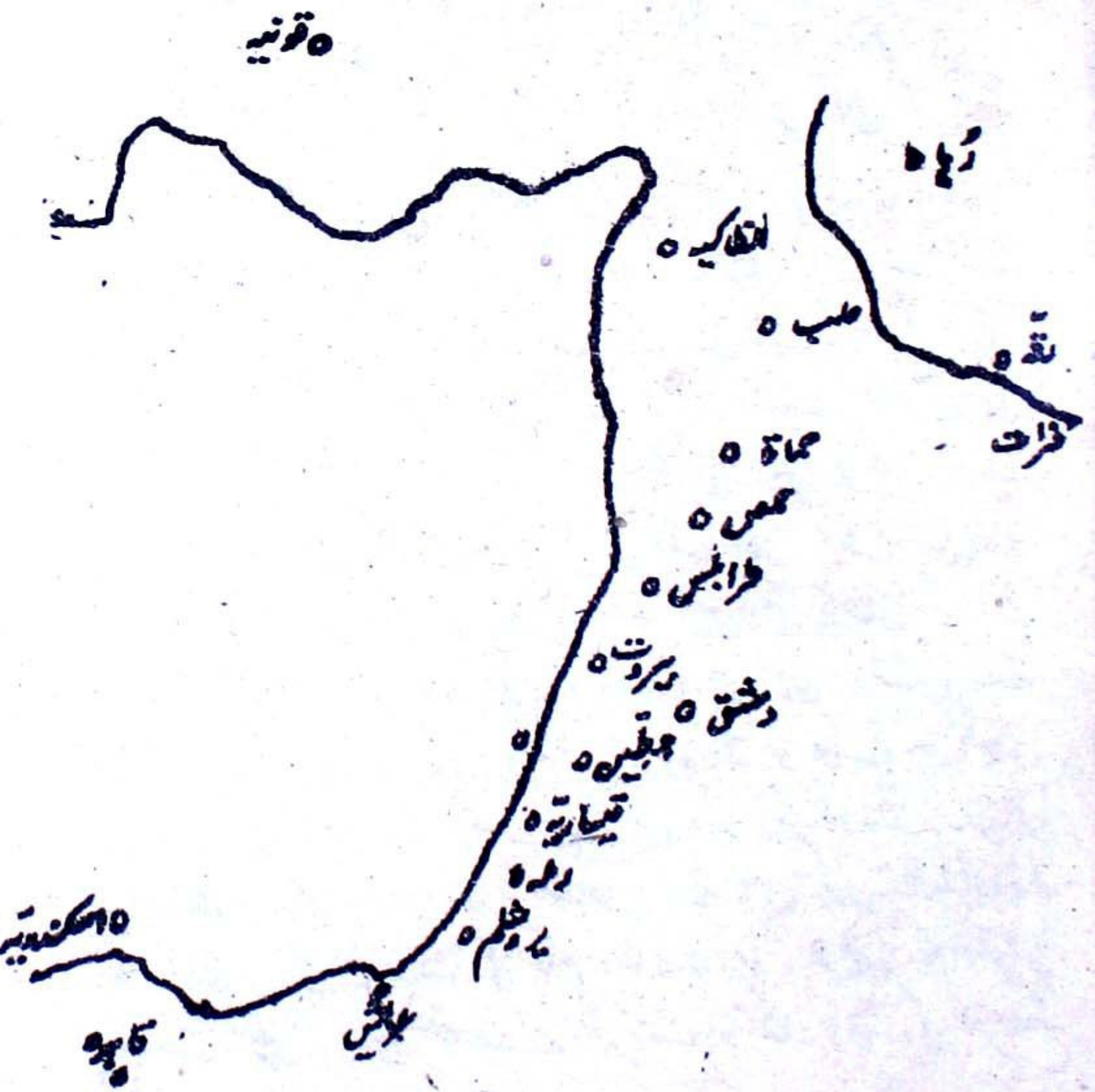
بیت المقدس کی فتح

۵۸۳ ہجری میں صلاح الدین نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ طویل مدت گزر گئی۔ تفصیل میں شگاف پڑ گیا تو اہل شہر نے صلح کی درخواست کی۔ ایوبی نہ مانا۔ محصورین نے کہا کہ اگر ہمیں امن نہ دو گے تو ہم اپنے بال بچوں کو ہلاک کریں گے، اموال کو ٹا دیں گے۔ مسجد اقصیٰ کو برباد کریں گے اور تمہارے جو پانچ ہزار قیدی ہمارے پاس ہیں ان کی گردنیں اڑا دیں گے۔ ایوبی نے صلح تسلیم کر لی۔ سلطان ۲۷ رجب ۵۸۳ ہجری کو شہر میں داخل ہوا۔ علماء کا قول ہے کہ یہی تاریخ معراج کی بھی ہے۔ ایوبی نے مسجد اقصیٰ سے صلیبیں، راہب اور خنزیر باہر نکلے۔ تصاویر، مٹائیں، بیٹے بنیر بچھایا اور جمعہ کی نماز ادا کی۔ صخرہ سے بھی صلیب اٹھائی اور اسے پانی سے دھوایا۔ اس نے بیت المقدس میں کئی مدرسے بنوائے۔

۱۔ ابن کثیر۔ ذہبی۔ کولٹن۔ ۲۔ ذہبی۔ ۳۔ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔
۴۔ ابن کثیر۔ ۵۔ ابن کثیر۔ ۶۔ ذہبی۔ ابن کثیر۔
۷۔ ابن اثیر۔

یروشلم کے بعد ایوبی نے اور بھی کئی شہر سر کیے۔
 بیت المقدس کی خبر یورپ پہنچی تو پوپ نے پھر دعوت عام
 دی۔ راہب، علماء اور دیگر عیسائی سیاہ لباس پہن کر
 یورپ میں پھیل گئے۔ انہوں نے ایک تصویر بنائی جس میں یہ
 دکھایا کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عیسیٰؑ کو پیٹ
 رہے ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے بدن سے خون بہ رہا ہے۔ مرد تو
 مرد عورتیں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ۵۸۵ ہجری میں یورپ والوں
 نے عسکا کا محاصرہ کر لیا اور ان کو امدادیں آتی رہیں۔ ۵۸۶
 (۶۱۸۹) میں المان کا بادشاہ جم فیئر نے کر روانہ ہوا۔ اس فوج
 کا ایک حصہ رستہ میں بھوک، سردی اور سفر کی زحمت سے
 مر گیا یا تر کمانوں نے جھپٹے مار کر ہلاک کیا۔ بادشاہ دریا میں غرق
 ہوا۔ کافی سپاہ لوٹ گئی۔ جو باقی رہی اس کا یہ حال تھا کہ گویا
 مردے قبروں سے نکل آئے ہیں۔ آگے چلے تو مسلمانوں نے
 کئی گرفتار کرنے۔ طرابلس پہنچے تو وہاں پکڑ لیا۔ صرف ایک
 ہزار بچے۔ وہاں سے پھر بحری رستہ سے لوٹے، کشتیاں ڈوب
 گئیں اور ایک بھی باقی نہ رہا۔ اگلے برس ۵۸۷ ہجری میں
 فرانس کا بادشاہ فلپ اور انگلستان کا بادشاہ ریچرڈ شکرے کر
 آئے یہ بھی عسکا کی خدمت اور فوج کے ساتھ مل گئے۔ ایوبی عسکا
 والوں کی مدد کے لئے روانہ ہوا لیکن یورپی افواج حائل تھیں۔
 ایوبی کے ان سے کئی معرکے ہوئے مگر محصورین تک مستقل
 رستہ پیدا نہ کر سکا۔ یورپی افواج کو ایک بڑی سہولت

لے کولسٹ



مطینی جنگوں کے مواقع

یہ تھی کہ سمندر کی سمت ان پر کھلی تھی۔ بحری رستہ سے انہیں لگ آ سکتی تھی۔ اس لئے وہ طویل مدت تک استقامت دکھا سکتے تھے۔ سلطان بیمار ہو کر واپس چلا آیا اور شہر ۳ ماہ کے محاصرہ کے بعد مفتوح ہو گیا۔ اس کے بعد بہت جنگیں ہوئیں اور خون ریزی جاوی رہی۔ یورپ کی فوج جسے گھر سے بچھڑے ایک مدت ہو گئی تھی وق ہو گئی۔ وہ بیت المقدس کی نیت سے آئے تھے لیکن وہاں تک پہنچنا ناممکن تھا۔ انگلستان کے بادشاہ نے صلح کے لئے سلسلہ جنبانی کی اور یہ شرط پیش کی کہ اس کی بہن سے سلطان کے فرزند الملک العادل کی شادی ہو۔ فرنگیوں کے مقبوضات رچرڈ کی بہن کو ملیں اور بیت المقدس ساحلی علاقوں سمیت عادل کی ملک ہوں۔ صلاح الدین مان گیا لیکن رچرڈ کی بہن کو پادریوں نے ایسی پیٹی پڑھائی کہ اس نے انکار کر دیا۔ آخر ۵۸۸ ہجری (۱۱۹۲ء) میں تین برس کے لئے صلح طے ہوئی اور قرار پایا کہ ساحل کے جو علاقے فرنگیوں کے پاس ہیں انہی کے قبضہ میں رہیں اور دیگر علاقے رجن میں بیت المقدس بھی شامل تھا) مسلمانوں کے پاس ہوں عیسائیوں کو بیت المقدس کی زیارت کی عام اجازت ہو۔ طرفین کی افواج تھک چکی تھیں۔ اس تصفیہ پر فرحت و شادمانی کی لہر دوڑ گئی۔

تیسرا دور۔ زوال بغداد کے بعد کا ہے۔

۱۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ کوئلین۔

صلاح الدین کی وفات کے بعد صلیبی جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ تقریباً ایک سو برس تک، اکاڈ کا معرکے ہوتے رہے تاآنکہ ۱۲۹۱ء میں نصاریٰ مکمل طور سے بے دخل ہو گئے۔

نتیجہ: ہلال و صلیب کے خون بار معرکوں میں بظاہر یورپ والوں نے بے اندازہ نقصان اٹھایا۔ ان کی لاکھوں سپاہ سے زندہ بچنے والے دسویں حصہ سے بھی کم تھے۔ انھوں نے جو مقبوضات حاصل کیے تھے آخر کار ان سے محروم ہونا پڑا لیکن ان کے سامنے مذہبی، علمی، تجارتی اور تمدنی لحاظ سے ایک جدید دور کی راہ کھل گئی اور ظلمت کا عہد ختم ہو گیا۔ یورپ کے باشندے اس سے قبل اپنی سرحدوں میں مقید تھے۔ یورپ سے باہر جھانکنے کا انھیں موقع نہیں ملا تھا، اس لئے وہ رفتارِ زمانہ سے بے خبر تھے۔ یورپ والوں کو جنگوں سے نکل کر مکانوں کی اقامت اختیار کیے ابھی تھوڑی مدت گزری تھی۔ علم اور تہذیب سے بے گانہ تھے۔ ادھر فرزندِ انِ اسلام علوم و معارف اور شائستگی کی نوبہ نو روایات تعمیر کر رہے تھے۔ صلیبی جنگوں کے طویل و مدید عرصہ کے دوران اہل یورپ نے تہذیب و تمدن کی دنیا کو قریب سے دیکھا۔ گویا ایک نئی دنیا تلاش کر لی۔ انھوں نے اس سے خوب استفادہ کیا۔ پہلے ان کی تہذیب کا یہ حال تھا کہ وہ نہلتے بھی شاذ و نادر تھے۔ لیکن اسلامی ممالک میں آئے اور یہاں حامیوں کا رواج دیکھا تو یورپ میں بھی حامی نظر آنے لگے، آرٹ، ادب، فنِ جنگ

اور زندگی کے دیگر متنوع انداز اہل اسلام سے سیکھے۔ یہاں تک
مخالف جنگ پر آنے والے مردوں اور عورتوں نے لباس بھی شام
والوں کا اختیار کر لیا۔

۲۔ یورپ اور اسلامی ممالک کے درمیان وسیع پیمانہ پر تجارت
قائم ہوئی۔ اٹلی کے لوگ یورپ اور اسلامی دنیا کے درمیان واسطہ
کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے زیادہ تجارت انہی کے ہاتھ میں
رہی اور اس ملک میں دولت بھرنے لگی۔ یورپ کی تاریخ میں
پہلی بار بین الاقوامی تجارت کی بنا پڑی۔

۳۔ عیسائیت میں بیسیوں خرابیوں نے گھر کیا ہوا تھا لیکن کسی
کو ان کا ہوش نہ تھا۔ حاس عیسائیوں نے جب اسلام کے
روشن پہلے دیکھے تو انھیں بھی مذہبی اصلاحات کی سوجھی اور ان
کے ہاں اس مقصد کے لئے تحریکیں رونما ہوئیں۔

۴۔ یورپ والوں نے پہلی دفعہ محسوس کیا کہ ان میں کس قدر
تفرقہ اور پراگندگی ہے۔ انھوں نے اس کے سرچشمہ نوابیت
FEUDALISM کو مٹانے کی ٹھان لی۔

۵۔ اہل اسلام کی حربی برتری مسلم ہو گئی اور یورپ کی طرف
ان کے قدم آہستہ آہستہ پھر بڑھنے لگے۔ قسطنطنیہ کا شہر
۴۵۳ ہجری میں فتح ہو گیا اور دینوب کے صوبے بھی اسلام
کے زیر اثر آئے۔

تاتار (یا تتر) منگول کا ایک ہم نسب قبیلہ تھا
تاتار جو وسط ایشیا کے شمال میں واقع کھراٹے گوپی میں
وحشیانہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ یہ لوگ آفتاب پرست تھے۔
۵۹۹ ہجری میں تاتار کی سرداری ایک سردار تموجن نام

نے سنبھالی۔ یہ چنگیز خان کے لقب سے مشہور ہے۔ اس نے اپنی قوم کو صحرا کی تنہائی سے نکالا اور چین بہر قابض ہو گیا۔ چنگیز خان کا علاقہ خوارزم شاہی سلطنت کا ہم سرحد تھا۔ خوارزم شاہ نے چنگیز خان کے خلاف شاہ چین کی مدد کی تھی۔ تاہم چنگیز نے اس کے ساتھ تجارتی روابط رکھنا چاہے اور اس کے علاقے میں چند تاجر بھیجے۔ ان کے پاس بہت سامان تھا۔ علاء الدین محمد خوارزم شاہ کے حکم سے انھیں قتل کر کے ان کا سامان لوٹ لیا گیا۔ چنگیز نے سفیر بھیجا کہ تم نے میرے آدمیوں کا خون کیا ہے۔ میں تم پر فوج کشی کروں گا۔ خوارزم شاہ نے سفیر کو قتل کر ڈالا اور تاتاری علاقے پر چڑھائی کر دی۔ ان دنوں چنگیز ایک مہم پر تھا۔ تاتار نے خوارزم شاہ سے جنگ کی۔ چار روز جنگ ہوتی رہی۔ بیس ہزار مسلمان اور کئی گنا زیادہ تاتاری مارے گئے۔ اس کے بعد بغیر فتح و شکست کے فریقین الگ ہو گئے۔ ۶۱۶ ہجری میں چنگیز خان تاتاریوں کی ایک جرار سپاہ لے کر خوارزم شاہی علاقہ میں وارد ہوا۔ خوارزم شاہ نے جو پہلا معرکہ کیا تھا اس میں اگرچہ پڑے برابر رہے تھے لیکن خوارزم شاہ بہت مرعوب ہو گیا تھا۔ چنگیز کے ذخائر لشکر آئے تو اس کی ہمت ہی نہ ہوئی کہ سامنا کرے۔ چنگیز نہایت تیز رفتاری سے بڑھا اور ایک سال کے عرصہ میں عراق اور جزیرہ کی سرحد تک کے علاقے پامال کر ڈالے۔ جو شہر راہ میں آئے انھیں زیر و زبر کر ڈالا۔ انسانوں

سے انسانوں پڑیا بڑنیکا مقالہ چنگیز خان۔

کو بے دریغ کاٹا اور آبادیوں کو راہ کا ڈھیر بنا دیا۔ بخارا اور سمرقند ایسے پُر رونق شہر خاک سیاہ ہو گئے۔ مسجدوں کی بے حرمتی ہوئی اور عورتوں کی عفت برسرِ عام برباد ہوئی۔ علاؤ الدین شہر بٹھرا بھاگتا پھرا۔ اس کے اہل و عیال گرفتار ہوئے اور وہ ۶۱۷ ہجری میں بحیرہ طبرستان کے کسی جزیرہ میں کس مپرسی کی موت مر گیا۔

علاؤ الدین کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین جانشین ہوا۔ اس نے غزنہ میں دوبارہ چنگیزی لشکر کو شکست دی اور چنگیز کو لکھا کہ خود مقابلہ پر آؤ۔ لیکن بد قسمتی سے اس کے ناواقبت اندیش امراء میں بھڑوٹ پڑ گئی اور ایک سالار اپنا تیس ہزار کا منتخب لشکر لے کر جدا ہو گیا۔ چنگیز آیا تو جلال الدین نے ہندوستان کی جانب فرار کیا۔ چنگیز نے تعاقب کیا۔ سندھ کے کنارے جلال الدین نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ چنگیزی فوج کا بہت نقصان ہوا۔ لیکن جلال الدین کو اس نقصان کا علم نہ تھا۔ فوجیں الگ ہوئیں تو وہ دریا پار کر کے ہندوستان میں داخل ہو گیا۔

تاتار اسلام کے وسیع و عریض علاقوں میں آگ اور خون کا کھیل کھیل کر واپس چلے گئے۔ ان علاقوں میں کوئی امیر اس قابل نہ تھا کہ ان کے مقابلہ کو اٹھے کیوں کہ خوارزم شاہیہ نے ان علاقوں کے سلاطین کا خاتمہ کر دیا تھا۔ خلیفہ نے تاتار کے مقابلہ کا ارادہ کیا لیکن بنو ایوب خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ انھوں نے کوئی مدد نہ دی۔ مسلمانوں نے جو علاقے سالہا سال میں فتح کیے تھے وہ ایک برس میں تاتار کے

ہاتھوں دیر ان ہو گئے۔ ان پر کوئی نوحہ کرنے والا بھی نہ تھا۔

جلال الدین ہندوستان سے لوٹا تو تاتار کے تاراجت شدہ علاقوں کو سنبھالا۔ جلال الدین نہایت بدخلق تھا۔ اس نے نہ صرف پڑوسی حکمرانوں سے دشمنی مول لے لی بلکہ اپنے امراء سے بھی بگاڑ پیدا کر لیا یہاں تک کہ اس کا بھائی بھی جدا ہو گیا۔ ان دنوں تاتار کا سردار آقائی ناآن تھا جو ۶۲۲ ہجری میں اپنے باپ چنگیز خاں کی وفات کے بعد اس کا جانشین ہوا تھا۔ تاتار پر جلال الدین کا بہت دہبہ تھا لیکن جب اسماعیلیہ نے ان کو جلال الدین کے حالات سے آگاہ کیا تو انھوں نے ایک بار پھر زور باندھا۔ جلال الدین کا ساتھ دینے کو کوئی مسلمان دالی تیار نہ تھا۔ اس نے بھاگ نکلا۔ پردیس میں سر ٹکراتا پھر رہا تھا کہ ۶۲۸ ہجری میں ایک کاشت کار نے مار ڈالا۔ تاتار قتل و غارت کر کے واپس چلے گئے۔ اس کے بعد وہ پھر بھی وقتاً فوقتاً آتے رہے۔ ۶۳۳ ہجری میں خلیفہ کی فوج نے انھیں زبردست شکست دی۔ لیکن ان کی مار دھاڑ جاری رہی۔

چنگیز کی وفات (۶۲۳ ہجری) کے بعد اس کا بیٹا تولی خان جانشین ہوا تھا اور اس کے بعد منگو خان بن تولی۔

۶۵۲ھ سے ہلاکو نے اپنے بھائی منگو کے حکم سے اسلامی علاقوں کو تاراج کرنا شروع کیا لیکن بغداد سے دور ہی رہا۔

سہ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

۶۵۶ ہجری میں اس نے اسماعیلیہ سے الموت کا قلعہ چھین کر ان کے اس مرکز کو ختم کیا۔ اس کے بعد اپنے دو لاکھ کے لشکر کے ساتھ بغداد پر حملہ آور ہوا۔ ہلاکو خان نے بغداد پر لشکر کشی کیوں کی؟ اس کے بارے میں کئی خیال ہیں مثلاً ایک یہ کہ آخری خلیفہ مستعصم باللہ کے شیعی وزیر ابن علقمی کی اس کے ساتھ مراسلت تھی۔ اس نے ہلاکو کو دعوت دی تاکہ عباسی حکومت ختم ہو اور اس کی جگہ فاطمی حکومت قائم ہو جائے۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ ہلاکو نے اپنی ہمت کے دوران خلیفہ سے مدد چاہی۔ خلیفہ مدد نہ دے سکا۔ ہلاکو اپنی مہم سے لوٹا تو خلیفہ کو عدم تعاون پر خط لکھا اور خوب ڈانٹا۔ خلیفہ نے راضی کرنے کے لئے تحفے بھیجے لیکن تحفے معمولی تھے اس لئے ہلاکو اور بگڑا اور بغداد پر چڑھ آیا۔

ہلاکو کے حملہ کے فوری اسباب چاہے کچھ ہوں حقیقت یہ ہے کہ ہلاکو کا حملہ اٹل تھا۔ وہ اپنی فتوحات کا دائرہ بے پے پھیلا رہا تھا۔ اس نے ہر حریف کو پامال کیا۔ آخر خلیفہ بغداد سے کیوں جھجکتا جب کہ اسے معلوم تھا کہ بغداد کی دفاعی پوزیشن بہت کمزور ہے، لشکر کل دس ہزار ہے اور امرائے سلطنت خود غرض ہیں۔ بغداد کی قوت مضعیل ہو چکی تھی اور قوم کی شامت اعمال کو کسی نہ کسی غارت گر کی صورت

سہ ابن کثیر
سہ ابن العبری - ابن کثیر

پکڑنا تھی۔

تاتار نے بغداد کو محاصرہ میں لے لیا۔ خلیفہ کا ایک امیر محاصرہ سے پہلے ہی اس کے ساتھ مل گیا اور اہل بغداد کو لکھا کہ امان طلب کر لو، مقابلہ بے سود ہوگا۔ خلیفہ نے بھی دیکھا کہ سوائے امان مانگنے کے اور کوئی چارہ نہیں تو ایک وفد ہلاکو کے پاس بھیجا۔ اس کے بعد خود حاضر ہوا۔ ہلاکو فرعونیت سے پیش آیا۔ خلیفہ واپس آیا اور بیش قیمت تحائف لے کر دوبارہ حاضری دی۔ ہلاکو نے اس کے صلہ میں اس کے قتل کا حکم دیا۔ کہتے ہیں کہ یہ مشورہ اسے ابن علقمی اور اپنے وزیر نصیر الدین طوسی نے دیا تھا۔ ہلاکو کو خدشہ تھا کہ خلیفہ کا خون زمین پر گرا تو آفت آجائے گی۔ لہذا خلیفہ کو بوریوں میں لپیٹ کر ٹھوکروں سے شہید کیا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا گلا گھونٹا اور ایک روایت یہ ہے کہ اسے پانی میں ڈبو دیا گیا۔ اس کے ہمراہ اس کے دو بیٹے بھی شہید ہوئے۔ ایک کی عمر ۱۵ اور دوسرے کی ۱۳ برس تھی۔ ان سے چھوٹا بچہ اور خلیفہ کی تین بہنیں اسیر ہوئیں۔

بغداد میں چالیس روز تک موت کا بازار گرم رہا۔ جو شخص تاتار کے سامنے آیا وہ موت کے منہ میں پہنچا۔ قاتلوں نے مرد، عورت، بوڑھے، بچے کسی پر ترس نہیں کھایا۔ جن لوگوں کو مکانوں کی چھتوں پر ذبح کیا گیا ان کے خون سے پرنا لے رواں ہوئے۔ مسجدیں ذبح خانے بن گئیں۔ بڑے بڑے علماء نے

سہ ابن کثیر۔

شہادت پائی۔ بے شمار عورتیں بائیمیاں بنائی گئیں۔ صرف یہود و نصاریٰ کو زندہ چھوڑا یا ان کو جنسوں نے ابن علقمی کے گھر میں پناہ لی تھی۔ بعض تاجروں نے دولت دے کر امان خریدی۔ صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے کہ کتنے ہزار آدمی لقمہ اجل ہوئے۔ بغداد ایسا اُجاڑ ہوا گویا یہاں زندگی نے کبھی سانس ہی نہیں لیا تھا۔ راہوں میں لاشوں کے ڈھیر ٹیلوں کی صورت نظر آتے تھے۔ بارش ہوئی تو وبا پھوٹ نکلی جس سے شام تک کے علاقے متاثر ہوئے۔

بغداد کا شاہی کتب خانہ و جلد میں بہا دیا گیا۔ ابن علقمی کے ساتھ بھی ظالمانہ سلوک ہوا۔ اس کا دل ٹوٹ گیا اور وہ گھر میں بیٹھ رہا۔ اس نے اسی سال رنج و ملال کے نشتروں سے وفات پائی۔
ستعصم باللہ کی شہادت کے ساتھ بغداد میں عباسی حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا۔

بنو عباس نے تقریباً پانچ سو برس راج کیا۔ دنیا کی تاریخ میں اور کوئی مثال مشکل سے ملے گی کہ کسی خاندان نے اس قدر طویل و مدید حکمرانی کی ہو۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عوام میں مرکزیت کا خیال عقیدہ کی طرح جما ہوا تھا۔

۱۔ ابن کثیر
۲۔ ابن کثیر
۳۔ ابن کثیر

علمائے حق اس عقیدہ کے پاسبان تھے۔ انھوں نے فتنہ و فساد کی روک تھام کی ہر ممکن کوشش کی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ عباسی خلفاء بعض کمزوریوں کے باوصف حکومت کی اہلیت رکھتے تھے اور تیسری یہ کہ ہاشمی ہونے کے سبب سے عوام میں ان کی بہت وقعت تھی۔

عباسی حکومت کا بٹنا بہت مشکل تھا۔ تاتار کا حملہ نہ ہوتا تو ممکن ہے اس کو زندگی کی کئی صدیاں اور مل جاتیں۔ بہر حال اندر ہی اندر کچھ ایسے عوامل کام کرتے رہے جنھوں نے اسے تاتار کے سامنے اٹھنے کے قابل نہ چھوڑا۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :-

۱۔ شخصی حکومت: شخصی حکمرانوں اور خاندانی حکومتوں کے سلسلہ کا غیر مختتم رہنا ناممکن ہے بالخصوص جب کہ دینی لحاظ سے بھی اس طرز حکومت کو تائید حاصل نہ ہو۔ اگر عباسی خلفاء حکومت کو شوریٰ کا رنگ دیتے اور انھیں مخلص اور ذمہ دار اصحاب شوریٰ ملتے تو عین ممکن ہے کہ ان کی مبعاد حکومت دراز تر ہوتی۔

۲۔ وسعت مملکت: اسلامی سلطنت نہایت وسیع تھی۔ شخصی حکومتوں میں اس قدر پھیلی ہوئی عملداری کا سنبھالنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ لہذا خلافت کا نظام روز بروز کمزور ہوتا گیا اور آخر کار ختم ہو کر رہ گیا۔

۳۔ امراء کا اسلامی سادگی سے دستبردار ہونا: مہدی کے عہد تک عباسی خلفاء نے بہت حد تک اسلامی سادگی کا رنگ بحال رکھا لیکن بعد میں عجمی تکلفات اور تصنیعات

نے قبضہ جما لیا۔ ہارون الرشید نے مسرت طلبی کے جس دور کا آغاز کیا اس کا انجام سوائے زوال کے اور کیا ہو سکتا تھا؟ ہارون کے پیار کی گود میں پلا ہوا امین اگر مسند خلافت پر متمکن رہتا تو تخریب کے سامان جلد تر ہو جاتے۔ لیکن خلافت کی خوش قسمتی سمجھنے کے امین کی جگہ مامون نے لی اور تباہی کا رُخ کچھ مدت کے لئے موڑ دیا۔ اکثر امراء اور ارکان سلطنت بعد میں بھی تعیش کے دل دادہ رہے اور ملت کی ترقی سے غافل ہو گئے۔

ارباب اختیار کے ہاں سیرت اور مردانگی کی پہلی سی قدر کم ہو گئی۔ ایک وقت وہ تھا کہ خلفاء اسلام فوجی طاقت اور ذاتی کردار کے بل پر اختیار کو مرعوب کرتے تھے اور پھر یہ نوبت آئی کہ ۳۰۵ ہجری میں رومی سفیر آیا تو اسے شہر و دربار کی زینت و آرائش سے مرعوب کرنے کی کوشش کی گئی۔

۲۔ فرقہ بازی : سیاسی، مذہبی اور فکری گروہ بندی نے اسلامی حکومت کو بہت ضعف پہنچایا۔ کئی حکومتیں محض مذہبی اختلاف کی بناء پر قائم ہوئیں۔ انھوں نے بنو عباس کی بیخ کنی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ الموت کے قلعہ میں تقریباً ڈیڑھ سو برس تک بنو عباس کے خلاف تبلیغ کا مرکز قائم رہا۔ بنو عباس نے اس مرکز کو ختم کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ یہاں سے بنو عباس پر نہایت کاری چوہیں پڑتی رہیں۔

فکری گروہ بندوں میں معتزلہ نے نادانستہ طور پر

بہت نقصان پہنچایا اور مامونی حکومت سے عوام کو برگشتہ کر دیا۔

عجم میں عربوں کے خلاف تعصب کی ایک لہر اموی دور میں اٹھی جس نے عباسی عہد میں ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ اسے شعوبیہ کہتے ہیں۔ شعوبیہ اہل عجم کی مدح خوانی اور عربوں کی تحقیر میں مصروف رہتے تھے۔ انہوں نے عربوں کے خلاف کتابیں لکھیں۔ اگرچہ سنجیدہ طبقہ اس تفرقہ کے خلاف تھا تاہم اس تحریک سے اسلامی اتحاد کو ضعف پہنچا۔

۵۔ ترک گروہی: خلیفہ معظم ترکوں کو بساطِ سیاست پر ایک الگ جماعت کے طور سے لایا۔ انہیں عصیت کی تعلیم دی اور دولت و اختیار کا چسکا لگایا۔ یہ نیم وحشی اور خود پرست لوگ ملی اتحاد کے دشمن ثابت ہوئے۔ انہوں نے خلیفہ کی آبرو کو خاک میں ملایا اور اسے عضوِ معطل بنا کر رکھ دیا۔ اگر بنو بویہ اور سلاجقہ ان کے مقابلہ پر نہ آتے تو آل عباس بھی بڑا فاطمہ کی طرح جلد ہی ابوان شہی سے خارج کر دئے جاتے۔

۶۔ عربوں کی یکسوئی: تاتار وحشت خیز صحراؤں سے آئے تھے اور متمدن دنیا سے دور ہونے کی وجہ سے بہت جنگجو اور بے خوف تھے۔ عجم کے نشاط پرور علاقہ میں ان کے مقابلہ کی سکت نہ تھی۔ ان کا جواب صرف عرب کے لوگ تھے لیکن وہ حکومت سے بے دخل ہو کر عرب کے ریگستانوں میں یکسوئی کی زندگی گزار رہے تھے۔ ان

کے برابر نہ کسی قوم میں دینی حیثیت تھی اور نہ ملی جوش لیکن
بنو عباس نے انھیں حضورِ ناکارہ سمجھا اور کاٹ کر الگ کر
دیا تھا۔ اگر بنو عباس ان کا سہارا لیتے تو تاتار کا منہ توڑ
سکتے تھے۔

۷۔ محل سرا کا بے جا دخل: انتظامی خرابیوں کی ایک وجہ
عورتوں اور محل سرا کے خدام کا بے جا دخل بھی تھا۔ مثلاً
خلیفہ معتر کی ماں نے دولت کے انبار جمع کر کے چھپا
دئے۔ بیٹا خزانہ کی کمی کے باعث جان سے گیا اور ماں
س سے مس نہ ہوئی۔ مقتدر باللہ کی ماں کا بھی یہی
حال تھا۔ اس نے دولت اکٹھی کر کے قبرستان میں جمع
کر لی۔ اس کی ایک لونڈی فاطمہ نے بھی خوب ہاتھ
رنگے۔ یہ لونڈی تھرمانہ کہلاتی تھی۔ اس کی الگ عدالت
لگتی تھی۔

۸۔ نا اہل سیاستدان: عباسی حکومت کو بے شمار ایسے
سیاستدانوں اور کار فرماؤں سے واسطہ پڑا جو انتہاء کے
نا اہل تھے اور جن کے ذہنوں سے قومی مرکزیت کا تخیل
مفقود تھا۔ کئی خود مختار یا نیم مختار سلطنتیں وجود میں آئیں۔
ان کے ہاتھوں سیاسی وحدت پارہ پارہ ہوئی اور بغداد
کی مرکزیت برائے نام رہ گئی۔ انھوں نے ذاتی اور
خاندانی مفاد کے لئے وسیع تر ملی مفاد کو سوائے استثنائی
صورتوں کے ہمیشہ نظر انداز کیا۔ ایک نیم جان مرکز آخر
کب تک باقی رہ سکتا تھا۔ مملکت کے مختلف حصوں
میں یگانگت کا احساس ختم ہو گیا۔ تاتار نے حملہ کیا تو ایک

جگہ بھی متحدہ مقابلہ نہ ہوا اور نہ کسی کو اس کا خیال آیا
 سچ یہ ہے کہ زوال بغداد میں سب سے بڑا حصہ خود غرض
 اور عاقبت ناشناس امراء و سلاطین کا تھا۔ تاتار کے گروہ
 بغداد کی تباہی سے کئی برس قبل اسلامی مملکت کے طول
 و عرض میں یکے تازیاں کرتے رہے اور کوئی مردِ خدا نہ اٹھا
 جو ان کے خلاف ایک متحدہ محاذ کی تحریک کرتا
 ہر ایک نے یہی کوشش کی کہ اپنی بلا دوسرے پر
 ٹال دے۔

۹۔ مرکزی خزانہ کی قلت: عباسی عہد کے اخیر میں
 خلیفہ کی حکومت صرف بغداد اور اس کے نواح تک
 رہ گئی۔ محدود آمدن قصرِ خلافت کی ضرورتوں اور
 امراء دربار کے اخراجات کے لئے بھی کافی نہیں
 ہو سکتی تھی، فوج اور دیگر عملہ کی تنخواہ کہاں
 سے ملتی؟ نتیجہ یہ کہ فوج کی تعداد گھٹتے گھٹتے
 کل دس ہزار رہ گئی۔ ہلاکو کی ۲ لاکھ کی سپاہ کے
 سامنے اس کا ٹھہرنا محال تھا۔

۱۰۔ نازشِ کمال: قوموں کی زندگی میں وہ مرحلہ بہت
 نازک ہوتا ہے جب وہ غرُوج کی انتہا تک پہنچ
 جائیں اور انھیں دور دور تک کوئی حریف نظر نہ آئے۔
 ایسے میں بہت خدشہ ہوتا ہے کہ کامرا نیوں کے
 سرور ہیں مزید جدوجہد اور تنازعِ لبقاء سے
 غفلت ہو جائے۔ مسلمانوں نے کئی صدیاں عدو کے
 کھٹکے اور رقیب کے خطرے کے بغیر جاہ و جلال

کی منزلوں پر قبضہ جمائے رکھا۔ وہ مزید محنت
 کوشی کو چھوڑ کر غصت کی نیند سو گئے۔ صلیبی جنگ
 آزماؤں کے ہاتھوں بھی نہ جاگے۔ تاتار آئے تو
 جاگنے کی ہمت نہ تھی ۛ

نیم مختار اور خود مختار فرماں روا

عباسی عہد میں اسلامی مملکت بہت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا ایک مرکز کے تحت رہنا آسان نہ تھا۔ بنو اُمیہ نے اندلس میں الگ حکومت قائم کر لی اور بنو عباس کی دسترس سے ہمیشہ آزاد رہے۔ رہی عباسی قلمرو تو یہ کئی صوبوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ان صوبوں کے گورنر دوسرے دور میں ہمیشہ نیم مختار رہے۔ بلکہ بعض صوبوں میں تو خود مختار سلطنتیں بھی قائم ہو گئیں۔

اگرچہ نیم مختار سلاطین بھی خلیفہ وقت سے سند اور خلعت حاصل کرتے تھے اور حسب مرضی بغداد کے

خزانہ میں روپیہ بھی بھیج دیتے تھے لیکن ان میں بہت کم فرماں روا ایسے تھے جن کے دل میں بتی یگانگت کی تڑپ تھی۔ اگر قرآن و حدیث کی روح اور علمائے اُمت کی سرگرمیاں مدد نہ کرتیں تو مرکزیت کبھی کی ختم ہو چکی ہوتی۔ لیکن بڑے بڑے جبار امراء بھی عبائے خلافت کو زیب تن کرنے کی نہیں سوچ سکتے تھے۔ عباسی خلفاء لاکھ کمزور سہی تاہم کئی صدی تک بتی اتحاد کا نشان بن کر رہے۔ عوام میں دینی روح زندہ تھی اور یہ اسی کا کرشمہ تھا۔

خاندانی فرما رواؤں کی مختصر داستان درج ذیل ہے۔

اورسی حکومت (مغرب میں) ۱۷۲ تا ۳۰۹ھ کے ہادی

عہد میں جنگِ فح (فخ) کے بعد نفس زکیۃ کے بھائی اورس بن عبداللہ بھاگ کر مغرب پہنچے۔ وہاں کے بربر نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ۱۷۲ ہجری میں ان کی بیعت ہو گئی۔ انھوں نے ۱۷۵ ہجری میں رحلت کی۔ ان کے فرزند اورس اصغر نے حکومت کی حدود بہت پھیلا دیں۔ اس خاندان میں کئی حکمران ہوئے۔ آخری حکمران یحییٰ کی قوت و شوکت بہت بڑھی لیکن فاطمیہ کی نوخیز حکومت کے سامنے خم نہ سکے۔ آپ کو ۳۰۹ ہجری میں گرفتار کر لیا گیا اور اورسی حکومت منقطع ہو گئی۔ ادارہ کے ہاتھوں اسلام کی خوب تبلیغ ہوئی۔ ملک نے دنیوی پہلو سے بھی بہت ترقی کی۔ قاس جو پایہ تخت تھا ایک خوبصورت شہر اور تجارتی مرکز بن گیا۔

سے ابن خلدون - دہل الاسلام وعلان -

اغالبہ عباسی حکومت کے زیرِ فرمان
تھے لیکن مرکزِ خلافت سے دور

اغالبہ ۱۸۲ تا ۲۹۶ھ

ہونے کے سبب سے نیم مختارانہ مقام رکھتے تھے۔ اس نمائندگی
کا بانی ابراہیم بن اغلب تھا جو ۱۸۲ ہجری میں افریقیہ کے ایک
حصہ کا والی مقرر ہوا۔ اس کی اولاد میں دس حکمرانوں نے جگہ جگہ
دیگرے یہ عمدہ سنبھالا۔ آخری بادشاہ زیادۃ اللہ بہت نااہل
تھا۔ عبید اللہ مہدی کے داعی ابو عبد اللہ شعیبی نے اسے ۲۹۶
ہجری میں بھگا دیا۔ اغالبہ کا پانچواں تخت رقادہ تھا۔
اغالبہ کی بحری قوت بہت عظیم تھی۔

طاہریہ | سلطنتِ طاہریہ کا بانی طاہر بن حسین تھا۔
یہ ایک عرب جنرل تھا جس نے مامون کی

طرف سے اس کے بھائی امین پر حملہ کر کے اس کا کام تمام
کیا تھا۔ مامون کے عہد میں اس کا مرتبہ بہت بڑھا۔ اس کو
ذوالیمینین کہتے تھے۔ اس کے ایک معنی ہیں سخی۔ دوسرا
مفہوم یہ بناتے ہیں کہ عراق و خراسان ایسی دو اہم ولایتوں کا والی
تھا۔ ایک اور تعبیر یہ ہے کہ ایک بار اس نے ایک شخص کو
دائیں ہاتھ سے مار کر دو ٹکڑے کر دیا تھا۔ طاہر ایک جوان مرد،
کار آگاہ اور دیندار شخص تھا۔ اس نے چونکہ مامون کے بھائی
کو قتل کیا تھا اس لئے مامون کے دل میں کانتھا تھا۔ طاہر کو

علم ہوا تو مامون سے دور ہو کر اپنی دلالت میں رہنے لگا۔ اس
نے ۲۰۶ ہجری میں وفات پائی۔ ایک روایت ہے کہ اس میں
باغیانہ رُحمان پیدا ہوا تو مامون نے چپکے سے زہر دوا دی۔ مامون
نے اس کا منصب اس کے بیٹے عبد اللہ کو دیا۔ اس کو مصر کی حکومت

بھی ملی۔ عبد اللہ نے ۲۳۰ ہجری میں رحلت کی۔
 عبد اللہ بن طاہر کے بعد اس کا بیٹا طاہر جانشین ہوا۔ ان
 دنوں طاہر یہ مائل بہ تنزل تھے اور صفاریہ رو بہ اقبال۔ ۲۵۹
 ہجری میں یعقوب المیث نے محمد بن طاہر کو گرفتار کیا اور
 خراسان پر اس کی جگہ اپنا نائب مامور کیا۔ محمد بن طاہر کی مدت
 حکومت گیارہ برس ہے۔ اس کی گرفتاری کے ساتھ طاہر یہ کی
 حکومت ختم ہو گئی۔

علوی حکومت (طبرستان میں) ۲۵۰ تا ۳۱۶ھ | محمد بن
 عبد اللہ

بن طاہر کو خلیفہ نے طبرستان میں کچھ جاگیر عطا کی۔ اس نے
 اپنے بھائی سلیمان کو یہاں نائب بنایا اور ایک نصرانی سیکریٹری
 ساتھ کیا۔ انھوں نے رعایا پر سختی کی۔ علاقہ میں برہمی پھیل
 گئی۔ طبرستان سے ملحقہ علاقہ دیلم کے باشندوں نے طبرستان
 والوں کا ساتھ دیا۔ ایک سید زادے حسن بن زید سے قیادت
 کی درخواست کی۔ انھوں نے منظور کیا اور شاہی افواج کو پے
 در پے شکستیں دے کر ۲۵۰ ہجری میں اپنی حکومت قائم کر لی۔
 اس حکومت میں یہ فرماں روا ہوئے :-

حسن بن زید (۲۵۰ - ۲۶۰ھ) محمد بن زید (۲۶۰ - ۲۸۴ھ)
 حسن الاطرش بن علی (۲۸۴ - ۳۰۵ھ) حسن بن قاسم (۳۰۵ تا
 ۳۱۶ھ)

حسن بن زید کو یعقوب بن لیث نے ۲۶۰ ہجری میں طبرستان

سے ابن کثیر سے ابن اثیر۔ ابن کثیر۔

بھگا دیا تھا لیکن اگلے برس وہ واپس آگئے۔ آپ غریب پرور
 تھے اور عالم و فاضل تھے۔ آپ کی وفات کے بعد محمد بن زید
 نشین ہوئے۔ انھوں نے خراسان پر قبضہ کرنا چاہا لیکن
 عیال سامانی سے شکست کھائی۔ جنگ میں کاری زخم اٹھائے
 ان سے جاں بر نہ ہو سکے۔ ۲۸۷ ہجری میں اسماعیل سامانی
 طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ حسن بن علی جو اطروش کہلاتے تھے تیرہ
 سال بلوچستان میں اسلام کی اشاعت کرتے رہے۔ آپ حضرت
 ابی العابدین کی اولاد سے تھے اور زیدی مذہب رکھتے تھے۔
 بیت خلیق اور زریک تھے۔ آپ نے ۳۰۱ ہجری میں وفات پائی
 سامانیوں کے ایک امیر اسفار نام نے آپ کے علاقہ پر
 قبضہ کر لیا۔ حسن بن قاسم نے جو داعی کہلاتے تھے اور اطروش
 داماد تھے طبرستان کی بازیافت کے لئے کشمکش جاری رکھی
 کے دیلمی افسروں نے دغا کی اور وہ کام آگئے۔

سفار ۲۵۲ تا ۲۵۸ھ | یعقوب بن لیث اور اس کا
 بھائی عمرو سجستان کے صفار یعنی
 ٹھیرے تھے۔ دونوں بھائی زاہد اور پرہیزگار دکھائی دیتے
 تھے۔ ان دنوں سجستان میں ایک شخص صالح نے اپنے طور سے
 راج کو مٹانے کی مہم چلا رکھی تھی۔ یعقوب اس کی تحریک میں
 مل ہو گیا۔ صالح کی وفات اور پھر اس کے جانشین درہم کی
 فتاری کے بعد یعقوب اس تحریک کا سرغنہ ہو گیا۔ اس نے
 راج کی خوب بیخ کنی کی۔ سجستان کے باشندے اس کے

ابن اشیر۔ ابن کثیر اور ابن خلدون کے مختلف سین سے ماخوذ ہے۔

ارادت مند ہو گئے۔ یہاں طاہریہ کی حکومت تھی۔ یعقوب نے
۲۵۲ ہجری میں ان سے یہ علاقہ چھین لیا اور خلیفہ کو اطاعت کا
عریضہ لکھا۔

یعقوب ایک قسمت آزما شخص تھا۔ اس کی خوش بختی سے
طاہریہ کا ستارہ ماند پڑ چکا تھا۔ ۲۵۳ ہجری میں اس نے بنو طاہریہ
سے خراسان کے دو اہم شہر ہرات اور بوشنج چھین لئے۔ اس
کی شوکت اور بڑھی۔

خلیفہ معمر نے دیکھا کہ یعقوب والی سجستان اور علی بن ابی
والی فارس کے تیور ٹھیک نہیں تو ۲۵۵ ہجری میں دونوں کو
بیک وقت کرمان کا پروانہ نیابت دے کر بھڑا دیا۔ یعقوب
نے علی کو شکست دے کر کرمان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد
فارس کی طرف قدم اٹھائے۔ علی کو ہزیمت دے کر پابند سلاطین
کیا اور ساتھ لے گیا۔ فارس کے پایہ تخت شیزاز کو لوٹا لیکن
وہاں حکومت قائم نہ کی۔ وہاں خلیفہ نے اپنا عامل بھیج دیا۔ یعقوب
نے بعد میں یہاں بھی قابض ہونا چاہا لیکن خلیفہ نے سندھ وغیرہ کے
علاقے دے کر ٹالا۔ یعقوب نے کابل کے غیر مسلم بادشاہ کو شکست
دے کر اس کے بھی کچھ علاقے چھین لئے۔

یعقوب ایک سخت گیر اور ہارعب امیر تھا۔ بست کے
شہر سے کوچ کا اعلان کیا تو کچھ لشکریوں نے اس سے پہلے
ہی چلنے کی تیاری کر لی۔ یعقوب طیش میں آیا اور روانہ ہو
کر دی۔ فوج ایک برس یہیں بڑی رہی اور کسی کو دم مارنے
کی مجال نہ ہوئی۔ پے در پے فتوحات نے اس کا دماغ اور
چڑھا دیا۔ ان دنوں خلیفہ معتد پر اس کا بھائی موفق مسلط تھا

اس نے عملاً خلیفہ کے سب اختیارات سلب کر رکھے تھے۔ نتیجہ یہ کہ خلافت کی ساکھ جاتی رہی اور یعقوب ایسے طامع امراء کو کھل کھیلنے کا موقع ملا۔ بنو طاہر کی طاقت گر رہی تھی۔ یہ خاندان خلیفہ کا فرمان بردار تھا اس لئے وہ انھیں بحال رکھنا چاہتا تھا۔ یعقوب نے سب سے پہلے انہی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ یعقوب نے محمد بن طاہر کو خاندان سمیت گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد یعقوب نے طبرستان پر توجہ کی۔ اس نے حسن بن زید کو شکست دی لیکن چالیس روز کی بارش اور برف باری نے اس کی فوج کے ۴۰ ہزار سپاہیوں کو فنا کر دیا۔ یعقوب خراب و خستہ ہو کر پلٹا۔ یہ اس کی پہلی ناکامی تھی۔ اب یعقوب نے فارس کے علاقہ کی خاطر خلیفہ سے بگاڑ کر لیا۔ خلیفہ کے بھائی موفق نے صلح کرنی چاہی لیکن یعقوب نے کہا کہ جب تک خلیفہ کے دروازہ پر پہنچ نہ لوں کسی پیڑ پر لاضی نہ ہوں گا۔ جنگ ہوئی۔ یعقوب زخم کھا کر بھاگا۔ اسی جنگ میں محمد بن طاہر کو رہائی نصیب ہوئی۔

یعقوب عزم و ہمت میں مثال نہیں رکھتا تھا۔ حسن بن زید علوی اس وصف کی بنا پر اسے سندان کہتے تھے۔ معتمد بھی جانتا تھا کہ اسے شکنجہ میں کتنا مشکل ہے اس لئے اسے شیشہ میں اتارنا چاہا۔ ۵۶۵ ہجری میں اسے فارس کی ولایت کا فرمان بھیجا۔ جس وقت خلیفہ کا قاصد پہنچا یعقوب بستر مرگ پر تھا، یعقوب نے تلوار، خشاک کی روٹی اور پیاز دکھا کر کہا، خلیفہ سے کہنا کہ میں مریض ہوں۔ اگر مر گیا تو مجھے تم سے اور تمہیں مجھ سے راحت ملے گی۔ اگر جانیر ہوا تو ہمارے درمیان تلوار

فصلہ کرے گی۔ یا میں بدلہ اتاروں گا اور یا تم میرا دم نہ
 توڑ کر مجھے دوبارہ اس روٹی اور پیاز کا کر دو گے۔ خلیفہ کا اپنے
 واپس چلا آیا۔ بعد میں یعقوب نے اس دنیا سے رحلت کی۔
 یعقوب کی جگہ اس کے بھائی عمرو نے لی۔ اس نے
 خلیفہ سے تعلقات درست کیے اور سندھ، خراسان، فارس
 اور سجستان ایسے بڑے بڑے صوبوں کی ولایت حاصل کی۔ بعد
 میں اس نے بھی خلیفہ سے عداوت باندھ لی۔ لیکن ایک ہی
 شکست کے بعد مطیع ہو گیا۔

عمرو بن لیث اپنے بھائی یعقوب کی طرح بہت حربیں
 اور تفرقہ انگیز تھا۔ اس نے ایک خدمت کے صلہ میں خلیفہ
 معتضد سے ماوراء النہر کی حکومت چاہی جو امیر اسماعیل سامانی
 کے پاس تھی۔ خلیفہ نے پروانہ لکھ دیا۔ اسماعیل نے صلح و صفائی
 کی کوشش کی لیکن عمرو نے تسلیم نہ کیا۔ ۲۸۷ھ میں ان کے
 درمیان جنگ ہوئی۔ عمرو کی فوج اس سے بہت تنگ تھی،
 اس لئے ساتھ چھوڑ دیا اور وہ شکست کھا کر گرفتار ہوا۔
 اسماعیل نے اسے قتل کر دیا۔ لیکن ایک روایت بتاتی ہے
 کہ اسے خلیفہ کے پاس بھیجا۔ خلیفہ نے قید میں ڈال دیا یہیں
 کچھ مدت کے بعد قتل کر دیا گیا۔

اسماعیل نے عمرو کے پوتے طاہر بن محمد کو خلیفہ کے
 پاس سفارش کر کے بھیجا تھا۔ خلیفہ نے اسے سجستان اور فارس
 کی حکومت دی لیکن صفاریہ اب نکتے ہو چکے تھے۔ ۲۹۸ ہجری
 میں انھوں نے حکومت کھودی ہے

سہ صفاریہ کے عنوان کے لئے ابن اثیر۔ ابن کثیر اور ذہبی کے متفرق سنیں دیکھے جائیں

مغاریہ کامیاب منتظم تھے۔ ان کے علاقے میں ظلم و ستم اور بے انصافی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ انھوں نے فارسی شعر و ادب کی بھی سرپرستی کی لیکن ان کی طاعی نے قوم کی مرکزیت کو شدید نقصان پہنچایا۔

اس خاندان میں
چھ فرماں روا ہوئے

طولونینہ (مصر میں) ۲۵۲-۲۹۲ھ

اسی کا بانی احمد بن طولون تھا۔

طولون ایک ترکی غلام تھا جسے نوح بن اسد سامانی نے رشید یا ہارون کو ہدیہ کیا تھا۔ احمد اس کا بیٹا یا متبئی تھا۔ احمد ایک بہادر اور ہونہار نوجوان تھا۔ نہایت متدین اور پرہیزگار تھا۔ ۲۵۲ ہجری میں مصر کے ایک حصہ کا عامل مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ بعد کل مصر کا والی ہوا۔ اس نے اپنی ولایت میں خوب دھاک بھائی۔ لہذا اسے افریقیہ اور شام کی حکومت بھی مل گئی۔

ابن طولون کے روابط خلیفہ کے ساتھ مطیعانہ تھے اس نے ۴۶ برس کی حکومت کے بعد ۲۶۰ ہجری میں وفات پائی۔ قومی اور مذہبی جذبات سے مامور تھا۔ علماء کا قدر دان تھا۔ اس نے انتظامی اور دینی لحاظ سے کئی کارنامے انجام دیے۔ اس نے مصر میں جامع طولونینہ تعمیر کی جس کو تاریخی شہرت نصیب ہوئی۔

احمد کے بعد اس کا بیٹا حمارونینہ جانشین ہوا (اس کے

تعلقات خلافت بغداد کے ساتھ ابتداء میں کشیدہ تھے لیکن بعد میں مصالحت ہو گئی۔ ۲۸۲ ہجری میں اپنی بیٹی قطرۃ الندی خلیفہ معتضد کو بیاہی۔ خمارویہ کو اسی سال ایک خادم نے ذبح کر دیا۔ اس کا بیٹا حلتش بھی نو ماہ بعد سرداران فوج کے ہاتھوں مارا گیا۔ اب ہارون بن خمارویہ امیر ہوا۔ اس نے خلیفہ کو اس حد تک ناراض کیا کہ خلیفہ نے مصر پر بحری اور بری دونوں رستوں سے فوج بھیج دی۔ ہارون مقابلہ کے دوران اچانک مارا گیا۔ امارت اس کے چچا شیبان نے سنبھالی۔ اس نے ہتھیار ڈال دئے۔ آل طولون گرفتار ہو کر بغداد آئے۔ یہاں سب کا صفایا ہو گیا۔

سامانیہ ۲۶۱ھ تا ۳۸۹ھ | سامانی خاندان اپنے مورث اعلیٰ کے نام سے منسوب ہے

جو بہرام چوبین کی اولاد سے تھا۔ اس کا ایک بیٹا اسد نام تھا۔ اس کے چار فرزند تھے: نوح، احمد، یحییٰ اور الیاس۔ جن دونوں مامون خراسان کا والی تھا یہ اس سے وابستہ ہو گئے اور اس کی سرکار میں بہت قرب پایا۔ مامون نے خلافت کا اختیار سنبھالا تو ان چاروں بھائیوں کو ماوراءالنہر میں الگ الگ صوبوں کی ولایت دی۔ احمد، جس کی اولاد نے سامانیہ کی قومی سلطنت کا نشانہ قائم کیا، فرغانہ کا حاکم تھا۔ اس کی وفات پر اس کا بیٹا نصر ۲۶۱ ہجری میں جانشین ہوا اس کا پایہ تخت سموتند تھا۔ طاہریہ کے زوال کے بعد

وہ نیم مختار ہوا۔ نصر دیندار اور مدبر تھا۔ اس نے ۲۷۹ھ میں انتقال کیا تو اس کے بھائی اسماعیل حاکم بخارا نے اس کی جگہ لی۔

اسماعیل نے بخارا ہی کو صدر مقام بنایا۔ یہیں سے بخارا کی پُر شوکت تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ اسماعیل کے ایام میں خلیفہ کی بلا دستی برائے نام رہ گئی۔ ۲۸۷ ہجری میں خلیفہ معتضد نے عمرو بن لیث کی خواہش پر ماوراء النہر کی حکومت اسے دے دی۔ عمرو نے قبضہ کرنے کے لئے ایک لشکر بھیجا جسے اسماعیل نے شکست دی۔ اب عمرو خود روانہ ہوا۔ اسماعیل نے لکھا کہ تمہارے پاس وسیع علاقہ ہے۔ میں سرحد پر ہوں۔ اپنے علاقوں پر قانع رہو اور مجھے یک سو رہنے دو۔ عمرو نہ مانا۔ جنگ ہوئی۔ عمرو گرفتار ہوا۔ بعد میں اسماعیل نے صفاری اور علوی حکومتوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کی ریاست کا دائرہ ترکستان، خراسان اور اصفہان وغیرہ پر پھیل گیا۔ نہایت زیرک اور بلند کردار بادشاہ تھا۔ رعایا میں ہردلعزیز تھا۔ ملک گیری اور ملک داری کی دو گونہ اہلیت سے اس نے سامانی حکومت کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دیا۔ اسماعیل کے بعد اس خاندان میں آٹھ بادشاہ ہوئے جن میں نصر ثانی اور نوح ثانی خاصی شہرت رکھتے ہیں۔ اواخر میں خاندانی جھگڑوں نے بنو سلیمان کو کمزور کر ڈالا اور علاقے ہاتھ سے نکلنے لگے۔ کچھ علاقوں پر سلطان محمود نے قبضہ کر لیا۔ باقی حصہ ترکستانی فرماں روا ایلیک خان نے لے لیا۔ اس نے ۳۸۹ ہجری میں آخری سامانی فرماں روا عبد الملک ثانی کو گرفتار کر لیا۔ ایک اولوالعزم شہزادہ اسماعیل بن نوح

نے ملک واپس لینے کی جدوجہد کی۔ وہ ۳۹۲ ہجری میں قتل
ہوا اور سامانیوں کا چراغ بجھ گیا۔

سامانی بادشاہ علم و ادب کے دل دادہ تھے۔ ان کے
پاس ایک بڑا کتب خانہ تھا جس میں نادر کتابیں تھیں۔ ابن سینا نے
اس سے بہت استفادہ کیا تھا۔ سامانی بادشاہوں کے دربار
سے رود کی اور دقیقی ایسے مشہور شاعر وابستہ تھے۔

بنو حمدان نے موصل،
دمشق اور حمص پر حکومت

کی۔

عبداللہ بن حمدان بن حمدون عرب قبیلہ بنو تغلب کا ایک
سردار تھا۔ خلیفہ مکتفی نے ۲۹۳ ہجری میں اسے موصل کا والی
بنایا۔ یہیں سے اس خاندان کی سلطنت کی ابتداء ہوتی ہے۔
۳۰۳ ہجری میں خلیفہ نے اسے سب بھائیوں سمیت گرفتار کیا
لیکن دو برس بعد رہا کر کے عمدہ پر بحال کیا۔ عبداللہ بن
حمدان کے کئی بانشین ہوئے۔ موصل میں ان کی حکومت کو
بنو بویہ نے ۳۶۷ ہجری میں ختم کیا لیکن ۳۷۶ ہجری میں انھوں
نے پھر یہاں قبضہ کر لیا۔ ۳۸۰ ہجری میں حکومت ان کے ہاتھ
سے نکل گئی۔

حلب اور دمشق پر بنو حمدان کے ایک رکن سیف الدولہ
بن حمدان کا ایک طویل مدت قبضہ رہا۔ اس نے ۳۵۶ ہجری میں

سلطہ ابن اثیر۔ ابن کثیر ابن خلرون کے مختلف سے ماخوذ ہے۔
سلطہ ابن کثیر ۴۲۸ ہجری۔

وفات پائی۔ ^{مستثنیٰ} اور ابو نصر فارابی اسی کے دربار میں رہے۔
 حلب کے فرماں روا سعد الدولہ کے انتقال کے بعد
 ۳۸۲ ہجری سے یہاں کی حکومت برائے نام رہ گئی۔ ۴۰۲ ہجری
 میں اس کا خاتمہ ہو گیا۔

بنو حمدان کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ وہ رومیوں کے مقابلہ
 پر آہنی دیولابنے رہے۔

مصر کے بنو فاطمہ
 کو ان کی حکومت

بنو فاطمہ (مصر میں) ۲۹۶ھ تا ۵۶۷ھ

کے بانی عبید اللہ مدنی کی نسبت سے ^{عبدیہ} بھی کہا جاتا ہے۔
 فاطمیہ کے نسب سے بعض مورخین نے انکار کیا ہے لیکن ابن خلدون
 شواہد کے ساتھ اسے درست قرار دیتا ہے اور لکھتا ہے کہ
 عباسی خلیفہ معتضد نے ان کے نسب کو درست مانا ہے۔ مقریزی
 بھی ابن خلدون کا مؤید ہے۔

اسماعیلیہ کی تاریخ کے ماہر مسٹر آئی و نوو IVANOW لکھتے ہیں
 کہ اسماعیلیوں کا ایک بنیادی اصول یہ ہے کہ مستور آئمہ کے حالات
 کو باطن (خفیہ) رکھا جائے۔ نتیجہ یہ کہ لوگوں نے ان کے سینکڑوں
 نسب نامے جوڑ ڈالے۔

فاطمی حکومت کے قیام سے پہلے ان کے آئمہ کو حکومت بغداد
 کی طرف سے جان کا خطرہ رہتا تھا اس لئے وہ پوشیدہ زندگی بسر
 کرتے تھے۔ ان کا داعی اعظم عوام اور ان کے درمیان رابطہ کا کام
 دیتا تھا اور ظاہر ادرہ امامت کا دعویدار بھی ہوتا تھا تاکہ وقت

لے دی رائیز آف فاطمیہ ص ۲۸۔

پڑے تو اس کی جان قربان ہو جائے اور حقیقی امام بچ جائے۔
 حقیقی امام کو امام مستقر اور ظاہر امام کو امام مستودع کہتے
 تھے۔ اگر حقیقی امام نابالغ ہوتا تو مستودع امام ہی سربراہِ کار
 ہوتا تھا۔ فاطمی خلافت کا بانی عبید اللہ المہدی امام مستودع تھا۔
 وہ عبد اللہ القدرح کی اولاد سے تھا۔ اس کے بعد حکومت امام
 مستقر ابو القاسم کو ملی جو نسلِ فاطمی تھا۔

امام محمد بن اسماعیل حمص کے قریب سلمیہ نام ایک شہر
 میں مقیم تھے۔ انھوں نے اپنی دعوت کا سلسلہ نہایت زبردستی
 اور کامیابی کے ساتھ چلایا۔ حجاز، یمن، بحرین اور عراق وغیرہ
 میں ان کی دعوت کو بہت قبول حاصل ہوا۔ انھوں نے مغرب
 (افریقہ) میں بھی نشر و اشاعت کا اہتمام کیا۔ ان کے ایک داعی
 ابو عبد اللہ شیبی نے جو محتسب اور معلم کے نام سے بھی
 معروف تھا اہل مغرب کی ایک کثیر تعداد کو گرویدہ کر لیا
 اور یہاں دارالہجرت آباد کیا۔ ان دنوں مغرب میں بنو عباس
 کی طرف سے اعلیٰ خاندان حکمران تھا جس کا پایہ تخت رقادہ
 تھا۔ اس کے آخری فرماں روا زیادت اللہ نے اس تحریک کو
 کچلنے کا ارادہ کیا۔ لیکن ابو عبد اللہ کے تدبیر میں جو کشش تھی
 اس کا مقابلہ باہمت مگر شراب نوش زیادت اللہ کو مشکل تھا۔
 زیادت اللہ نے شکست کھائی۔ اور بھاگ کر مصر میں پناہ لی۔
 ابو عبد اللہ نے حسن انتظام اور عدل و انصاف کے بل پر عوام
 کو موہ لیا۔ زیادت اللہ کو شکست دینے کے بعد عبید اللہ

لے عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم۔

المہدی کو جو امام ابوالقاسم کی طرف سے شام میں بیٹھ کر تحریک کی قیادت کر رہے تھے مبارک باد بھیجی اور مغرب آنے کی درخواست کی۔ یہ خبریں دربار خلافت میں پہنچ گئیں۔ خلیفہ نے مہدی کی گرفتاری کا فرمان جاری کیا۔ مہدی پوشیدہ طور سے مغرب کو روانہ ہو گئے۔ جناب عبید اللہ نے امام ابوالقاسم اور چند رفقاء کے ساتھ تاجرانہ لباس میں سفر کیا۔ شاہی جاسوس تلاش میں تھے سچلماہ پہنچے تو وہاں کے حاکم نے گرفتار کر لیا۔ ابو عبید اللہ ایک عظیم الشان شکر لے کر آیا۔ سچلماہ کے حاکم کو شکست دے کر بھاگایا اور عبید اللہ کو رقادہ لایا۔ یہاں ۲۹۶ ہجری میں ان کی بیعت ہوئی۔ انھوں نے المہدی امیر المؤمنین کا لقب اختیار کیا۔ یہ دولت عبیدیہ کا آغاز تھا۔ مہدی نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ ابو عبید اللہ کو خود سری پد لٹو کا تو اس نے آپ کی حکومت کا تختہ پلٹنے کی سازش کی۔ راز طشت از بام ہو گیا اور ابو عبید اللہ مارا گیا۔

مہدی نے ۳۰۹ ہجری میں ادریسی حکومت پر بھی قبضہ کر لیا۔ افریقیہ میں عوارج کا بہت زور تھا۔ ان سے محفوظ رہنے کے لئے مہدی نے افریقیہ کے مغربی ساحل پر مہدیہ نام کا ایک شہر آباد کیا۔ اس کے گرد ایک مضبوط فصیل تعمیر کی اور اسے دارالمخلاف قرار دیا۔

مہدی نے ۳۴۲ ہجری میں وفات پائی۔ ان کے بعد ابوالقاسم

سید ابن خلدون - ابن اثیر - ابن کثیر - عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم
عبد ابن خلدون - ابن کثیر -

القائم بامر اللہ نے ۳۲۲ سے ۳۲۴ ہجری تک حکومت کی۔
 قائم کو اندرون ملک خارجیوں سے اور بیرون ملک رومیوں سے
 بہت جنگیں لڑنی پڑیں۔ خارجی سردار ابو یزید بہت طاقت اور
 شوکت کا مالک تھا۔ اس کے لشکروں نے کئی شہر فتح کیے،
 اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ دور دور تک بستیاں اجاڑ
 کر رکھ دیں۔ ابو یزید نے قیردان پر قبضہ جمایا تو قائم کو بھی
 فکر لگی اور اس نے ہمدیہ کے گرد خندق کھدوائی۔ ابو یزید نے
 ہمدیہ کا رخ کیا اور رستہ میں قائم کے بھیجے ہوئے لشکر کو
 شکست دے کر ہمدیہ پہنچا اور شہر کو محصور کر لیا۔ محاصرہ
 کئی مہینے جمایا رہا۔ اس دوران بہت خون ریز معرکے ہوئے۔
 آخر خوارج میں بھوٹا پڑ گئی اور ابو یزید کو محاصرہ اٹھانا پڑا۔
 وہ قیروان چلا گیا اور گرد و نواح میں ترک تازیاں شروع کیں۔
 قائم کے لشکروں سے اس کے کئی معرکے ہوئے لیکن کوئی
 نتیجہ نہ نکلا۔ اسی اثناء میں قائم نے ۳۳۴ ہجری میں وفات پائی۔
 اس کا بیٹا منصور خلیفہ ہوا۔ منصور دلیر اور مرد میدان
 تھا۔ اس نے بنفس نفیس ابو یزید کا مقابلہ کیا۔ ایک مقام پر
 تو صرف بیس سپاہیوں کی مدد سے اس کے تیس ہزار کے لشکر
 کو شکست دی۔ منصور کی ہیبت بیٹھ گئی۔ ابو یزید نے اس کے
 بعد بھی خوب خوب مقابلے کیے لیکن کہیں قدم نہ جما سکا۔ آخر
 ۳۳۶ ہجری میں مجروح ہو کر گرفتار ہوا اور منصور کی قید
 میں انہی زخموں سے مر گیا۔

ابو یزید کا اس قدر دبدبہ تھا کہ جب تک اس کا خاتمہ نہ
 ہوا منصور نے اپنے باپ کی موت پوشیدہ رکھی۔ تین برس بعد

۳۳۶، ہجری میں اس کی موت کا راز کھولا اور اپنی خلافت کا اعلان کیا۔ اس نے قیردان کے قریب صبرہ نام کی ایک بستی کا نام منصور یہ رکھ لیا۔ یہیں قیام اختیار کیا۔ اب یہی بنو فاطمہ کا دار الخلافہ تھا۔ چونکہ منصور یہ قیردان کے مضافات میں سے تھا اس لئے مورخین قیردان ہی کو دار الخلافہ لکھتے ہیں۔ منصور فاطمی کو منصور عباسی سے تشبیہ دی جا سکتی تھی۔ دونوں بہت عاقل، شجاع اور اولوالعزم تھے اور بڑی مشکلات کے بعد حکومت مستحکم کر سکے۔

سلسلہ فاطمیہ کے چوتھے امام معزز (۳۲۱ تا ۳۶۵ھ) نے مصر کو فتح کر کے اسلام کی تاریخ میں ایک جدید اور نمایاں باب کا اضافہ کیا۔ مصر دولت عباسیہ سے منسلک تھا لیکن اس پر حقیقی تصرف دولت اشیدیہ نے جما رکھا تھا۔ دولت اشیدیہ پر زوال کا سایہ آسمانی آفات اور بلاؤں کے ساتھ پڑنا شروع ہوا۔ یہ علاقہ ۳۵۱ ہجری سے خشک سالی اور قحط کی زد میں آیا۔ ساتھ ہی وباء نے بھی پورش کی۔ اس دو گونہ مصیبت نے مصر کو تباہی اور بربادی سے ہم کنار کر دیا۔ خالوادہ اشیدیہ کا مدار المہام کا فور اگرچہ بیدار طبع اور مدبرہ حاکم تھا لیکن وہ بھی آفات کے ہاتھوں عاجز آ گیا۔ نظام حکومت روز بروز بگڑنے لگا۔ خزانہ میں اس قدر کمی آگئی تھی کہ فوج کی تنخواہیں بھی پوری نہیں ہو سکتی تھیں۔ کا فور کی وفات کے بعد حالات اور بھی دگر گون ہو گئے۔

ایک طرف تو مصر قحط و آلام کا شکار تھا اور دوسری طرف امراء کا طبقہ عیش و عشرت کے مزے لوٹ رہا تھا۔ معزز

کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اسے دیرینہ خوابوں کی تعبیر ہوتی نظر آئی۔ اس نے بھانپ لیا کہ اب مصر اس کے حملہ کی تاب نہیں لاسکے گا۔ ادھر مصر کے بعض امراء جب راختیدی خاندان اور عباسی حکومت کی طرف سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے معز کو حملہ کے لئے خفیہ دعوت نامے لکھے۔ معز نے اپنے جرنیل جوہر کو لشکر دے کر بھیجا اور پیش گوئی کی کہ اگر جوہر تنہا بھی جائے تو مصر کو زیرہ نگین کرے گا۔ جوہر نے ۳۵۸ ہجری میں مصر پہنچ کر نہایت آسانی سے قبضہ جا لیا اور قاطمی سلطنت کا دائرہ بہت جلد شام سے گزر کر حجاز تک پھیل گیا۔ مکہ اور مدینہ میں اس کا خطبہ رائج ہو گیا۔

مصر کا قدیم مرکز فسطاط تھا۔ جوہر نے اس کے قریب ایک نئے شہر کی بنا رکھی تاکہ اسے دارالخلافہ قرار دیا جائے۔ اس نے اس کا نام منصور یہ رکھا۔ جب یہاں معز کے لئے محل تیار ہو گیا تو اسے بلایا۔ وہ ۶۱۹۶۱ میں قیروان کے منصوبہ سے چل کر فسطاط کے منصور یہ میں آیا اور شگون کی خاطر اس کا نام قاہرہ رکھا۔ قاہرہ کے لغوی معنی ہیں غالب۔ معز نے یہ اس نام سے یہ شگون لیا کہ اب یہ ساری عباسی سلطنت پر غالب آئے گا لیکن اس کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی۔

معز ایک نہایت قابل، عادل، سادہ مزاج اور بلند اخلاق فرماں روا تھا۔ محتاط، مستعد اور مشقت پسند تھا۔ حکومت کے جزوی امور پر بھی کڑی نگاہ رکھتا تھا۔ عوام کی فلاح و بہبود کو بہت عزیز جانتا تھا اس لئے مصر کا

انتظام بہت جلد درست ہو گیا۔ فاطمی قبضہ کے تقریباً ۴۰ برس بعد ملک سے قحط اور وبا کا خاتمہ ہوا۔ ہر طرف اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ عوام معزز کے گردیدہ ہو گئے حالانکہ ملک میں شیعی عقائد کے لوگ بہت کم تھے۔ معزز نے بعض اعتقادی امور میں بے شک جبر سے کام لیا لیکن عمومی نقطہ نگاہ سے اُس نے عوامی عقائد سے تعرض نہیں کیا۔

معزز کے عہد میں جامع ازہر تعمیر ہوئی۔ معزز کے بعد اس کے بیٹے نزار نے العزیز باللہ کے لقب کے ساتھ ۲۶۵ ہجری میں زمام امامت سنبھالی۔ اس کے عہد میں شام کے شہر مدینہ پر بڑے معرکے ہوئے۔ آخر اس نے خود جا کر اسے فتح کیا۔ اس نے ۳۸۶ ہجری میں قونج کے درد سے وفات پائی۔

عزیز باللہ بہت خوش اخلاق، بہادر اور فیاض تھا۔ بڑے بڑے دشمنوں کو بھی معاف کر دیتا تھا۔ وہ خواص و عوام سب کے ہاں محبوب تھا۔

عزیز نے شاندار محلات بنائے اور جامع حاکم کی بنا رکھی۔ اس نے ترکوں کو اپنی ملازمت سے وابستہ کیا اور انھیں فوج میں عہدے دئے۔

عزیز کے بعد اس کا بیٹا منصور اکیس برس کی عمر میں امام ہوا۔ اس کا لقب الحاکم بامر اللہ تھا۔ اس کی مدتِ خلافت ۳۸۶ سے ۴۱۱ ہجری تک ہے۔

حاکم کے عہد تک معزز کی سادگی اور وسعتِ قلب اس خاندان سے آہستہ آہستہ رخصت ہو گئی۔ حاکم سونے

کے تخت پر بیٹھا۔ نہ صرف غیر مسلموں بلکہ غیر شیعہ مسلمانوں پر بھی سختی کی۔ یہود و نصاریٰ کو حکم دیا کہ اہل اسلام سے جداگانہ نظر آنے کے لئے سیاہ لباس اور زُتار پہنا کریں، گلے میں چوہی صلیب لٹکائیں اور گھوڑے کی سواری نہ کریں۔ بے شمار گرجے گروائے۔ آخر میں یہود و نصاریٰ کو ملک بدر کر دیا۔

حاکم عقائد کے معاملہ میں اس قدر سخت تھا کہ کتوں کے قتل عام کا فرمان دے دیا۔ کتے مصر کی سرزمین سے ناپید ہو گئے۔

حاکم نے اخلاقی اور معاشرتی اصلاحات کی طرف توجہ کی اور نہایت سختی سے کام لیا۔ عورتوں کو پردہ پر مجبور کیا۔ اور ان کا آرائش کے ساتھ باہر نکلنا ممنوع قرار دیا۔ انھیں حمام میں جانے کی بھی ممانعت کر دی۔ شراب کی بندش کی۔ شطرنج وغیرہ بے کار مشاغل اور علانیہ راگ رنگ ممنوع قرار دئے۔ شبانہ آوارگی بند کر دی اور حکم دیا کہ مغرب کے بعد لوگ رستوں پر بے مقصد ٹہلتے نظر نہ آئیں۔ کافی عرصہ اس کا یہ معمول رہا کہ رات کو سوار ہو کر شہر کے گلی کوچوں میں نکلتا تھا۔

انتظامی معاملات میں بھی حاکم کی سختی حد سے گزری ہوئی تھی۔ ذرا ذرا سی غلطی پر کسی کے ہاتھ، کسی کی زبان اور کسی کی گردن قلم کروا دیتا تھا۔ بارہا منشیوں کے ٹھٹھے کے ٹھٹھے اس کے محل کے نیچے کھڑے معافی کے لئے نالہ دزاری کرتے نظر آتے تھے۔

کہتے ہیں کہ حاکم کے دماغ میں کچھ خلل تھا۔ اس کی طبیعت افسردہ کی طرف مہجوں تھی۔ مثلاً ایک طرف تو یہود و نصاریٰ پر کڑی پابندیاں لگائیں اور دوسری طرف بعض عیسائیوں کو بلند عہدے دئے۔ ایک طرف تو یہ حال تھا کہ طلائی تخت پر بیٹھتا تھا اور دوسری طرف دربار داری کے بعض ایسے آداب مثلاً زمین بوسی وغیرہ جن سے نخوت کی بو آتی تھی موقوف کر دیے۔ خود نجوم کا شائق تھا اور مطالعہ نجوم کے لئے رصد گاہ بنا رکھی تھی لیکن عوام کے لئے اسے ممنوع قرار دیا۔ ایک عہدہ دار کے ہاتھ کٹوائے۔ پھر اسے سونے چاندی کا انعام دیا۔ اس کے بعد اس کی زبان کٹوا دی۔

حاکم پر لے درجے کا فیاض اور غضب کا سفاک تھا۔ اچانک خوش اور اچانک غضبناک ہو جاتا تھا۔ کتنے ہی امراء اس کی متلون مزاجی کا شکار ہو گئے۔

حاکم کی بے چین اور بے رحم طبیعت سے رعیت تالاں ہو گئی۔ حد سے زیادہ شدت نے نظام کار کو بگاڑ دیا۔ جب ابو رکوہ نام ایک شخص نے بغاوت کی تو بہت لوگ اس کے ساتھ شامل ہو گئے اور بڑی مشکلوں سے اس کا خاتمہ ہوا۔ انہی اسباب سے حاکم کا عہد بنو فاطمہ کے لئے اضمحلال اور زوال کا نقیب ہو گیا۔

حاکم کو علم سے بہت محبت تھی۔ اس نے ۳۹۸ ہجری میں دارال حکمت کا افتتاح کیا۔

حاکم کے بعض پیرو اسے قدامتے ہیں۔ یہ لوگ دروہی

کہلاتے ہیں۔ یہ فرقہ آج بھی موجود ہے۔
 حاکم کو ستارہ بینی کا شوق تھا۔ اس مقصد کے لئے
 ایک رات تین تہا جیل مقطم پر گیا۔ اس کے بعد واپس نہ آیا۔
 اس کے پیروؤں کا خیال ہے کہ وہ اس دنیا سے پرواز کر گیا
 ہے۔ جب اس کلابی مانے گا وہ پٹ آئے گا لیکن دیگر لوگ
 کہتے ہیں کہ اسے قتل کر دیا گیا تھا۔ بعضوں کا خیال ہے کہ
 اس کی بہن نے اسے قتل کر دیا تھا۔ لیکن تاریخ سے ثابت ہے
 کہ اس کے قتل کے پانچ برس بعد اس کا قاتل گرفتار ہو گیا
 تھا۔ اس نے اقرار کیا کہ میں نے چار آدمیوں کے ہمراہ
 حاکم کو اللہ اور اسلام کی حمیت کی خاطر قتل کیا تھا۔ اس
 شخص سے قتل کے ثبوت میں کچھ چیزیں بھی فراہم ہوئی تھیں۔
 حاکم نے ۳۶ برس کی عمر میں ۲۵ سال کی حکومت کے
 بعد وفات پائی۔ یہ ۴۱۱ ہجری کا واقعہ ہے۔

حاکم کے بعد اس کے بیٹے ظاہر لدین اللہ (۴۱۱-۴۲۷ھ)
 نے اس کی پابندیوں کو بہت نرم کر دیا۔ ظاہر عیش و عشرت
 کا دل دادہ تھا۔ اس نے عوام کو بھی رقص و سرود اور شراب
 کی کھلی چھٹی دے دی۔ اس کے عہد میں چند برس نہایت خوفناک
 قحط غالب رہا۔ اس اثناء میں مار دھاڑ اور ٹوٹ کھسوٹ اس قدر
 عام ہوئی کہ ظاہر بھی بے بس ہو گیا۔ یہاں تک کہ مصری حج
 کا قافلہ لوٹ لیا گیا اور ان میں سے بہت سے حجاج کو تہ تیغ
 کر دیا گیا۔

ظاہر نے عیسائی رعایا کے ساتھ اچھا سلوک کیا لیکن
 اسماعیلی مسلک کی اشاعت بڑھانے کی خاطر مالکی فقہاء کو ملک

سے نکال دیا۔

ظاہر کے بعد مستنصر باللہ (۲۲۸-۲۸۷ ہجری) نے
عنانِ خلافت سنبھالی۔ اس کے عہد میں بسا سیری نے چند ماہ
بغداد میں اس کا خطبہ پڑھوایا لیکن جب عباسی سلطنت سنبھلی
تو فاطمی حکومت کو شام کے بھی اکثر حصہ سے ختم کر دیا۔
ترک سپاہی مستنصر پر عادی ہو گئے۔ نظامِ حکومت ابتر
ہو گیا اور مستنصر بے دست و پا ہو کر رہ گیا۔ آمدن کے
ذرائع بند ہو گئے۔ خزانہ خرد برد ہو گیا۔ محوطے اور ستم کیا۔
مستنصر کے پاس بیٹھنے کو صرف ایک چٹائی رہ گئی۔ ایک امیر
عورت اسے دن میں ایک وقت کھانا بھیج دیتی۔ وہ اسی پر
قناعت کرتا۔ ناچار اُس نے حالات کی اصلاح کے لئے ۲۶۶
ہجری میں عکا کے گورنر بدر الجحالی کو بلایا۔ بدر الجحالی نے حکومت
کا نظام تو سنوار دیا لیکن آئندہ سے وزراء و امراء کو کارِ خلافت
میں دخلیل ہونے اور خلیفہ کو مغلوب رکھنے کی راہ سنبھائی۔
خلافت کے امیدواروں میں نزاع کی ابتدا ہوئی اور خلافت
کا اصل اختیار آہستہ آہستہ بجائے خلیفہ کے خلیفہ گروں کے ہاتھ
میں آ گیا۔

بدر الجحالی کے بعد اس کا بیٹا افضل بہت عرصہ تک سیاہ و
سفید کا مالک رہا۔ وہ آمر باحکام اللہ کے عہد میں مرا اور
خلیفہ خود مختار ہوا لیکن آمر کے جانشین حافظ لدین اللہ
(۵۲۳-۵۲۴ھ) کے عہد میں ولی عہدی کے جھگڑے نے خلافت
کی کمر توڑ دی۔ ولایتِ عہد کے لئے اس کے دو بیٹوں حیدر
اور حسن میں جنگ چھڑ گئی۔ حسن غالب آیا۔ وہ بہت بدسیرت تھا۔

وہ باپ کی تذلیل میں بھی کمی نہیں کرتا تھا آخر امراء اس سے اس قدر بگڑے کہ خلیفہ سے مطالبہ کیا کہ یا اسے ہلاک کیا جائے یا تم دست بردار ہو جاؤ۔ ناچار خلیفہ حافظ نے اپنے بیٹے کو زہر دلو کر خلافت کی مسند بچائی۔

ظافر بامر اللہ (۵۲۳ - ۵۲۹) کے عہد میں بنو فاطمہ پر زوال نے پورا قبضہ جما لیا۔ اس کے وزیر عباس نے اُسے اپنے بیٹے نصیر کے ہاتھوں خفیہ قتل کروا ڈالا۔ عباس نے اس کے قتل کا الزام اس کے دو بھائیوں پر لگا کر انھیں بھی مروا دیا اور اس کے خورد سال بیٹے کو الفاضل بامر اللہ کے لقب سے خلیفہ بنا دیا۔

فائز کی عمر اُس وقت پانچ برس تھی۔ اس نے اپنے چچاؤں کو تڑپتے دیکھا تو اس کے حواس مختل ہو گئے۔ چھ برس اسی حال میں گیا۔

ظافر کی بہنوں پر جب بیراز کھلا کہ ظافر کو عباس نے مروایا تھا اور پھر اس کے بھائیوں کی بھی ناحق جان لی تو انھوں نے بالائی مصر کے گورنر طلائع بن زریک کو مدد کے لئے پکارا۔ طلائع کے پہنچنے سے پہلے ہی عباس فرار ہو گیا۔ طلائع نے الملک الصالح کے لقب سے وزارت سنبھالی۔ اس نے فائز کی پھوپھی کو مروا دیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا زریک وزیر ہوا۔ اس پر ایک گورنر شاور السعدی نے حملہ کیا اور وزارت پر قبضہ کر لیا۔ شاور السعدی کی شامت یوں آئی کہ اس کا وزیر صغیر ضرغام اس کے مقابلہ پر اٹھا۔ شاور بھاگ نکلا اور وزارت پر ضرغام نے قبضہ کر لیا۔ شاور دمشق پہنچ کر نور الدین محمود سے

مدد کا خواستگار ہوا۔ نورالدین نے اپنے امیر اسد الدین شیرکوہ کو مدد کے لئے بھیجا۔ اس نے ضرغام کا خاتمہ کیا اور قاہرہ ہی میں مقیم ہو گیا۔ شاور کو اس کا مستقل قیام ناگوار گزرا اور اسے نکالنے کے لئے فرنج سے ایسا کر لیا۔ خلیفہ عاضد بھی اس سازش میں شریک تھا۔ شیرکوہ ان کا مقابلہ نہ کر سکا اور شام واپس چلا گیا۔ اس کے بعد مصر پر فرنج کا تسلط بڑھنے لگا تو شیرکوہ، نورالدین کی اجازت لے کر دوبارہ مصر آیا۔ اس کے ساتھ اس کا بھتیجا صلاح الدین بھی تھا۔ شیرکوہ فرنج سے جنگ آزمائی کے بعد پٹ گیا۔ بعد میں فرنگیوں نے اہل مصر پر دستِ ظلم دراز کرنا شروع کیا۔ انھوں نے قاہرہ میں ایک مستقل فوج رکھی اور ایک لاکھ دینار سالانہ خراج مقرر کیا۔ خلیفہ عاضد گھبرایا۔ اس نے نورالدین کو اپنی عورتوں کے بال بیچ کر کھلایا کہ ہماری آبرو خطرہ میں ہے، ملک بھجیو۔ شیرکوہ اب تیسری بار آیا۔ فرنج نے اس کی آمد آمد کا سنا تو بھاگ گئے۔ شاور کا کام تمام ہوا اور شیرکوہ نے وزارت سنبھالی۔ دو ماہ بعد شیرکوہ نے وفات پائی تو اس کا بھتیجا صلاح الدین یوسف وزیر ہوا لیکن اس کی اصل حیثیت نورالدین کے نائب کی تھی۔ اس نے نورالدین کے حکم سے مصر میں عباسی خطبہ جاری کیا۔ اس وقت خلیفہ عاضد مرض الموت میں تھا۔ اس نے دو روز بعد وفات پائی۔ اس کی وفات کے ساتھ ۵۶۷ ہجری فاطمی حکومت کا مصر میں خاتمہ ہو گیا۔

نظامِ سلطنت

بنو عباس کے نظامِ حکومت نے خلفائے مصر کے لئے

مشعل راہ کا کام دیا۔ انھوں نے بغیر کسی تعصب کے انہی کی طرز حکومت اختیار کر لی عہدے بھی بالعموم وہی قائم کئے جو عباسی حکومت میں تھے۔ کہیں کہیں ادنیٰ تصرف کیا۔ مثلاً داعی الدعاة کا عہدہ ان کے ہاں نیا تھا۔ اس کے ذمے تبلیغ کا کام تھا۔ وزارت کے لئے وساطت زیادہ اسطہ کا لفظ بھی مستعمل تھا۔ ایک چھوٹا وزیر بھی ہوتا تھا جسے صاحب اباب کہتے تھے۔ فوج کے سالار اعلیٰ کو امیر الموالجیوش کہا جاتا تھا۔

تہذیب و تمدن :

بنو فاطمہ کے سامنے چونکہ روحانی اور علمی رہنمائی کی بہت عظیم مہم تھی اس لئے انھوں نے زندگی کا رنگ نہایت سادہ رکھا۔ قاہرہ کی تعمیر ہوئی تو اس کا نقشہ بھی نہایت سیدھا سادہ تھا حالانکہ اس سے قبل منصور کا بغداد تعمیرات کی تاریخ میں ایک نہایت خوش نما باب کشادہ کر گیا تھا۔ فراغت اور خوش باشی کے جو دن عباسی خلفاء کو نصیب ہوئے وہ فاطمی خلفاء کے حصہ میں نہ آئے اس لئے خلفائے بغداد نے تہذیب و تمدن کو جو عظمت عطا کی اس کی توقع خلفاء قاہرہ سے عبث ہے۔

تہذیب و تمدن کے سلسلہ میں قاہرہ کی تعمیر اور علوم و فنون کی ترویج بنو فاطمہ کے قابل قدر کارنامے ہیں۔

قاہرہ :

جوہر نے جب مصرفق کیا تو نیا دارالخلافہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ۳۵۸ ہجری میں قسطنطین سے کچھ شمال میں نئے شہر کی بنا رکھی جس کا نام قاہرہ پڑا۔ یہ شہر مرجع کی صورت

میں تھا۔ ہر ضلع بارہ سو میٹر تھا۔ اس کے گردا گرد ایک نہایت ضخیم فصیل تیار ہوئی۔
 شہر کا رقبہ بہت وسیع تھا۔ اس میں دو محل تھے۔
 ایک کچھ مشرق کی جانب اور دوسرا مغربی جانب تھا۔
 ان کے درمیان ایک کھلا میدان تھا۔ ایک بڑی شاہراہ شہر کے وسط سے گزر کر فسطاط کو جاتی تھی۔
 بدر جمالی نے قاہرہ کے گرد ایک اور فصیل تعمیر کرائی تھی۔

علمی سرگرمیاں :

قاہرہ کے خلفاء کی ہمیشہ یہ تمنا رہی کہ بغداد پر قبضہ حاصل کریں۔ یہ مقصد وہ بزورِ شمشیر حاصل نہیں کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے اسماعیلی عقائد کی تعلیم و تبلیغ پر انتہائی توجہ دی۔ علمی اور روحانی سرگرمیوں میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔

بنو فاطمہ کی علمی تحریک کی صرف ایک ہی غرض تھی یعنی اسماعیلی عقائد کی تبلیغ۔ ان کا تعلیمی نظام داعی الدعوات کے زیر نگرانی تھا۔ اس نے مختلف ممالک میں بارہ نقیب مقرر کر رکھے تھے جن کے کارندے اسماعیلی عقائد اور سیاست کے غلبہ کے لئے سرگرم کار رہتے تھے۔ داعی الدعوات خود قاہرہ میں مقیم رہتا تھا۔ وہ وزیر کا ہم مرتبہ تھا۔ وہ خود بھی مقررہ اوقات میں مجلسیں منعقد کر کے لوگوں کو خطاب کیا کرتا تھا۔

اسماعیلی فقہ کی اشاعت کی خاطر معز نے جامع ازہر سے ملحق ایک دارالجماعت قائم کیا تھا جس میں ۲۵ فقہاء مامور تھے۔

بنو فاطمہ نے تبلیغی اغراض کے لئے بہت بڑے کالج اور کتب خانے قائم کیے جن میں سے بعض کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

جامعہ ازہرہ: بنو فاطمہ کی علمی خدمات کی ایک زندہ جاوید یادگار۔ آج بھی قاہرہ میں جامعہ ازہرہ کی صورت میں موجود ہے۔ یہ جامعہ (یونیورسٹی) پہلے جامع (یعنی مسجد) تھی۔ اسے جوہر نے معجز کے عہد میں تعمیر کیا تھا۔ ۳۵۹ سے لے کر ۳۶۱ھ تک یعنی دو برس میں تیار ہوئی۔ خلیفہ عزیز کا دور آیا تو اس نے اپنے وزیر یعقوب بن کلس کی تجویز پر اسے جامعہ میں تبدیل کیا۔ اس میں مختلف علوم و فنون کی تدریس کا کام شروع ہوا۔ طلبہ دور دور سے کھچ کر آئے۔ ان کی اقامت، خوراک اور آرام و آسائش کے لئے عمدہ انتظام کیا گیا۔ بعد کے خلفاء نے اس کا رقبہ اور پھیلاؤ اور مزید اوقاف مقرر کیے۔

دارالْحکمت: ۳۹۵ ہجری میں حاکم نے ایک علمی اکادمی قائم کی جس کا نام دارالْحکمت رکھا۔ اس میں قاری، فقہاء، منجم، اطباء، ماہرین زبان اور دیگر علماء اکٹھے کیے۔ یہاں علماء کے درمیان بلند پایہ علمی مذاکرے ہوتے تھے جن کی صدارت حاکم خود کرتا تھا۔

کتب خانے: معز جب قاہرہ آیا تو اپنے ہمراہ شاہی کتب خانہ بھی لایا اور اپنے محل میں جسے بعد میں قصر کبیر کہا جاتا تھا ایک عظیم الشان کتب خانہ کی بنیاد رکھی جس کا نام مکتبہ قصر پڑا۔ بعد کے خلفاء اور وزراء نے اس مکتبہ کا سراہ بڑھانے کی کوشش کی ہے اس میں بے شمار نادر کتابیں جمع ہوئیں۔ اس

کتب خانہ کی نظیر ساری دنیا نے اسلام میں نہ تھی۔
 مکتبہ قصر میں تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، فلسفہ، نجوم،
 کیمیا وغیرہ سب رائج الوقت علوم کی کتابیں تھیں جن کی
 تعداد ایک وقت چھ لاکھ کو پہنچ گئی۔ مکتبہ نہ تھا گویا ایک
 عجوبہ تھا۔ کتابوں کے علاوہ خطوط، دستاویزیں اور بڑے بڑے
 خطاطوں کی تحریریں بھی یہاں جمع کی گئیں۔

مکتبہ قصر کے چالیس شعبے تھے۔ ہر شعبہ کو خزانہ کہتے تھے۔
 کسی خزانہ میں اٹھارہ ہزار سے کم کتابیں نہ تھیں۔ قرآن حکیم
 کے بے شمار نادر نسخے تھے۔ تاریخ طبری کے ایک ہزار دو سو
 بیس نسخے تھے۔ ان میں ایک نسخہ خود طبری کے ہاتھ کا لکھا
 ہوا تھا۔ خلیل بن احمد کی کتاب العین بہت نادر سمجھی جاتی تھی
 لیکن خلیفہ عزیز کے عہد میں اس کے تیس سے زائد نسخے
 بیاں موجود تھے۔ ایک نسخہ خلیل کے اپنے خط میں تھا۔ یہی
 حال دیگر نادر مخطوطوں کا تھا۔

دارالعلم: حاکم نے جب دارالاحکمت قائم کیا تو اس کے
 ساتھ ایک کتب خانہ بھی ملحق کیا جس کو دارالعلم کہتے تھے۔ یہ
 بہت عظیم مکتبہ تھا۔ یہ مکتبہ فاطمی عہد کے اخیر تک قائم رہا۔
 مکتبہ قصر اور دارالعلم دونوں آہستہ آہستہ انقلاب کی زد
 میں آکر فنا ہو گئے۔ عوام میں شیعی عقائد کو قبول حاصل نہ
 ہو سکا اس لئے وہ حکومت کے مدرسوں اور کتب خانوں کو
 اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ مستنصر کے عہد میں خزانہ خالی
 ہوا تو ترک سپاہیوں نے اپنی تنخواہ پوری کرنے کی خاطر
 مکتبہ قصر کو لوٹ لیا۔ اس میں بہت سی کتابیں سونے چاندی

سے لکھی ہوئی تھیں، انھیں بیچ کر دام کھرے کر لئے۔ وزیر نے بھی اپنے عملہ کو تنخواہیں ادا کرنے کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا۔ مکتبہ سے ہزاروں کتابیں منگوا کر تقریباً ایک لاکھ دینار کو فروخت کر دیں۔ غلاموں نے بھی کتب خانوں پر توجہ کی۔ کتابوں کے چمڑے کی جلدیں اتار لیں۔ ان کے جوڑے بنائے اور ورق جلا ڈالے۔ بہت سی کتابیں کھلے میدان میں ڈھیروں کی صورت میں پڑی رہ گئیں اور ہواؤں کی لائی ہوئی مٹی کے نیچے دب کر مٹی ہو گئیں۔ ان سے جو ٹیلے بنے ان کو لوگ تلال المکتب یعنی کتابوں کے ٹیلے کہتے تھے۔

یہ کتب خانے بہت لٹے لیکن پھر بھی بچ رہے۔ مستنصر کے بعد ان کی کچھ تلافی ہوئی۔ آخری خلیفہ عاقد کے محل میں ایک بڑا کتب خانہ موجود تھا۔ اس کے چند برس بعد ناپید ہو گیا۔ کچھ کتابیں نئے کتب خانوں کے قیام میں کام آئیں، کچھ ترازو کے تول اٹھیں اور کچھ ردی کے ٹکڑوں کے عوض بک گئیں۔

زیاری حکومت ۳۱۵ تا ۴۰۰ھ | مرداویج بن زیار
دیلیم کا باشندہ تھا۔ ایک

دہلی سردار اسفار بن شیروانی کا نائب اعظم تھا۔ اسفار نے طبرستان سے علوی حکومت کا خاتمہ کر کے اپنا سکہ جا لیا۔ مرداویج نے اسفار کو قتل کیا اور اس کے علاقوں پر قابض ہو بیٹھا۔ پھر عباسی حکومت سے چھیڑ چھاڑ شروع کی اور کئی علاقے لے لئے۔ مقتدر نے ۳۱۹ ہجری میں اس کی ولایت تسلیم کی۔ مرداویج کے عجیب عقائد تھے۔ اس کا عقیدہ تھا کہ مجھ میں سلیمان بن داود کی روح ہے۔ وہ شہنشاہ کہلاتا تھا۔ طلانی تخت پر بیٹھا

تھا اور مرصع تاج پہنتا تھا۔ مرداویج بہت ظالم اور مغرور
 تھا ترکوں نے ۳۲۳ ہجری میں اس کا صفایا کر دیا۔ اس کے
 چھ جانشین ہوئے۔ مہاندان میں آہستہ آہستہ خانہ جنگی نے
 سر اٹھایا۔ قابوس بن وشمگیر (۲۶۲ تا ۴۰۳ھ) کے ساتھ اس
 کے بیٹے منوچہر (۴۰۳ تا ۴۲۰ھ) نے یہ سلوک کیا کہ اُسے ایک
 ٹھنڈے کمرے میں ننگا داخل کر دیا جہاں قابوس ٹھٹھڑ کر مر گیا۔
 آخری فرماں روا بہت کمزور تھے۔ پہلے غزنویہ اور پھر سلاجقہ
 کے باج گزار رہے۔

بنو حسَنُوویہ (کردستان میں) ۳۱۹ تا ۴۰۵ھ | حسین کردی

نے ۵۰ برس دیور، ہمدان اور نساوند وغیرہ کے علاقوں پر
 حکومت کی۔ وہ ایک نیک سیرت اور خوش خصال فرماں روا تھا۔
 اس نے ۳۶۹ھ میں وفات پائی۔ اس کا بیٹا بدر جانشین ہوا۔
 بدر کے دو بھائیوں نے اس سے بغاوت کی اور مارے گئے۔ بدر
 نے ۴۰۵ ہجری تک تقریباً ۳۵ برس کردوں پر حکومت کی۔ بدر
 نیک خصلت حکمران تھا۔ اس کے علاقوں میں امن و عافیت کا
 دور رہا۔ اس نے رفاہ عامہ کی طرف بہت توجہ کی۔ وہ ۴۰۵ھ
 ہجری میں ایک معرکہ کے دوران اپنی فوج کے ہاتھوں مارا گیا۔
 بونیہ کے ایک پوتے نے اس کی اولاد سے حکومت چھین
 لی۔

۱۔ محاضراتِ خضریٰ۔ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔
 ۲۔ یہ واقعات ابن کثیر اور ابن اثیر کے متفرق مقامات سے ماخوذ ہیں۔

انخشیدی حکومت ۳۲۲ تا ۳۵۸ھ | محمد بن طلحہ بن جف نے بنو عباس کے

تحت قابل قدر فوجی خدمات انجام دی تھیں۔ ۳۲۲ ہجری میں خلیفہ راضی نے محمد بن عبد اللہ بن طلحہ کو جو اس وقت شام کا والی تھا مصر کا صوبہ بھی سپرد کیا۔ راضی نے اس ترک گورنر کو انخشید (شمنشاہ) کا لقب دیا۔ انخشید نے ۳۳۲ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے بعد اس کے بیٹے حکومت کرتے رہے لیکن اصل زمام کار انخشید کے غلام کافور کے ہاتھ میں تھی۔ کافور نے ۳۵۷ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے بعد ۳۵۸ ہجری میں فاطمی خلیفہ معزز کے غلام جوہر نے مصر پر قبضہ کر لیا۔

کافور کو اسلام کی تاریخ میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ نسلاً حبشی تھا جسے انخشید نے ۱۸ درہم میں خریدا تھا۔

بریدی حکومت ۳۲۲ تا ۳۳۶ھ | ابو عبد اللہ بریدی اس حکومت کا بانی

تھا۔ اہواز کے ایک حصہ کا عامل تھا۔ ابو مقلہ وزیر کو رشوت دے کر پورے علاقے کا گورنر ہو گیا۔ اس نے دھوکے سے اپنے محسن یاقوت کو مروایا اور اس کے علاقے ہتھیائے۔ ۳۳۳ھ میں اس کی وفات کے بعد اس کے چار بیٹوں نے کاروبار سنبھالا۔ ان کا مرکز بصرہ تھا۔ واسط کا علاقہ بھی انھوں نے ٹھیکہ پر لے لیا۔ ان کی خلیفہ اور دیگر امراء سے کشمکش ہوتی رہی۔ پھر آپس میں بھی جھگڑے آپڑے۔

۳ ابن اثیر ابن کثیر۔

آل بویہ نے ان سے حکومت چھین لی۔
 بنو بیدری فقط دنیا کے بھٹو کے تھے۔ اس لئے انھوں نے
 قرامطہ سے بھی اچھے روابط رکھے تاکہ ضرورت پڑے پر ان کی
 مدد سے سکیں۔ اس طرح بالواسطہ طور پر ان کے پھیلاؤ
 میں ممد ہوئے۔

آل بویہ

آل بویہ ۳۳۲ تا ۴۲۷ھ

تقریباً ایک صدی تک بغداد
 کی خلافت کو اپنے اشاروں پر رقصاں رکھا۔ یہ دیلم کے رہنے والے
 تھے۔ اس لئے ان کو دیلم بھی کہتے ہیں۔ ابو شجاع بویہ دیلم
 کا ایک سردار تھا۔ ابتداء میں ماہی گیری کرتا تھا۔ بعض مورخین
 نے اسے ایران کے شاہی خاندان سے بتایا ہے لیکن ابن خلدون
 نے اس نظریہ کی سختی سے تردید کی ہے۔ اس کے تین بیٹے تھے:
 علی، حسن اور احمد۔ اول اول یہ زیاری حکومت کے بانی
 مرداویج بن زیار دیلمی کی ملازمت میں تھے۔ اس سے رقابت
 پیدا ہوئی اور ٹھن گئی۔ ۳۲۳ ہجری میں مرداویج مرا تو ان
 کی راہ آسان ہو گئی اور انھوں نے اصفہان وغیرہ کے پہاڑی
 علاقوں پر قبضہ جمایا۔ اس کے بعد فارس اور اس سے کچھ
 ملحقہ علاقے بھی لے لئے۔ متکفی کے عہد میں ترکوں نے
 شر و فساد مچا کر بغداد کا نظم و نسق بگاڑ ڈالا۔ بنو بویہ موقع
 کی تاک میں تھے ۳۳۲ ہجری میں احمد فوج لے کر بغداد کے
 دروازہ پر آ پہنچا۔ خلیفہ نے اسے معز الدولہ کا خطاب دیا۔
 اس کے بڑے بھائی علی کو عماد الدولہ کا اور حسن کو رکن الدولہ
 کا خطاب دیا اور ان کے نام سکوں پر لکھوائے۔ عماد الدولہ کو

امیر الامراء کا منصب ملا لیکن وہ اپنے صدر مقام شیراز ہی میں رہا۔ معز الدولہ اس کا نائب ہوا۔ معز الدولہ کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا۔

بنو بویہ شیعہ تھے۔ اس لئے ان کی نگاہ میں بنو عباس کی کوئی قدر نہیں ہو سکتی تھی۔ معز الدولہ نے ارادہ کیا کہ خلافت سادات کے حوالے کر دی جائے۔ کسی نے صلاح دی کہ عباسی خلیفہ کو بحال رہنے دو۔ مختاری طرح مختارے ساتھی بھی اس کو برحق خلیفہ نہیں سمجھتے۔ جب اپنے ساتھیوں کو خلیفہ کے قتل کرنے کا حکم دو گے وہ فوراً تعمیل کریں گے لیکن علوی خلیفہ کی قدر اور ہوگی۔ تم اس کے قتل کا حکم دو گے تو کوئی نہیں مانے گا۔ اٹا وہ تمہیں قتل کرا کے گا۔ معز الدولہ نے یہ مشورہ پسند کیا اور اپنے ارادہ سے باز آیا۔ تاہم خلیفہ کو اس نے عضو معطل بنا کر رکھا۔ سب اختیارات خود سنبھالے اور دربار میں اس کے برابر بیٹھنے لگا۔ خلیفہ کی پانچ ہزار درہم روزانہ تنخواہ مقرر کی۔ اس کا نام خطبات دفرامین میں محض دکھاوے کو رہ گیا۔

معز الدولہ نے تقریباً ایک ماہ بعد مستکفی کو خود سری کے شبہ پر نہایت ذلت سے معزول کیا۔ دلیلیوں نے معز الدولہ کے اشاروں پر خلیفہ کو سرد دربار مندر حکومت سے گھسیٹا اور ہاتھ سے پکڑ کر معز الدولہ کی سواری کے ہمراہ پیدل لے کر گئے۔ معز الدولہ نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیر کر قید

سلا بن کثیر۔ ابن خلدون۔ ابن اثیر۔ سلہ ابن اثیر۔ ابن خلدون۔

میں ڈلوا دیا۔ اس کی زندگی وہیں پوری ہوئی۔ معزالدولہ نے اس کی جگہ مطیع کو صلیف بنایا۔ مطیع بھی اس کے رحم و کرم پر تھا۔

معزالدولہ کو کئی حریف طاقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وقت موصل کے بنو حمدان بہت طاقت ور تھے۔ وہ مقابلہ کو لکھنے اس نے انھیں نیچا دکھایا۔ بریدی حکومت کو مٹایا اور عمان کے نیم آزاد حکمرانوں کو مطیع کیا۔

معزالدولہ نے بغداد میں کئی شیعہ رسوم جاری کیں۔ اس نے غدیر خم اور محرم کے مائتہ جلوسوں کا رواج ڈالا۔

معزالدولہ کے عہد میں ملک کی اقتصادی حالت ابتر ہو گئی۔ فوج تنخواہ مانگ رہی تھی اور خزانہ خالی تھا۔ اس نے نہ صرف جابرانہ ٹیکس لگائے بلکہ لوگوں کے اموال زبردستی ضبط کیے۔ اس نے ایک شاندار محل بنایا اور اس کے اخراجات پورے کرنے کے لئے رعایا کی جیبوں پر ہاتھ ڈالا۔ اپنے امراء اور حمایتیوں کو جاگیریں دیں۔ انھوں نے وہاں سے روپیہ بطور نئے کی کوشش کی۔ نتیجہ یہ کہ گاؤں کے گاؤں ویران ہو گئے۔ نظام حکومت معطل ہوا اور لوٹ مار عام ہو گئی۔

معزالدولہ نے ۳۵۶ ہجری میں وفات پائی۔ بنو بویہ کی تاریخ بدامنی اور خانہ جنگی کی تاریخ ہے۔ خزانہ کی حالت بگڑی کی بگڑی رہی۔ حکومت کے اخراجات چلانے کے لئے آٹے دن رعایا سے جبراً رقمیں وصول کی جاتی تھیں۔

۱۰ ابن خلدون ۱۱ ابن کثیر ۱۲ ابن خلدون ۱۳ ابن خلدون ۱۴ ابن کثیر۔

امیر الامراء کے عہدہ کے لئے بنو بویہ کے ارکان میں نت نئی
 معرکہ آرائی اور خون ریزی ہوتی تھی۔ فوج دو فریقوں میں
 بٹ گئی۔ ایک فریق دیالمہ کا تھا اور دوسرا ترکوں کا۔ دو
 حریف دعوے دار کھڑے ہوتے تو ایک کے حامی ترک ہو
 جاتے اور دوسرے کے دیالمہ۔ آہستہ آہستہ دیلمی فوج کی طاقت
 مٹ گئی اور امیر الامراء ترکوں کے رحم و کرم پر رہ گئے۔
 فوج جسے چاہتی امیر الامراء بنا دیتی اور حق البیعت کے طور پر
 اس سے بہت بھاری رقم ہتھیاتی تھی۔ اس دور کا ایک اور
 افسوس ناک پہلو شیعہ سنی فساد کی ابتداء ہے۔ دیالمہ شیعہ تھے
 اور ترک سنی۔ ان کے درمیان نہ صرف سیاسی بنا پر بلکہ بعض
 اوقات مذہبی اسباب سے بھی جنگ چھڑ جاتی تھی۔

بنو بویہ خود ترکی فوج کے رحم و کرم پر تھے لیکن خلیفہ
 کو انھوں نے خوب اچھی طرح سے دلوچ رکھا تھا۔ اس کے
 مقبوضات بغداد اور اس کے مضافات تک محدود رہ گئے تھے
 بنو بویہ نے اس سے بلند القاب حاصل کیے اور اپنے لئے
 نئے نئے امتیاز قائم کیے۔ عضد الدولہ نے خلیفہ سے شہنشاہ
 کا خطاب حاصل کیا۔ وہ پہلا شخص ہے جس کا نام خلیفہ کے
 نام کے ساتھ خطبہ میں لیا جانے لگا۔ اس کے دروازے پر
 نوبت بجنے لگی۔ حالانکہ اس سے قبل یہ دستور نہیں تھا۔ وہ
 ہاتھوں میں سنہری کڑے اور گلے میں سنہری طوق پہنتا تھا۔
 مضافات الدولہ کو خلیفہ نے تاج پہنایا۔

اخیر میں خانہ جنگی کی یہ حالت ہوئی کہ ۴۱۸ ہجری سے لے کر
 ۴۲۸ ہجری تک یہ بتانا بھی مشکل تھا کہ امیر الامراء جلال الدولہ

ہے یا ابو کا لیجار ہوتے ہوتے الملک الرحیم کے عہد تک ابتری
 انتہاء کو پہنچ گئی۔ پانچ برس وقتاً فوقتاً شیعہ کسبی فساد ہوتے
 رہے۔ فوج سرکش ہوئی۔ امن و امان رخصت ہوا اور دن دہارے
 لوٹ کھسوٹ ہونے لگی۔ ان ایام میں سلاجقہ کی طاقت تیزی
 سے بڑھ رہی تھی۔ جلال الدولہ نے ان کے خطرے کو روکنے
 کے لئے طغرل کو اپنی بیٹی بیاہ دی لیکن الملک الرحیم کا وقت
 آیا اور اس نے دیکھا کہ اب نظام کار سنبھالا نہیں جاتا تو خلیفہ
 کو خود مشورہ دیا کہ طغرل بیگ کا مرتبہ بڑھا کر اس سے مدد
 لی جائے۔ طغرل ان حالات کے لئے چشم براہ تھا۔ وہ ۴۴۴
 ہجری میں بغداد آگیا۔ الملک الرحیم نے اس سے مصالحت کر لی
 اور دونوں کا نام خطبہ میں لیا جانے لگا۔ لیکن چند روز بعد
 طغرل نے الملک الرحیم کو گرفتار کر کے آل بویہ کی حکومت
 ختم کر ڈالی۔

بنو بویہ میں عضد الدولہ اہل علم کا بہت قدر دان تھا۔
 اقلیدس اور نحو کی کتاب پڑھوا کر سنتا تھا۔ اہل علم کی اس
 نے بہت قدر کی۔ بغداد میں علماء کا جمعہ ہو گیا۔ انھوں
 نے متفرق فنون میں کئی کتابیں لکھیں۔ اس کے پاس ایک
 بہت بڑا کتب خانہ تھا جس کا خازن (یعنی لائبریرین) ابن مسکویہ
 فلسفہ اور تاریخ میں بہت شہرت رکھتا ہے۔
 عضد الدولہ نے رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی حصہ لیا۔

۱۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون ۲۔ ابن اثیر
 ۳۔ ظہور الاسلام۔

کئی ہسپتال بنوائے جن میں مفت دوائیں ملتی تھیں۔ نہری کھدوائیں اور پل تعمیر کروائے۔
شرف الدولہ بھی علم و فضل کی قدر کرتا تھا۔

اس خاندان کا بانی عمران بن
بنو شاہین ۳۳۸ تا ۴۰۸ھ

آدمی تھا۔ شکار پیشہ تھا۔ کچھ جرائم کیے اور سزا سے بچنے کے لئے بھاگ نکلا۔ کوفہ اور واسط کے درمیان کی آبادیوں میں جنھیں ان دنوں بطاح کہتے تھے مقیم ہو گیا۔ شکاری اور قزاق اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اس کی شان اور قوت دیکھ کر ابوالقاسم بریدی نے ۳۳۸ھ میں اسے بعض علاقوں کا افسر کر دیا۔ یہ سلطنت چونکہ بغداد کے پہلو میں تھی اس لئے بویہ امراء نے اسے مٹانے کی کوشش کی لیکن ابن شاہین کی زندگی میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اس کے بعد اس خاندان کو زوال نے آ لیا۔ خانہ جنگی نے رہی سہی طاقت ختم کر دی۔ ۴۰۸ھ میں بنو بویہ نے ان سے حکومت چھین لی۔

غزنوی (ترک) ۳۵۱ تا ۵۸۲ھ

غزنوی حکومت اس کے پرپایہ تخت غزنہ (یا غزنین) سے منسوب ہے۔ اس کا بانی ایشنگین تھا جو سامانیوں کی طرف سے غزنہ کا حاکم تھا۔ اس نے ۳۵۱ ہجری میں منصور بن نوح سے بغاوت کی اور خود مختار ہو بیٹھا۔ اس کی

۱۔ ابن اشیر۔ ابن کثیر۔ ۲۔ ابن کثیر ص ۳۱۲
۳۔ ابن کثیر سے تلخیصاً

وفات پر حکومت اس کے بیٹے ابو اسحاق کو ملی۔ اس نے ۲۶۶ ہجری میں رحلت کی۔ اس کا کوئی وارث نہ تھا۔ امراء نے طوچ بھار کے بعد سبکتگین کو جو ابو اسحاق کا غلام تھا اس کی دانائی، دینداری اور مردانگی کے پیش نظر بادشاہ بنایا۔ اس نے اپنی حکومت پشاور سے خراسان تک پھیلائی۔

سبکتگین نے ۲۱ برس کی حکومت کے بعد ۳۸۷ ہجری میں رحلت کی۔ اس وقت اس کا بڑا لڑکا محمود نیشاپور (خراسان) میں تھا۔ اس نے اپنے دوسرے بیٹے اسماعیل کو جانشین کیا۔ محمود نے اسماعیل پر حملہ کیا اور حکومت پر قابض ہو گیا۔ اسماعیل کی مدت حکومت ۷ ماہ سے زیادہ

محمود نے سامانیوں کے مقبوضات چھین لئے اور ترک اعظم ایک خان کا ملک بھی لیا۔ اس نے ہندوستان پر پے در پے سترہ حملے کیے۔

محمود ایک جہانگیر اور کشور کشا سلطان ہی نہ تھا، علم پرور اور علماء دوست بھی تھا۔ عقائد میں نہایت پختہ تھا۔ اس نے مخالف عقیدہ کے لوگوں پر خلیفہ کے حکم سے بہت سختی کی۔ جب تک زندہ رہا خلیفہ کی اطاعت سے نہیں نکلا۔ ہر سال اسے اپنی کارگزاریوں کی رپورٹ بھیجتا تھا۔

محمود کے عہد میں عدل و انصاف کا دور دورہ تھا۔ ظلم و ستم کے ازالہ میں خود دل چسپی لیتا تھا۔ اس نے رفاہ عامہ کے بھی

۱۔ ابن اثیر ذکر سنہ ۳۵۱، ۳۶۶ لکھ ابن اثیر۔ ۲۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر
سنہ ۴۲۱ لکھ ابن کثیر سنہ ۴۰۸۔

کئی کارنامے انجام دئے۔ سیحوں پر پہلی بار اس کے عہد میں
پل تعمیر ہوا۔

محمود کے عہد میں غزنہ میں دولت اُمنڈ آئی۔ پُر شکوہ اور
نادر عمارات وجود میں آئیں۔ محمود نے ایک مدرسہ تعمیر کیا جس
میں دُور دُور سے علماء کچھ کر آئے۔ ان میں البیرونی اور فردوسی
ممتاز ترین ہیں۔

محمود نے ۴۲۱ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے بعد چودہ بادشاہ
ہوئے لیکن محمودی عظمت و سطوت کسی کو نصیب نہ ہوئی۔ کچھ
عرصہ گزرا تھا کہ غزنویہ اور اس کی پڑوسی غوری سلطنت میں
خوں ریز جنگیں چھڑ گئیں۔ غزنہ کے شہر اور اس کی حکومت کو
ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ غزنوی بادشاہوں کو وقتاً فوقتاً فرار ہونا
پڑا۔ آخری سلطان ملک شاہ (۵۵۵-۵۸۲ھ) کی وفات کے
بعد اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

بنو عقیل (موصل میں) ۳۸۰ تا ۴۸۹ھ | اس خاندان نے
بنو حمدان کو شاہ

ان کی جگہ لی۔ قبیلہ بنو عقیل کے ایک رئیس محمد بن مسیب
نے ۳۸۰ھ میں ابو طاہر بن حمدان اور اس کے بیٹوں اور حامیوں
کو پکڑ کر مارڈالا اور موصل پر قابض ہو گیا۔ بہاء الدولہ بویہی
کو لکھا کہ یہاں کسی نائب کو روانہ کرو۔ اس نے ایک نائب
کو بھیجا لیکن حل و عقد کا سررشتہ دراصل عقیل ہی کے ہاتھ
میں رہا۔ یہ خاندان ۴۸۹ ہجری تک موصل پر قابض رہا۔ امیر

۱۲:۳ محاضرات خضریٰ

حسام الدولہ (قتل ۲۹۱ھ) امیر شرف الدولہ مسلم بن قریش
(۲۷۲ تا ۲۷۷ھ) اور محمد بن شرف الدولہ (وفات ۲۸۹ھ)
بہت شہرت کے مالک رہے ہیں۔ ان کی سلجوقیوں سے آویزش
رہی لیکن محمد بن شرف الدولہ کے ان سے اچھے روابط تھے۔
ملک شاہ نے اسے لڑکی بیاہ دی تھی۔ اس کو ۲۸۹ ہجری
میں قتل کر دیا گیا۔

سلاجقہ ۲۲۹ تا ۵۹۰ھ | چوتھی صدی ہجری میں وسط
ایشیا کے نیم وحشی اور خانہ بدوش

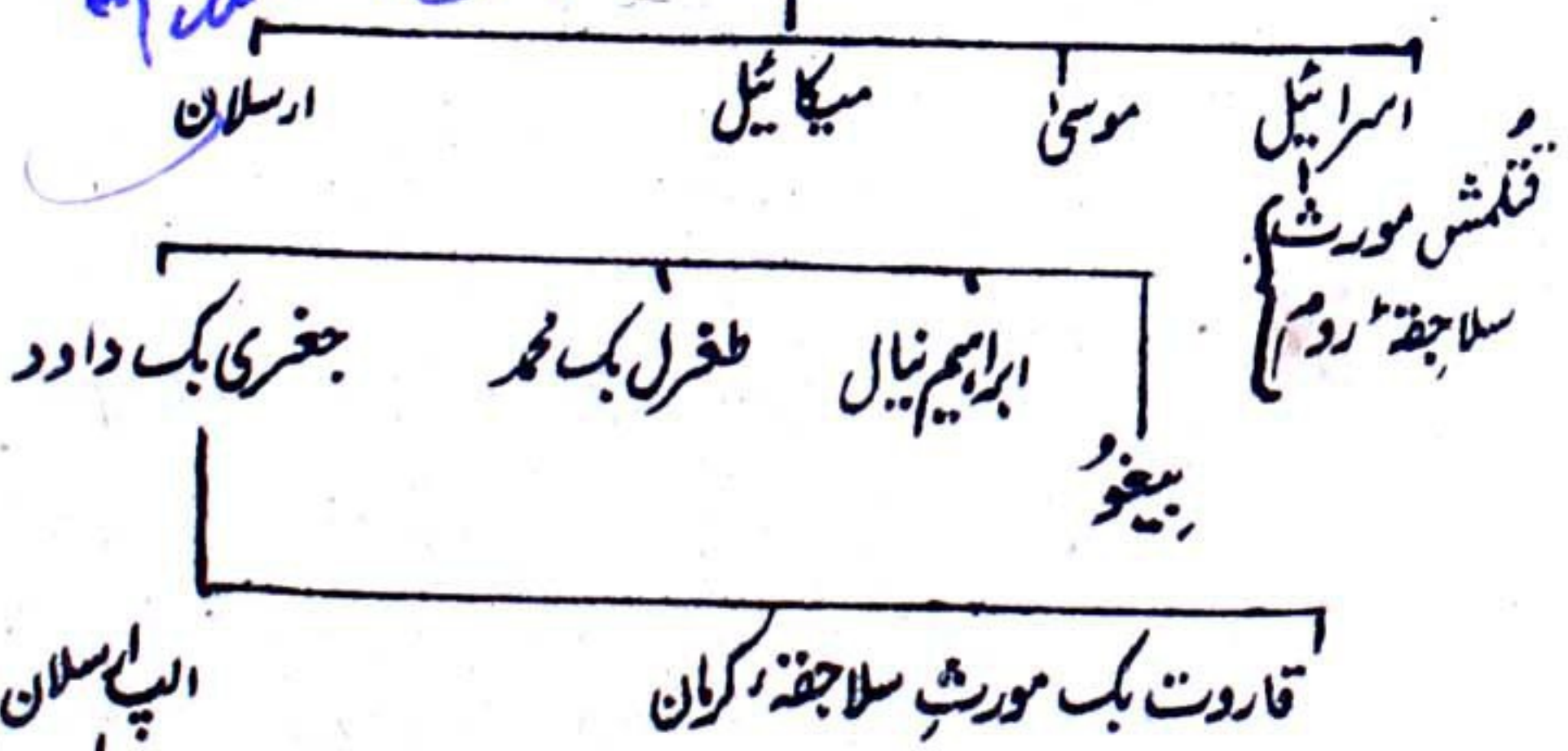
ترکوں نے گروہ در گروہ اسلامی قلمرو میں آباد ہونا شروع
کر دیا۔ انہی میں ایک ترک سردار سلجوق نام بھی تھا۔
سلجوق کا باپ بغاق یا تقاق (معنی نئی کمان) ایک باعزت رئیس
تھا۔ سلجوق نے بھی شاہ اتراک کے پاس بہت مرتبہ پیدا کیا
اور اس سے شباسی (قائد حبش) کا خطاب پایا۔ کچھ عرصہ بعد
بادشاہ اس کے عروج و اقبال کو دیکھ کر بدگمان ہوا اور اس کی
جان لینے کا قصد کیا۔ سلجوق کو علم ہوا تو اپنے خاندان والوں اور حامیوں
کو لے کر اسلامی علاقہ میں چلا آیا اور اسلام سے مشرف ہوا۔

سلجوق کی اولاد میں شجاع اور نام آور سردار اٹھے۔ سلطان محمود
غزنوی ان کی ہمت و شجاعت دیکھ کر انھیں ان کی مرضی کے
خلاف خراسان لے گیا۔ آل سلجوق اپنی روز افزوں جماعت کی مدد
سے ادھر ادھر کے علاقوں پر پنجہ گارنے کی کوشش میں مصروف

۱۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون
۲۔ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ دولت آل سلجوق اصفہانی۔

ہے۔ سلطان محمود کے بیٹے مسعود سے ان کے طویل معرکے ہوئے اور اس سے خراسان کا علاقہ لے لیا۔ ۴۲۹ ہجری میں طغرل بک محمد نے جو سلجوق کا پوتا اور خاندان کا سربراہ تھا سلطان معظم کے لقب سے خراسان میں اپنا خطبہ جاری کیا۔ اس کے بعد طغرل نے اپنی ترک تازیوں جاری رکھیں اور آہستہ آہستہ عراق سے لمحہ شمالی اور مشرقی علاقوں پر چھا گیا۔

سلجوق
سلاجقہ روم



مقبوضات کی توسیع کے دوران طغرل کی آل بویہ کے ساتھ کشمکش لازم تھی۔ جلال الدولہ کو طغرل نے ایک خط لکھا کہ رعایا سے اچھی طرح پیش آؤ ورنہ خرابی کا منہ دیکھو گے۔ لیجار بوہی جب امیر الامراء ہوا تو اس نے طغرل سے مصالحت کر لی۔ اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دی۔ طغرل کی بھتیجی سے ابو کالیجار

لہ ابن اثیر۔ ابن کثیر۔ ابن خلدون۔

کے بیٹے کی شادی ہوئی۔ حالات چندے مصالحانہ رہے،
 لیکن طغرل بک اور آخری بویہ امیر الامراء الملک الرحیم
 سے طغرل کی شروع میں چشک رہی۔
 طغرل بک کے تعلقات خلیفہ کے ساتھ مطیعانہ تھے۔
 خلیفہ نے اس کی حکومت تسلیم کر کے اسے خلعت عطا کیا۔
 ۴۴۳ ہجری میں طغرل عید کے موقع پر خلیفہ کی تعظیم بجا
 لانے کے لئے بغداد بھی آیا۔ طغرل کے علاقوں میں امن و
 امان تھا اور نہایت خوش اسلوبی سے انتظام حکومت چل
 رہا تھا۔ ادھر بغداد میں نظم و نسق تباہ ہو چکا تھا اور ایک
 سرکش مزاج سردار بسا سیری عباسی حکومت کو مٹانے کی
 سعی کر رہا تھا۔ اس لئے خلیفہ قائم نے اپنے ایلچی کو حکم دیا
 کہ طغرل کو بغداد آنے کی دعوت دو۔ ۴۴۴ ہجری میں
 طغرل بغداد آیا۔ الملک الرحیم اور امراء و اشراف نے اس
 کی پیشوائی کی۔ بغداد میں طغرل اور الملک الرحیم دونوں کا
 خطبہ جاری ہوا لیکن چند روز بعد ایک بدگمانی کی بنا پر طغرل
 نے الملک الرحیم کو مقید کر دیا اور بویہ سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔
 بنو سلجوق نے اسلامی مملکت میں مندرجہ ذیل ممتاز سلطنتیں قائم
 کیں :-

۱۔ سلاجقہ عظمیٰ؛ ان کا مرکز بغداد تھا۔ امیر الامراء
 کا عہدہ انہی کے پاس تھا اس لئے یہ سلطنت تاریخ میں

۱۔ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ ابن خلدون
 ۲۔ دولت آل سلجوق۔ اصفہانی۔ ابن کثیر ۱۲ ۶۶۱

نہایت اہم مقام رکھتی ہے۔

۲۔ سلاجقہ کرمان : یہ خاندان قاروت بک بن داود بن میکائیل کی نسل سے تھا۔ ۲۳۲ ہجری سے ۵۸۳ ہجری تک حکمران رہا۔

۳۔ سلاجقہ روم : اس کا بانی سلیمان بن قتلش بن اسرائیل بن سلجوق تھا۔ اس نے ۴۷۰ ہجری سے لے کر ۷۰۰ ہجری تک حکومت کی۔ عثمانی ترکوں اور مغلوں نے اس کا خاتمہ کیا۔

۴۔ سلاجقہ شام : اس کا بانی قتلش بن آلپ ارسلان تھا۔ اس کی مدت حکومت ۴۸۷ تا ۵۱۱ ہجری ہے یہ

بعض مورخین عراق و کردستان کے سلاجقہ کی بھی الگ حکومت شمار کرتے ہیں لیکن ان کی تاریخ سلاجقہ عظمیٰ سے اس حد تک وابستہ رہی کہ اس کا جداگانہ مطالعہ مشکل ہے۔

سلاجقہ عظمیٰ اور سلاجقہ روم کی سرگذشت نہایت ممتاز اور پُر شکوہ ہے لیکن خلافت بغداد سے چونکہ صرف سلاجقہ عظمیٰ کا واسطہ تھا اس لئے اس وقت ہماری غرض انہی سے ہے۔

طغرل بک نے بغداد میں مقیم ہونے کے بعد خلیفہ کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ خلیفہ نے اسے ملک المشرق و المغرب کا خطاب دیا اور تمام کارِ حکومت سپرد کر دیا۔ یہ طغرل آٹھ برس اس عہدہ پر متمکن رہا۔ اس نے سرکش عناصر کا خاتمہ کر کے بغداد میں ایک مضبوط حکومت قائم کر لی اور بنو فاطمہ کا خطرہ ٹال دیا لیکن اس کے ہاتھوں خلیفہ کا وقار اور بھی گر گیا۔

۱۔ سلاجقہ کرمان، سلاجقہ روم اور سلاجقہ شام کے حوالہ کے لئے دیکھو محاضراتِ حضری ص ۱۷ ابن خلدون۔

اس نے ۴۵۴ ہجری میں خلیفہ قائم کی بیٹی کے لئے نکاح کا پیغام بھیجا۔ خلیفہ پہلے تو طیش میں آیا لیکن پھر طغرل کی امدادی طاقت کے سہارے جھکنا پڑا۔ دو برس بعد ۴۵۵ ہجری میں خلیفہ نے بیٹی کا نکاح کر دیا۔ اس کے گیارہ ماہ بعد طغرل نے وفات پائی۔ طغرل کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اپنے بھتیجے سلیمان بن داود کو جانشین کر گیا۔ لیکن امراء نے اس کا ساتھ نہ دیا، اور سلیمان کا بھائی آلپ ارسلان بن داود سلطان العالم کے لقب سے امیر الامراء بنا۔

آلپ ارسلان کا قیصر روم ارمانوس سے ایک معرکہ ہوا۔ رومی دو لاکھ سے زائد تھے۔ مسلمان پندرہ بیس ہزار سے اوپر نہ تھے۔ لیکن ایسی ہمت اور دلور سے لڑے کہ خلافتِ راشدہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ ارمانوس گرفتار ہوا۔ آلپ ارسلان نے اسے آزاد کر دیا اور شاہانہ اعزاز کے ساتھ رخصت کیا۔ یوپی دود میں مکہ میں مصری خلفاء کا خطبہ رائج ہو گیا تھا۔ آلپ ارسلان کے عہد میں مکہ کے حاکم نے خود بخود عباسی خلیفہ کی اطاعت کر لی اور آلپ ارسلان کو خط لکھا۔ آلپ ارسلان نے دس برس کی پُر جلال حکومت کے بعد ۴۶۵ ہجری میں وفات پائی۔ اس کا بیٹا ملک شاہ جانشین ہوا۔ ملک شاہ کا دائرہ اقتدار دور دور تک پھیل گیا۔ ماوراء النہر کے سب علاقے تسخیر کر لئے اور اسلامی سرحدیں چین کی حدود

سے ابن کثیر سے ابن کثیر۔

سے ابن کثیر۔

اندرونی ہر دو لحاظ سے بہت ضرر پہنچا۔ صلیبی افواج نے بیت المقدس سر کیا اور نصف شام پر چھا گئیں اور جہاں جہاں پہنچیں زمین کو اسلامیوں کے خون سے لالہ زار کر دیا۔ اندرونی ضرر یہ پہنچا کہ نظم و نسق تباہ ہو گیا اور رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرنے والا کوئی نہ رہا، باطنیت کو برگ و بار پھیلانے کا خوب موقع ملا۔ سلجوقیہ کی سلطنت طغرل سے شروع ہوئی اور طغرل (۵۹۰ تا ۵۹۰) کے ساتھ خوارزم شاہیہ کے ہاتھوں ختم ہوئی۔ بنو سلجوق میں سلطان اعظم سنجر بن ملک شاہ اول بہت شہرت رکھتا ہے۔ اس نے ۴۹۰ ہجری سے ۵۵۲ ہجری تک خراسان میں نیابت کی۔ بہت ہیبت اور دبدبہ کا سلطان تھا۔ اس نے اخیر میں خطا کے غزوں کے ہاتھوں بہت دکھ چھیلے۔ غزوں نے ۵۴۸ ہجری میں اسے گرفتار کر لیا لیکن برائے نام بادشاہ مانتے رہے۔ سنجر فقیر بن کر خانقاہ میں بیٹھ رہا۔ ۵۵۱ ہجری میں بھاگا اور اپنے مرکز مرو میں آ گیا۔ اگلے برس ۵۵۲ ہجری میں اس نے وفات پائی۔ سنجر ۱۳ برس کی عمر میں وائی ہوا تھا۔ ساٹھ برس حکومت کی۔

نظام الملک طوسی | نام حسن، کنیت ابو علی اور لقب اتابک نظام الملک تھا۔ اپنی جائے پیدائش طوس

کی نسبت سے طوسی کہلاتا ہے۔ اس کا باپ علی ایک زمیندار تھا لیکن گردشِ روزگار سے سب کچھ کھو دیا۔ نظام الملک نے ۴۰۸ ہجری میں ولادت پائی۔ ایامِ رضاعت ہی میں ماں کا سایہ

عہ ابن کثیر۔ ذہبی۔

اٹھ گیا۔ اس کو بہت دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ذہانت و ذکاوت کے جوہر خدا داد تھے۔ گیارہ برس کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کر لیا اور مزید چند برس میں دیگر علوم دین میں بھی دسترس حاصل کر لی۔ اس نے زندگی کے میدان میں قدم رکھا تو امراء کی ملازمت اختیار کی۔ تنوار اور قلم دونوں کا دھنی تھا۔ ارباب اختیار کی نگاہوں میں کھب گیا۔ الپ ارسلان نے وزیر بنایا تو اسے سیاست کے میدان مارنے کا بھی موقع ملا۔ سب سے پہلے اپنے حریف عبدالملک کنڈی کو تجویز لڑا کر الپ ارسلان کے ہاتھوں قتل کر دیا۔ الپ ارسلان کے عہد میں اس نے روم کے مقابلہ میں کئی فتوحات حاصل کیں۔

ملک شاہ امیر الامراء ہوا تو نظام الملک کا منصب بحال رکھا اور اسے کئی خطاب، وکٹے جن میں ایک اتابک (امیر والد) تھا۔ ملک شاہ کے عہد میں نظام کا ستارہ انتہائی اوج پر پہنچا۔ سلطان نے وسعت سلطنت اور امراء کی لوٹ کھسوٹ کو دیکھا تو نظام الملک کی خیر خواہی اور کارروائی پر تکیہ کر کے سیاہ و سفید کا مالک کر دیا اور خود فقط نگران رہا۔ نظام الملک نے جو اعزاز و اکرام پایا وہ اس سے قبل کسی وزیر کو نصیب نہ ہوا تھا۔ اس کے کئی بیٹے تھے جن میں سے پانچ وزیر ہوئے۔ نظام کے جاہ و حشم کا یہ عالم تھا کہ اس کے پاس ہزاروں ترکمیں غلام تھے۔

نظام الملک ۴۸۵ ہجری میں ملک شاہ کے ساتھ سفر پر

۱۰ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔ اصفہانی۔ ۱۱ ابن کثیر۔ ابن اثیر۔

نظام الملک خود بھی علم و فضل میں بلند درجہ رکھتا تھا۔ اس کی کتاب سیاست نامہ بہت مشہور ہے۔

اتابکیہ بنوزنگی | اتابک کے لغوی معنی ہیں والد و امیر۔ سلاجقہ نے اپنے کئی ممتاز اور سرکردہ امراء کو یہ لقب دیا تھا جن میں سے بعض کی اولاد میں حکومت بھی چلی۔ اتابکیہ سب ترک تھے۔ ان میں مشہور ترین خاندان بنوزنگی کا ہے۔ بنوزنگی نے موصل، حلب (شام کا پایہ تخت) سجار اور جزیرہ پر حکومت کی۔

اس خاندان کی بنا ۵۲۱ ہجری میں اتابک عماد الدین زنگی نے رکھی۔ اس کا باپ امیر قسیم الدولہ آق سنقر، ملک شاہ سلجوقی کا غلام تھا۔ اسے ملک شاہ نے خدمات جلیلہ کے عوض حلب کا والی بنایا تھا۔ ملک شاہ کے بعد اس کے وارثوں میں تلوار چل گئی۔ قسیم الدولہ برک یارق کا مطیع تھا۔ ملک شاہ کے بھائی قنقش نے اسے مار ڈالا۔ اس وقت عماد الدین کم سن تھا۔ سلاجقہ نے اس کے باپ کی خدمات ملحوظ رکھتے ہوئے اس کی پرورش کی۔ عماد الدین نے زندگی کے میدان میں قدم رکھا تو حق ملک ادا کیا اور سلاجقہ کے ذی رائے اور باہمت خیر خواہوں میں شمار ہونے لگا۔ ۵۲۱ ہجری میں پہلے عراق کا شہنہ مقرر ہوا اور پھر موصل کی ولایت حاصل کی۔

عماد الدین زنگی کو جس چیز نے شہرت جاوید عطا کی وہ صلیب

۱۰۰۰ء مثلاً اتابکیہ دمشق (۴۹۰ تا ۵۲۲ھ) اتابکیہ اربل (۵۲۹ تا ۶۳۰ھ)
 اتابکیہ آذربائجان (۵۲۱ تا ۶۲۲ھ) اتابکیہ فارس یا سلجوقیہ (۵۲۲ تا ۸۸۶ھ) اتابکیہ لرستان یا ہزار سبیلیہ (۵۲۲ تا ۸۲۴ھ)

خود لشکر لے کر شام پر حملہ آور ہوا۔ اس نے ہزاروں مسلمانوں کا
 خون بہایا لیکن جب عماد الدین میدان میں اترتا تو قیصر اسباب و آلات
 چھوڑ لٹے پاؤں بھاگا۔ عماد الدین نے ۵۳۹ھ میں عیسائیوں سے
 ایک کلیدی شہر رکھا چھین لیا۔ اس کے دو برس بعد ۵۴۱ھ ہجری
 میں اپنے غلاموں کے ہاتھوں سوتے میں مارا گیا۔ عماد الدین ایک محتاط،
 مدبر اور عادل حاکم تھا۔ اس کی ولایت آباد اور رعیت خوش حال تھی۔
 عماد الدین کی وفات کے بعد اس کی ریاست دو بیٹوں پر بٹ
 گئی۔ موصل سیف الدین غازی کو ملا اور حلب نور الدین محمود کو۔
 عماد الدین غازی نے صلیبی قسمت آزماؤں کے مقابلہ پر جو درخشاں
 روایات قائم کی تھیں نور الدین نے ان کی آب و تاب بڑھائی۔
 اس نے ۲۸ برس حکومت کی۔ اس طویل مدت میں عیسائیوں کے
 ارمان خاک میں ملتا رہا۔ ان مہمات میں اس کے بھائیوں سیف الدین
 غازی (وفات ۵۴۲ھ) اور اس کے جانشین قطب الدین مودود کی امداد
 بھی اسے حاصل رہی۔ صلیبی طوفان بارہا اسلام کی چٹان سے ٹکرائے
 لیکن ہر بار نامراد پلٹے۔ ۵۵۹ھ میں صلیبیوں کا ایک لشکر جرار تین بادشاہوں
 کی قیادت میں آیا۔ زنگی نے انھیں عبرت انگیز شکست دی اور
 تینوں بادشاہوں کو گرفتار کیا۔ اس نے صلیبیوں سے پچاس سے
 زائد شہر واپس لے۔ نور الدین کو مجبوراً مصر میں بھی دخل دینا پڑا۔
 وہاں فاطمی خلافت تھی۔ عیسائی افواج مصر کے سینہ پر دندہ کاری
 تھیں اور ادھر فاطمی امراء آپس میں دست و گریباں تھے۔ مصر کا
 ایک امیر شاور اپنے ایک حریف کے خلاف مدد چاہنے نور الدین
 کے پاس آیا۔ نور الدین کے ایک سالار بشیر کوہ نے تین حملوں
 کے بعد مصر کے خود غرض امراء کا خاتمہ کیا اور فاطمی خلیفہ کا وزیر

مقرر ہوا۔ شیر کوہ نے وفات پائی تو اس کا بھتیجا صلاح الدین جانشین ہو کر مندر وزارت پر بیٹھا۔ بعد میں اس نے نور الدین کے حکم سے فاطمی خلافت کو ختم کر دیا۔ نور الدین جب تک زندہ رہا ایوبی اس کی اطاعت کا دم بھرتا رہا۔

نور الدین محمود نے ۵۶۹ ہجری میں سفرِ آخرت کیا۔ اس کا سالِ پیدائش ۵۱۱ ہجری ہے۔ ۵۸ برس کی عمر پائی۔ وہ طویل قامت تھا اور نور و جلال کا پیکر۔ اس کی زندگی سادہ اور زاہدانہ تھی۔ مالِ غنیمت کے حصہ سے حمص میں دکانیں خریدیں تھیں، ان کے کرایہ پر گزیر ادقات کرتا تھا۔ گھر کا خرچ بڑھا تو علماء سے فتویٰ لے کر بقدرِ ضرورت رقم خزانہ سے لینے لگا۔ ایک دفعہ بیوی نے تنگ دستی کی شکایت کی تو جواب دیا کہ میں دوزخ کی آگ کا سامنا نہیں کر سکتا۔ اس نے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ کیا اور بدعت کو مٹایا۔ ریشم نہیں پہنتا تھا۔ عدل پروری کا یہ عالم تھا کہ ایک ذاتی مقدمہ میں عوامی حیثیت سے قاضی کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے ایک دارالعدل قائم کیا جس میں قاضی، فقہاء اور سب مذاہب کے مفتی حصہ لیتے تھے۔ صدارت خود کرتا تھا۔ اس میں ہر شخص بے روک آسکتا تھا۔ خود صاحبِ علم تھا اور علماء کی قدر کرتا تھا۔ اس نے دمشق میں ایک دارالحدیث قائم کیا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا دارالحدیث ہے۔ جا بجا مکاتب اور مساجد کی تعمیر کی۔ شفا خانے اور منزل گاہیں بھی بنوائیں۔ شام کے سب شہروں کے گرد فصیلیں کھجوائیں۔ بیت المقدس کی واپسی

۱۴۳: ۲ ابن کثیر رحمہ اللہ ابن کثیر حسن المحاضرات ۱۴۳: ۲

کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وقت آخر آگیا اور یہ حسرت دل میں رہ گئی۔ نورالدین کے بعد اس کے خاندان کا نظام بگڑ گیا۔ تخت کے دعویدار ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے۔ اس کا بیٹا اسماعیل، الملک الصالح کے لقب سے جانشین ہوا۔ اس کی عمر کل گیارہ برس تھی۔ اس کے چچیرے بھائی سیف الدین والی موصل نے اسماعیل کے کچھ رقبوں پر قبضہ جالیا۔ امراء نے پر نکلے اور حصول اقتدار کی کشمکش میں مصروف ہوئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ صلیبی افواج زنگی حکومت کے حاشیوں پر کھڑی تھیں۔ اس حکومت کو ختم کرنے کے لئے ان کا ایک ریلا کافی تھا۔ صلاح الدین ایوبی والی مصر نے یہ حالات دیکھے تو شام پہنچا۔ زنگی شہزادوں نے ایوبی کے خلاف اتحاد کر لیا اور فدائی فرقہ سے بھی مدد مانگی۔ انھوں نے ایوبی کو قتل کرنے کی سعی کی لیکن ناکام رہے۔ ایک بار زنگی والیوں نے فرنگ سے بھی مدد طلب کی۔ انجام کار ۵۸۱ ہجری میں ایوبی نے زنگیوں کی خود مختاری ختم کر دی۔ اس کا ایک خوش گوار نتیجہ یہ نکلا کہ شام کا سرحدی ملک داخلی انتشار سے بچ کر ایک بار پھر صلیبی افواج کے سامنے صف آرا ہوا۔

بنو زنگی کی خود مختاری ۵۸۱ ہجری میں ختم ہو گئی لیکن سوائے حلب کے باقی جگہوں یعنی موصل، سنجا اور جزیرہ میں ان کی حکومتیں قائم رہیں۔ موصل میں ان کا خاتمہ ۶۲۰ ہجری میں تاتار کے ہاتھوں ہوا۔ سنجا میں ان کی حکومت ۶۱۷ ہجری میں لوٹی اور جزیرہ میں ۶۳۸ ہجری میں۔

۱۔ زنگی خاندان کے واقعات ابن اثیر، ابن کثیر اور ذہبی کے متفرق مقامات اور خضری سے ماخوذ ہیں۔

خوارزم شاہیہ (۲۹۰ تا ۶۲۸ھ) | خوارزم شاہی حکومت کا بانی محمد بن انوشنگین

ہے۔ انوشنگین اولاً ایک سلجوقی امیر کا غلام تھا۔ ترقی کر کے امراء کی صف میں آ گیا۔ اس کے بیٹے محمد کو سلجوقی سلطان برک یارق نے ۲۹۰ ہجری میں خوارزم کی حکومت اور خوارزم شاہ کا لقب دیا۔ محمد نے ۵۲۱ ہجری میں وفات پائی بلکہ اس کے بیٹے اتسنر (ت۔ س۔ ز) نے اس کی طرح تیس برس حکومت کی اس نے سلجوقی سلطان سنجر کو بہت پریشان رکھا۔ سنجر کو ۵۴۸ ہجری میں ترکھان نے گرفتار کیا تو اتسنر نے اس کے اکثر علاقوں پر قبضہ جمایا۔ اس کے بعد خوارزم شاہی سلطنت پھیلتی گئی۔

اس خاندان کے چھٹے بادشاہ علاؤ الدین محمد (۵۹۹ تا ۶۱۷) کی حکومت سندھ تک جا پہنچی۔ علاؤ الدین نے خلیفہ ناصر سے مطالبہ کیا کہ میرا نام خطبہ میں شامل کرو۔ خلیفہ نے انکار کیا۔ علاؤ الدین ایک جزائر شکرے کر چلا لیکن رستہ میں ایسی ہلاکت خیز برف باری ہوئی کہ اسے پلٹنا پڑا۔

علاؤ الدین کے عہد میں تاتار نے اسلامی ممالک پر حملہ کیا۔ تاتار کے حالات کے ضمن میں ہم علاؤ الدین اور اس کے بیٹے جلال الدین (۶۱۷ تا ۶۲۸ھ) کا تذکرہ کر آئے ہیں۔

ایوبیہ (۵۶۲ تا ۶۵۷ھ) | دولت ایوبیہ جس کی بنا صلاح الدین ایوبی نے ۵۶۲ ہجری میں مصر

کے صوبہ میں رکھی اور پھر شام سے گزر کر فرات تک پھیل گئی

سہ ذہبی۔ محاضرات خضریٰ سنہ ابن کثیر۔

صلاح الدین کے باپ نجم الدین ایوب سے منسوب ہے۔
 نجم الدین کا باپ شاذی آذر بائجان کا ایک کرد سردار تھا۔
 سلاجقہ کے زمرہ امراء میں شامل ہوا۔ اس کے دو بیٹے تھے،
 نجم الدین ایوب اور اسد الدین بشیر کوہ۔ یہ دونوں بھائی شاذی
 کی وفات کے بعد عماد الدین زنگی دانی موصل سے وابستہ ہوئے
 عماد الدین نے ان کی قدر پہچانی اور بہت خدمت سپرد کیں۔ نور الدین
 زنگی کے عہد میں ان کا وقار بدستور قائم رہا۔ اسد الدین سپہ سالاری
 کے عہدہ پر پہنچا اور نجم الدین کو دمشق میں جاگیر ملی۔

صلاح الدین ایوبی ۵۳۲ ہجری میں تکریت کے شہر میں پیدا ہوا۔
 نجم الدین وہاں کا حاکم تھا لیکن اسی رات اسے معزول ہو کر تکریت
 سے نکلنا تھا۔ اس نے بیٹے کی پیدائش کو بدشگونی سمجھا۔
 صلاح الدین نے ہوش سنبھالا تو نور الدین کی خدمت
 اختیار کی۔ وہ نور الدین کی نظروں میں جلد کھب گیا اور اس
 کے مقربین میں شامل ہوا۔ نور الدین اسے سفر و حضر میں
 ساتھ رکھتا تھا۔

صلاح الدین کا چچا اسد الدین ۵۶۲ ہجری میں دوسری بار
 نور الدین کی اجازت سے مہر گیا تو صلاح الدین بھی بادل
 ناخواستہ ہمراہ ہوا۔ شیر کوہ، فاطمی خلیفہ کا وزیر مختار ہوا اور
 جب اس نے ۵۶۲ ہجری میں وفات پائی تو یہ منصب صلاح
 الدین ایوبی کو ملا۔ ایوبی اگرچہ بظاہر فاطمی خلیفہ کا
 ملازم تھا لیکن حقیقتاً وہ نور الدین زنگی کا تابع فرمان تھا۔

۱۰ ابن کثیر ۵۵۰ھ

ایوبی نے ۵۶۷ ہجری میں فاطمی خلافت کو مٹا کر عباسی خلیفہ کا خطبہ جاری کیا۔

نور الدین زندگی کی وفات کے بعد اس کے جانشین ایک دوسرے سے لہجھنے لگے اور اہل صلیب کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ رہا تو صلاح الدین نے ناچار اتنا بکیتہ کے مقبوضات پر سربراہی قائم کی، جیسا کہ ہم سابقہ صفحات میں دیکھ آئے ہیں۔ ایوبی نے نواح شام کے بعض دیگر علاقے بھی اپنی قلمرو میں شامل کر لیے۔ اس کی ریاست نیل پار سے لے کر فرات تک پھیل گئی۔ اب اس کے لئے سہل تھا کہ صلیبی لشکروں کا غرور توڑ دے۔

صلاح الدین ایوبی کی زندگی کا باقی حصہ صلیبی معرکوں میں بسر ہوا۔ اس نے یورپ کے پھرتے ہوئے طوفانوں کا بار بار منہ پھیرا اور تقریباً نوے برس کے صلیبی قبضہ کے بعد بیت المقدس کا شہر واپس لیا۔

صلاح الدین نے ۵۸۹ ہجری میں دمشق کے شہر میں وفات پائی۔ اس کی عمر ۵۷ برس تھی۔ کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ اس کی تلوار بھی دفن کر دی گئی۔

ایوبی محض ایک کشور کشا جرنیل ہی نہ تھا بلکہ اسلام کا ایک صادق الایمان خادم اور مبلغ بھی تھا۔ وہ نیک نفس، نیک نداد، پاک باطن، پاکیزہ کردار، شیریں زبان اور وسیع القلب تھا۔ ہاتھ، زبان یا قلم سے کسی کو دکھ نہیں دیتا تھا۔ اس کی زبان سے کبھی گرا ہوا لفظ نہیں سنا گیا۔

۱۰ ابن کثیر ۱۰ کتاب الروضتین از شہاب الدین مقدسی۔

صلاح الدین ایوبی کو سنت نبوی سے عشق تھا۔ حدیث نبوی کے بغیر اسلام کو درست طور پر سمجھنا اور اس پر صحیح عمل کرنا ناممکن ہے۔ اس لئے ایوبی نے نہ صرف خود ہی حدیث نبوی کا علم حاصل کیا بلکہ اس کی عام اشاعت پر بھی بہت توجہ کی۔ اس نے کئی دارالعلوم قائم کیے جن میں حدیث اور دیگر علوم کی تدریس ہوتی تھی۔

ایوبی کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر بے تاب محبت تھی کہ میدان جنگ میں بھی علماء سے حدیث سنتا تھا۔ امام مالکؒ کی موطا کا درس سننے کے لئے اسکندریہ گیا اور ابو طاہر سے یہ کتاب پڑھی۔ حدیث سنتا تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

ایوبی صاحب علم تھا۔ شرعی علوم میں بہت بلند پایہ رکھتا تھا۔ اس کو عقائد کی درستی کا بہت اہتمام تھا۔ ایک کرشمہ باز جوان شہاب سروردی کے خیالات مسلمہ شریعت کے خلاف تھے۔ اسے ۵۸۶ھ میں قتل کروا دیا۔ (یہ شہاب الدین سروردی نہ تھے) وہ صوفیہ کا بھی قدردان تھا۔ مصر میں ایک خانقاہ بنائی جس کا خرچ حکومت کی طرف سے ادا ہوتا تھا۔ ایوبی کا نظم و نسق بہت عمدہ تھا۔ رفاہ عامہ کی طرف بھی توجہ کی۔ خیلاً بیت المقدس میں ایک ہسپتال بنوایا جس کے لئے وقف قائم کیا۔

۱۔ ذہبی ۵۷۶ھ ابن اثیر وابن کثیر ۵۷۷ھ۔ سیوطی ذکر ہارون۔

۲۔ ابن کثیر ۱۲۱: ۲

ایوبی دشمنوں سے بھی مروّت کے ساتھ پیش آتا تھا اور اسلام کی صحیح تعلیمات کا نمونہ بن کر نظر آتا تھا۔ جب کوئی شہر فتح کرتا تو اہل شہر کو امان دیتا اور انھیں اموال اور عورتوں بچوں سمیت عاقبت کے ساتھ روانہ کر دیتا۔ صلیبی جنگوں کے دوران میں شاہ انگلستان بیمار ہوا۔ اس کی درخواست پر ایوبی نے دوائیں بھیجیں۔ اس کے بعد اس نے پھل اور برف مانگ بھیجی۔ ایوبی نے یہ چیزیں بھی روانہ کر دیں۔ عکا کے محاصرہ میں فرج قحط کا شکار ہوئے تو سلطان نے بہتوں کی مدد کی۔ ان میں سے کئی اسلام لائے۔ ایک دفعہ چند مسلمان سپاہی دشمن کے خیمہ سے تین ماہ کا بچہ اٹھا لائے۔ اس کی ماں سلطان کے پاس آئی۔ سلطان کھڑا ہو گیا اور اس کی داستان سنی۔ ایوبی کی آنکھوں میں آنسو اُمڈ آئے۔ بچہ پک چکا تھا۔ اسے منگوا کر ماں کے حوالے کیا اور ماں بچے کو سواری دے کر نہایت عزت و احترام کے ساتھ ٹھکانے بھیجا۔

ایوبی اسلامی اتحاد کا شیدائی تھا۔ خلیفہ کی اطاعت سے کبھی سر نہیں نکالا۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد خلیفہ ناصر نے اسے چند باتوں پر تنبیہ لکھی تو نہایت ادب سے جواب دیا اور اطاعت کا اظہار کیا۔

ایوبی فقیر خدا مست تھا۔ کھردرا لباس پہنتا تھا۔ وفات پائی تو خزانہ میں کل ایک دینار اور چھتیس درہم کی رقم تھی۔ گھر، کھیتی یا

۱۔ ابن اثیر سنہ ۵۸۵ھ ابن کثیر ۱۲: ۳۲۳ھ ابن کثیر۔
۲۔ ابن کثیر ۱۲: ۳۲۸ھ

زمین، کسی قسم کی جائیداد ترکہ میں نہ تھی یہ
 صلاح الدین ایوبی کے بعد اس کی حکومت تین بیٹوں پر
 تقسیم ہو گئی۔ ان میں خانہ جنگی نے سرایت کی اور صلاح الدین
 کے بجائے الملک العادل (۵۹۰ تا ۶۱۵ھ) نے سب قلمرو بہ
 قبضہ کر لیا۔ اس نے صلیبیوں کا خوب مقابلہ کیا لیکن اس کے
 بعد ایوبی کی روایات کو تازہ کرنے والا کوئی نہ اٹھا۔

ایوبی کے بعد ۱۲ سلطان ہوئے۔ الملک المعظم توران شاہ
 (۶۲۷ تا ۶۲۸) کو اس کی سوتیلی ماں شجرۃ الدر نے جو ایک
 ترک نژاد لونڈی تھی، سحری ترکوں کی مدد سے مروادیا اور
 ۶۲۹ھ میں ان کے ایک سردار عزالدین سے شادی کر لی
 جو اس کے خاوند کا غلام تھا۔ شجرۃ الدر نے ۳ ماہ حکومت کی
 پھر ترکوں نے بنو ایوب سے ایک دہ سالہ لڑکے موسیٰ کو
 الملک الاشرف کے لقب سے سلطان بنایا۔ عزالدین اس کا
 اتالیق مقرر ہوا۔ شجرۃ الدر نے ۶۵۵ھ میں عزالدین کو بھی مروا
 دیا۔ سحری ترکوں نے انتقام میں شجرۃ الدر کو قتل کر کے کورے
 کے ڈھیر پر ننگا ڈال دیا۔ موسیٰ نے اس کے بعد دو برس تنہا
 حکومت کی۔ لوگوں نے ۶۵۷ھ میں اسے الگ کر دیا۔ یہ آخری
 ایوبی سلطان تھا۔

مکشین یا مرا بطین (۶۶۲ تا ۵۲۲) | اس خاندان کے نسب
 کے بارہ میں کچھ بتانا
 مشکل ہے۔ اس کا بانی یوسف بن تاشفیہ ایک نیک اور مدبر

امیر تھا۔ اس نے مراکش کا شہر آباد کیا اور اسے دارالملک بنایا۔ اندلس میں طوائف الملوک کی کا دور آیا تو اس نے حملہ کر کے اسے فتح کیا اور مغرب و اندلس کا بادشاہ ہوا۔ اس نے ۵۰۰ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے جانشینوں میں کوئی نامور نہ ہوا۔ موحدین نے اس حکومت کا خاتمہ کیا

مُوحِدِیْنَ (۵۱۲ تا ۶۱۸) | اس حکومت کا بانی ایک درویش صفت مصلح محمد بن تومرت تھا۔ ۵۱۳ ہجری

میں اس نے مرا بطین کے کچھ علاقے پر قبضہ کر لیا اور مدی کہلانے لگا۔ اس کے پیرو موحدین کہلاتے تھے۔ اس نے ۵۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ اس کا ایک نائب عبد المؤمن لام تھا۔ وہ امیر المؤمنین کے لقب سے جانشین ہوا۔ اس نے ۵۲۲ ہجری میں مرا بطین کی حکومت چھین لی۔ اس کے بعد حکومت اس کی اولاد میں رہی۔ عبد المؤمن کے عہد میں افریقیہ اور اندلس دونوں موحدین کے زیر نگیں آئے۔

یعقوب بن یوسف (۵۸۰ - ۵۹۵) سلطان صلاح الدین کا معاصر تھا۔ اس نے سپین سے صلیبیوں کا رُخ پھیر دیا۔ وہ علم و حکمت کا پُر جوش مربی تھا۔

۶۲۵ ہجری میں اندلس کا علاقہ موحدین کے ہاتھوں سے نکل گیا اور وہ مراکش تک محدود رہ گئے۔

تجربہ

Student no 27129
Bin

1 (21)
Ullah
1972 B.A.

Ullah
Student

نظامِ حکومت

آئین | حکومت کا سربراہ خلیفہ یا امیر المومنین کہلاتا تھا۔
خلیفہ کا منصب موروثی ہوتا تھا۔ انتخاب منعقد نہیں
ہوتا تھا، البتہ امراء سے بیعت لی جاتی تھی۔ یہ ان کی رضامندی
اور وفاداری کا عہد ہوتا تھا۔ خلافت کے ایک سے زائد امیدوار
اٹھ کھڑے ہوتے تو امراء سلطنت اور ارکانِ دربار کو دخل دینے
کا موقع مل جاتا تھا۔ لیکن ایسے میں فیصلہ بجائے گفت و شنید
کے جنگ سے ہوتا تھا۔

ہر خلیفہ اپنی زندگی میں جانشین نامزد کر جاتا اور اس
کے لئے بیعت حاصل کر لیتا تھا۔ اسے ولایت کہتے تھے۔ ولی عہد کو
کاروبارِ حکومت اور حربی مہارت میں تجربہ دلایا جاتا تھا۔ خلیفہ

کے مرنے کے بعد ولی عہد کی دوبارہ بیعت ہوتی تھی۔ ارکانِ حکومت اس موقع پر حاضر ہوتے تھے۔ بیعت کا طریقہ یہ تھا کہ جھک کر خلیفہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے، اس کے ہاتھ کو چومتے اور نہایت تعظیم سے واپس ہوتے تھے۔ اس موقع پر خلیفہ کو نذرانے پیش کیے جاتے۔ وہ بھی انعامات بانٹتا اور خلعتوں سے نوازتا تھا۔

خلافت نشینی کا رواجی طریقہ یہی تھا لیکن دورِ زوال میں بلا دست ترکوں اور دیگر امراء کے ہاتھوں بعض اوقات اس طریقہ کو چھوڑ کر من مانے طریقہ سے خلیفہ کو مقرر کر دیا جاتا تھا۔

اگرچہ خلیفہ کسی مجلسِ مشاورت کا پابند نہ تھا لیکن سب خلفاء اپنے ارکانِ دربار، وزراء اور ناظمینِ اعلیٰ سے مشورہ کرتے تھے۔ مامون کے عہد میں تو اس مقصد کے لئے باقاعدہ ایک مجلس نامزد تھی جس میں امورِ حکومت کے بارہ میں آزادانہ بحث ہوتی تھی۔

خلیفہ کے اختیارات نہایت وسیع تھے۔ اگرچہ عدلیہ کا صیغہ الگ تھا اور قاضی حکومت کے اثر و دبہ سے بے نیاز ہو کر فیصلے دیتے لیکن انتظامی اور سیاسی امور میں خلفاء عدالتوں کے پابند نہ تھے۔

بیت المال پر خلیفہ کو پوری دسترس حاصل تھی۔ وہ اخراجات کے بارے میں کسی کے آگے جواب دہ نہ تھا۔ عباسی دور میں خلفاء جس بے پروائی سے اپنی ذات پر روپیہ لٹاتے تھے اس کی مثال اموی دور میں مشکل سے ملتی ہے۔ اموی فرماں رواؤں

کو عربوں کی بے خوف اور بے محابا تنقید کا کھٹکا رہتا تھا۔ عباسی خلفاء کو اگرچہ علمائے حق برسہا برسہا بار ٹوک دیتے تھے لیکن عجم کے عوام میں حکام وقت پھر گرفت کرنے کا وہ جذبہ نہ تھا جس سے اہل عرب معمور تھے۔ عجم والے مدتِ قدیم سے شاہ پرستی کے عادی تھے۔ ان کے اثر سے خلفاء نے بادشاہی کے انداز اپنا لیے۔ اس کے برعکس لمبوی حکومت عربوں کے زیر اثر رہی تھی اس لیے ان کے ہاں شاہی لوازم و تکلفات بہت کم تھے۔ اموی درباروں میں خلیفہ کے ہاتھ چومنے اور اس کے سامنے جھک کر آداب بجالانے کا رواج نہ تھا۔ اموی خلفاء کو زیادہ سے زیادہ عرب کے متمول سردارانِ قبائل سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ عباسی خلفاء نے سادگی کو کھودیا۔ آئینی طور سے بنو امیہ بنو عباس کے مقابلہ میں اسلام کی صحیح روح سے قریب تر تھے۔

حکام اور عمدہ داروں کا تقریر خلیفہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا، وہ انھیں اپنی مرضی سے معزول کرنے کا حق رکھتا تھا۔ لیکن عموماً وہ وزیر کی رائے پوچھ لیتا تھا۔ چھوٹے اہل کار البتہ افسرانِ اعلیٰ کے احکام سے مامور و معزول ہوتے تھے۔ خلیفہ ان معاملات میں دخل دینا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔

مرکزی حکومت کے شعبے اور افسرانِ اعلیٰ | مرکزی حکومت کے کئی شعبے

تھے۔ ہر شعبہ ایک افسرِ اعلیٰ کے زیر انتظام ہوتا تھا۔ وزارت: اسلامی دور میں وزارت کی بنا بنو عباس نے رکھی۔ وزارت کے آغاز کے بارہ میں معلومات سفاح کے دور میں آچکی ہیں۔

وزارت دو قسم کی تھی : وزارت تنفیذ اور وزارت تفویض۔
 وزارت تنفیذ کا کام خلیفہ کے احکام و فرامین کی تعمیل کرنا
 اور حکومت کا نظم و نسق چلانا تھا۔ اس لحاظ سے ہر محکمہ کا ناظم
 اعلیٰ وزیر تنفیذ ہی تھا لیکن ان افسروں کو وزیر کے نام سے بہت
 کم پکارا جاتا تھا۔ ان کے عہدوں کے نام محکموں کے لحاظ سے
 تھے۔ وزارت کے نام کا جس عہدہ پر اطلاق ہوتا تھا وزارت
 تفویض تھی۔

وزارت تفویض کو آج کل کی اصطلاح میں وزارت عظمیٰ
 کہہ لیجئے۔ لیکن اس وقت اسے فقط وزارت ہی کہا جاتا تھا۔ وزیر
 کے اختیارات کا کوئی آئینی تعین نہ تھا۔ خلیفہ سخت گیر اور کار آگہ
 ہوتا تو وزیر کے اختیارات محدود ہوتے تھے۔ خلیفہ کمزور یا بے پروا
 ہوتا تو وزیر کے اقتدار کا دائرہ بہت پھیل جاتا تھا۔ اس کے
 اختیارات تقریباً وہی ہو جاتے جو آج کل وزیر اعظم کے ہوتے ہیں۔
 بیت المال پر اس کو پوری دسترس حاصل ہوتی تھی۔
 وزیر کا عہدہ کلیدی اہمیت رکھتا تھا۔ اس لئے اس کے انتخاب
 میں خلیفہ بہت احتیاط برتتا تھا اور حتیٰ الوسع قابل، دیانت دار اور
 قابل اعتماد شخص کو مقرر کرتا تھا۔

وزیر اعظم اور وزراء نے تنفیذ کی مجلس دیوان العزیزہ ^{بلو} دی
 آنریبل کمیٹی (کمیٹی) کہلاتی تھی۔ اس کے صدر کی حیثیت میں وزیر اعظم
 کو وزیر الدیوان العزیزہ کہتے تھے۔

وزیر کے عہدہ کی اہمیت کے پیش نظر اس کا تقرر نہایت
 پر شوکت رسم سے ہوتا تھا۔ دو بلند مرتبہ امیروں کی معرفت اس
 کی طلبی ہوتی تھی۔ وہ خلیفہ کے سامنے حاضر ہوتا اور اسے تعظیم

۱۰ عزیز کے لغوی معنی ہیں معزز

پیش کرنے اور خلعت وزارت زیب بدن کرنے کے بعد امراء و رؤساء اور خدم و حشم کے جلوس میں سوار ہو کر اپنے دفتر کو جاتا تھا۔ وہاں اپنی نشست پر بیٹھ چکنا تو اس کے تقریر کی منادی ہوتی تھی۔

وزارت کے عہدہ پر بڑی بڑی عالی شان ہستیاں متمکن ہوئی۔ ان کے کارناموں اور تذکروں سے تاریخ کے صفحات بھر پور ہیں۔ ابوسلمہ خلیل، برامکہ، ابوالیوب موربانی اور حسن بن سهل وغیرہ ان میں خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

امیر الامراء کا عہدہ قائم ہونے کے بعد خلیفہ کے وزیر کی اہمیت بہت کم رہ گئی۔ امیر الامراء کا الگ وزیر ہوتا تھا۔ اس کی شان خلیفہ کے وزیر سے بہت بلند تھی۔ بویہی عہد میں خلیفہ کے وزیر کو رئیس الرؤساء کہنے لگے۔ سلجوقی امیر الامراء کے وزراء میں نظام الملک طوسی بہت شہرت رکھتا ہے۔

حاجب: خلیفہ اور عوام کے درمیان افسر رابطہ کی حیثیت رکھتا تھا۔ جن سائلوں یا عرضی گزاروں کو خلیفہ کے سامنے پیش ہونا ہوتا حاجب انھیں موزوں آداب اور سلیقہ کے ساتھ پیش کرتا تھا۔ امراء و سفراء کو بھی حاجب ہی خلیفہ کی بارگاہ میں پہنچاتا تھا۔

حاجب خلیفہ کے محافظ دستہ (باڈی گارڈ) کا کمانڈر بھی ہوتا تھا۔

کاتب: خلیفہ کے میر منشی (چیف سکرٹری) کو کاتب کہتے تھے۔ کاتب اعلیٰ پایہ کا انشاء پرداز ہوتا تھا۔ وہ خلیفہ کے لئے چٹھیوں کے مسودے مرتب کرتا تھا۔ اس عہدہ

پر کئی غیر مسلم بھی فائز رہے۔ کتنے ہی کاتب تھے جو عربی ادب میں اپنا نام چھوڑ گئے۔

دیوان التوقيع غالباً کاتبی کے زیر اہتمام ہوتا تھا۔ قاضی القضاة: مملکت کے صیغہ عدلیہ کا ناظم اعلیٰ قاضی القضاة کہلاتا تھا۔ قاضی القضاة اپنے وقت کا ممتاز فقیہ ہوتا تھا۔ اس عہدہ پر قاضی ابو یوسف اور یحییٰ بن اکثم ایسے فقہاء فائز رہے۔ قاضی القضاة اہم مقدموں کا فیصلہ کرتا تھا۔ وہ خلیفہ کا قانونی مشیر ہوتا تھا۔ ملک بھر کے قاضیوں اور ان کی عدالتوں کی نگرانی اس کے سپرد ہوتی تھی۔ قاضیوں کا تقرر و عزل اس کے اختیار میں ہوتا تھا۔

قضا کا صیغہ انتظامیہ سے بالکل آزاد تھا۔ قاضیوں کی پیش قرار تنخواہیں مقرر تھیں۔ عدالت کو دارالقضاء کہتے تھے۔ قاضی کے پاس مختصر سا عملہ اور ریکارڈ ہوتا تھا۔

ہر قاضی کی مدد کے لئے ایک معادل ہوتا تھا جس کے ذمے یہ تحقیق بسم پہنچانی ہوتی تھی کہ گواہ اعتماد کے قابل ہے یا نہیں۔

امیر الامراء: یہ عہدہ بنو عباس کے دور انحطاط میں قائم ہوا۔ امیر الامراء مرکزی فوج کا سپہ سالار اعلیٰ اور عراق و فارس کا گورنر ہوتا تھا۔ اس عہدہ کا ذکر سابقہ صفحات میں گذر چکا ہے۔ امیر الامراء اپنے لئے بلند بانگ القاب پسند کرتے تھے جن میں سے سلطان کا لقب عام مستعمل رہا۔

رئیس الاطباء: شاہی طبیب اور ہسپتالوں کا ناظم اعلیٰ ہوتا تھا۔

رئیس تعمیر یا امیر البناء : سول چیف انجینئر کو
کہتے تھے۔

والی تجارت : تجارت کی بہبود اس کے ذمے ہوتی تھی۔
عباسی دور میں تجارت بہت وسیع اور منظم تھی۔ تاجروں کی
انجمنیں قائم تھیں۔ انجمن کا صدر رئیس التجار کہلاتا تھا۔
اوپر جس قدر عمدہ داروں کا ذکر آیا ہے ان کے اپنے دفتر
ہوتے تھے۔ ان دفاتر کے علاوہ مندرجہ ذیل دیوان (محکمے یا شعبے)
تھے :

دیوان التوقيع : یہاں خلیفہ کے جاری کردہ خصوصی احکام
کی نقول رکھی جاتی تھیں۔
دیوان الرسائل : (اشوڈیپارٹمنٹ) یہاں سے مرکزی حکومت
کی عام پمپٹیاں جاری ہوتی تھیں۔
دیوان البسر : اس دفتر میں خلیفہ کے خفیہ کاغذات ہوتے
تھے۔

دیوان الضیاع : (جاگیروں کا محکمہ) خلافت کے سرکاری
اخراجات کے لئے جو جاگیریں وقف تھیں ان کا اہتمام اس صیغہ
میں ہوتا تھا۔

دیوان الضیافی : جو جاگیریں خلیفہ کی ذاتی ملک تھیں وہ
اس دفتر کے زیر انتظام تھیں۔
دیوان النفقات : قصر خلافت کے انصرام اور اخراجات
کا دفتر تھا۔

دیوان الخراج : یہ محاصل کا محکمہ تھا جو وزیر کے تحت
ہوتا تھا۔ آمدن کے ذرائع تھے مثلاً زکوٰۃ، عشر، خراج، معدنیات

کاغذ، جزیہ، صنعتی محصولات، درآمدی محصولات، تحائف، مالِ غنیمت وغیرہ۔

دیوان الخراج کے جس شعبہ میں اہل ذمہ کے جزیہ اور دیگر محصولات کا حساب ہوتا تھا اسے دیوان الخزیہ یا دیوان الزمام کہتے تھے۔

دیوان الشرطہ: دیوان الشرطہ پولیس کے محکمہ کا نام تھا۔ اس کے ناظم اعلیٰ کو والی الشرطہ یا صاحب الشرطہ کہتے تھے۔ احتساب کا صیغہ بھی اس کے تحت تھا۔

احتساب یا حبلیتہ کے صیغہ کے افسر کو محتسب کہتے تھے۔ محتسب کا کام یہ ہوتا تھا کہ بلانیہ برائیوں کا سد باب کرے، اوزان اور پیمانوں کی پڑتال کرے، تجارت اور لین دین میں فریب کاری نہ ہونے دے۔ اس مقصد کے لئے وہ پیادوں کا ایک دستہ لے کر شہر میں گشت کرتا تھا۔

دیوان المظالم: اس صیغہ کا افسر اعلیٰ منقولی المظالم کہلاتا تھا۔ وہ شہریادوں کی معروضات سنتا تھا اور اس قسم کے فوجداری معاملات کا فوری تصفیہ کرتا تھا جن کے لیے قانونی باریک بینی کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ لہذا عدالت میں جانا لازم نہ تھا۔ سرکاری عملہ کے خلاف شکایات والی المظالم کے پاس آتی تھیں۔ اگر عدالتی فیصلوں کی تعمیل میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی تو وہ اس سلسلہ میں بھی مناسب قدم اٹھاتا تھا۔

اہم شہریادوں خلیفہ کے پاس پیش ہوتی تھیں۔ ان کی سماعت کے لئے خلیفہ ہفتہ میں ایک مقرر دن کو اپنے مشیروں کے ہمراہ اجلاس کرتا تھا اور وہیں فیصلہ صادر کرتا تھا۔ اگر کوئی قانونی بیج آپڑتا تو

قاضی کے سپرد کرتا تھا۔ خلیفہ مستدی کے بعد کوئی خلیفہ داد رسی کے لئے نہیں بیٹھا اور یہ کام سلاطین وغیرہ نے سنبھالا۔ دیوان المظالم کو بعد میں دارالعدل بھی کہتے تھے۔

دیوان الاتہار یا دیوان الاکریہ :- نہروں کا محکمہ تھا۔
دیوان البرید :- ڈاک کا محکمہ تھا، اس کا وسیع نظام تھا۔
جاسوسی کا کام بھی اسی کے ذمے تھا۔ اس کا ناظم اعلیٰ صاحب البرید پارٹیس البرید کہلاتا تھا۔ اس کے نائب تقریباً ہر بڑے شہر میں ہوتے تھے۔

ڈاک کی ترسیل کا کام گھوڑوں، خچروں اور اونٹوں سے لیا جاتا تھا۔ بعض اوقات تربیت یافتہ کبوتروں کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال کرتے تھے۔

خلیفہ کو برید کی معرفت ملک کے ہر حصہ سے صبح و شام دونوں وقت تازہ اطلاعات پہنچتی تھیں۔ گورنروں کے خلاف خفیہ رپورٹیں بار بار صاحب البرید لکھ کر بھیجتا تھا۔
دیوان الجند یا دیوان العسکر :- فوج کا محکمہ تھا۔ فوج کی کئی پلٹنوں پر مشتمل ہوتی تھی۔ پلٹن کو جیش کہتے تھے جس کی تعداد دس ہزار ہوتی تھی۔ اس کا کماندار امیر الجیش کہلاتا تھا۔ امیر الجیش کے تحت دس قائم ہوتے تھے۔ ہر قائد کے پاس ایک ہزار فوج ہوتی تھی اور اس کے تحت ایک ایک سو سپاہیوں پر دس دس نقیب ہوتے تھے۔ نقیب کے زیر کمان دس عارف ہوتے۔ عارف دس سپاہیوں کا افسر ہوتا تھا۔

بڑی فوج دو قسم کی تھی :-

۱۔ حر بیہ۔ ان کے پاس نیزہ، ڈھال اور تلوار کا اسلحہ ہوتا تھا۔

۲۔ رامپہ۔ یعنی تیر انداز۔

فوج کے ساتھ سامانِ رسد بہت وافر ہوتا تھا۔ طبیب اور انجینئر بھی ہمراہ رہتے تھے۔ فوج کے انجینئر ان چیف کو امیر انجینیریوں کہتے تھے۔

بحریہ کا افسرِ اعلیٰ امیر البحر کہلاتا تھا۔ ہر جہاز کا ایک کماندار ہوتا تھا جسے مقدم یا قائد کہتے تھے۔ یہ جنگی افسر ہوتا تھا۔ جہاز چلانے کا کام جس افسر کے ذمے ہوتا تھا وہ رئیس کہلاتا تھا۔

بیڑے میں آتش بار کشتیاں بھی ہوتی تھیں جنہیں حر آفہ کہتے تھے۔

صوبائی نظام | مملکت کئی صوبوں میں منقسم تھی۔ دوبرِ اول میں صوبہ کے والی خلیفہ کی طرف سے مقرر ہوتے تھے۔ انہیں آمدن کا پورا حساب دینا ہوتا تھا۔ اگر ان کے خلاف شکایت آتی تو خلیفہ باز پرس کرتا تھا۔ وہ بعض دفعہ انتظامی مصلحت کی خاطر بھی والی کو علیحدہ کر دیتا تھا۔ بارہا تانوں اور سخت سزاؤں کی نوبت بھی آئی۔ خلفاء والیوں پر کڑی نظر رکھتے تھے کہ خود مختار نہ ہو جائیں۔ ان کو جاسوسوں کے جال میں گھیرے رکھتے تھے۔ خلیفہ کو ان کی ایک ایک حرکت کی خبر

رہتی تھی۔

دفاتر کی پرتال اور عملداری کی عام جانچ کے لئے ایک افسر مقرر تھا جس کو مشرف المملکت کہتے تھے۔ اس کے تحت کئی مشرف یا ناظر انسپٹر ہوتے تھے جو ملک بھر کی سرکاری

کارگزاری کا معاوضہ کرتے تھے۔ جو بد عنوانی ملاحظہ میں آتی اس کی اطلاع خلیفہ کو ہو جاتی تھی اس لئے والی بہت محتاط رہتے تھے۔ دورِ انحطاط میں صوبوں کے والی خود سر ہو گئے۔ جو امیر طاقت پکڑتا بنزور شمشیر کسی صوبہ پر قبضہ جا لیتا۔ خلیفہ اسے پروانہ حکومت عطا کر دیتا تھا۔ وہ مناسب رقم خلیفہ کو پیش کر دیتا۔ تاہم ایسے والیوں کا وجود بھی تھا جو ملی اتحاد پر نظر کر کے اطاعت گزار رہے۔ سلطان محمود غزنوی ہر سال اپنی کارگزاری کی رپورٹ خلیفہ کی بھیجتا تھا۔ صلاح الدین ایوبی بھی خلیفہ کا مطلع و فرمان بردار رہا۔

صوبوں میں بھی مرکزی حکومت کی طرز پر محکمے اور دفاتر کام کرتے تھے۔ ان کی ہیئت بہت سادہ تھی۔

والی اور اس کا عملہ مقامی امور میں بہت کم دخل دیتے تھے۔ دیہات اور شہروں کے رؤساء مل کر اپنا نظام کار خود چلاتے تھے اور حکومت کی واجبات جمع کر کے ادا کرتے تھے۔ ان کے درمیان کوئی جھگڑا اٹھتا تو والی یا اس کا نائب دخل دیتا تھا ورنہ مقامی طور سے ایک گونہ جمہوری نظام چل رہا تھا۔

علم و حکمت

عباسی عہد میں علم و حکمت کی رفتار تیزی سے بڑھی۔ اہل اسلام اس میدان میں دنیا سے بازی لے گئے۔ اس کے کئی اسباب تھے۔ مثلاً

۱۔ بنو ہاشم چاہے سادات ہوں چاہے بنو عباس، علم سے طبعی محبت رکھتے تھے۔ اموی تاجداروں میں یہ بات نظر نہیں آتی کہ انہوں نے اپنے ولی عہدوں کو خصوصیت سے علم میں لگایا ہو۔ عبدالملک اور حضرت عمر ثمالیؓ بیشک افاضل روزگار میں سے تھے لیکن ان کے اوائل عمر میں کسے معلوم تھا کہ یہ ایک دن طقتِ اسلامیہ کی زمام سنبھالیں گے۔ بنو امیہ کے برعکس بنو عباس نے

حق الویج ولی عہدوں کی تعلیم پر زور دیا اور بند پانچ علماء کو آلیق مقرر کیا۔ محمد الممدی اپنے بیٹوں کو ہمراہ لے کر مدینہ میں حضرت امام مالکؒ کے پاس درس موطا کے لئے حاضر ہوا۔ ہارون نے بھی اہم مالکؒ کی بارگاہ میں درس کے لئے حاضری دی مامون اور قادر باللہ وغیرہ صاحب تصنیف تھے۔

بنو عباس نے اہل علم کی بہت قدر افزائی کی۔

ہارون نے ایک دفعہ ایک نابینا عالم کو دعوت پر بلا یا اور خود اس کے ہاتھ دھلوائے۔ وہ بھیس بدل کر علماء کی مجلسوں میں پہنچ جاتا تھا۔ بنو عباس نے اصحاب کمال کو بڑے بڑے عہدے دئے اور ان کو مالا مال کر دیا۔ مثلاً ہارون کا عیسائی طبیب جنرل شان و شوکت میں خود ہارون کے کندھے سے کندھا ملاتا تھا، مامون اپنے قاضی یحییٰ بن اکثم کی تعظیم اُسے بزرگ جان کر کرتا تھا۔ جہاں کسی اور درباری کو مامون کے فیصلوں پر لب ہلانے کی ہمت نہیں ہوتی تھی وہاں قاضی یحییٰ نہایت خشونت کے ساتھ اسے لڑکتا اور روکتا تھا۔

۲۔ سلاطین اور امراء نے بھی جی ملگا کر عین علم کی آبیاری کی۔

ان میں سے بعضوں نے خود بھی علم میں نام پیدا کیا لیکن حیات ملکی سے اتنا رقت بچانا بہت مشکل تھا اس لئے انھوں نے اپنے درباروں میں ارباب ذوق اور اصحاب علم کو اکٹھا کیا۔ کتب خانے جمع کیے، مدرسے بنائے اور ان امور پر دریا دلی سے دولت بہائی۔ علم پرورد خاندانوں میں طاہریہ، برامکہ، علویہ، طولونیہ،

بنو سامان، آل بویہ، غزنویہ، سلاجقہ اور آماکیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ قابوس بن وشمگیر زبیدی اور صلاح الدین ایوبی بھی علم دوست امراء کی صفِ اول میں ہیں۔

برامکہ کا نام علم پرست خاندانوں میں سب سے زیادہ درخشاں نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ وہ اس قافلہ کے پیشوا ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کی زیرپاشیوں نے انھیں شعراء اور ادباء کا محبوب بنا دیا تھا جنھوں نے ان کا خوب چرچا کیا۔ تیسرا سبب یہ تھا کہ انھوں نے مسلم و غیر مسلم سب علماء کی ہمت افزائی کی اور اس باب میں اس قدر آگے بڑھے کہ ان پر زندقہ کا الزام لگ گیا۔

نظام الملک طوسی نے بڑے پیمانے کے مدرسوں کا رواج ڈالا۔ اس کا یہ احساس ناقابل فراموش ہے کہ اس نے تعلیم و تدریس کی تنظیم کی۔ مصر کے بنو فاطمہ کی علمی کوششیں بھی کسی سے کم نہیں۔ خلیفہ حاکم کا بیت الحکمت نہایت بلند پایہ کا تھا۔ بنو فاطمہ کے عہد میں قائم کی ہوئی جامعہ ازہر آج بھی باقی ہے۔ یہ اس وقت دنیا کی قدیم ترین درسگاہ ہے اور ہزار سال سے زائد کی عمر رکھتی ہے۔ خلیفہ مستنصر باللہ (۶۲۳ تا ۶۴۰ ہجری) کا قائم کیا ہوا مدرسہ بغداد میں آج بھی باقی ہے۔ اس میں علمی نسخوں کا ایک نہایت قیمتی ذخیرہ ہے۔

۳۔ اسلام نے علم پر بہت تاکید کی ہے اس لئے علماء نے دینی جذبہ کے تحت علم کی خدمت کی۔ کئی ہی مثالیں

ملتی ہیں کہ علماء کو ہمیشہ قدر مناصب پیش کیے گئے لیکن انھوں نے ٹھکرا دیئے اور زندگیاں جس جذبہ کے تحت علم کے لئے وقف کی تھیں اس میں دنیا پرستی کی میل نہ آنے دی۔ ایسے علماء کی کمی نہ تھی جنھوں نے علم حاصل کرنے اور اس کی اشاعت کے لئے گھر تک بیچ دیئے۔ اسی لگن کا نتیجہ تھا کہ ایک ایک عالم نے بیسیوں بلکہ سینکڑوں معیاری کتابیں تالیف کیں اور خلاصے بھی لکھے تو مضمون میں ڈوب کر اور عمریں صرف کر کے۔ اس وقت کی بعض مختصرات (خلاصے) آج تک فنون کی جان ہیں۔ ابوالعباس احمد بن عمر قاضی شیراز نے تقریباً چار سو کتابیں لکھیں۔ اتنی ہی تعداد ابن حزم کی تفصیلات کی ہے جو اتنی ہزار اوراق پر عادی تھیں۔ ایک معتزلی عالم ابو یوسف عبدالسلام نے یمن سو جلدوں میں تفسیر لکھی۔ فخرالدین رازی کی تفسیر آج بھی ملتی ہے۔ اتنی ضخیم کتاب ہے کہ اس کو شروع سے اخیر تک پڑھنے کے لئے بڑا حوصلہ چاہیے۔ اسی پر بس نہیں، رازی نے دو سو اور کتابیں بھی لکھیں۔ جہان بن حلف قرطبی نے ساٹھ جلدوں میں تاریخ المغرب لکھی۔ طبری کی تفسیر اور تاریخ (جو طبری کی تاریخی معلومات کا خلاصہ ہے) لائبریریوں میں ملتی ہیں۔ ان دونوں کو یکجا اٹھانے کے لئے شاید مددگار کی ضرورت ہو۔ اتنی ضخیم ہیں کہ یہ باور کرنا مشکل ہے کہ ایک ہی شخص کے زورِ اقلم کا نتیجہ ہیں۔ سائنس، فلسفہ، ریاضیات، ہیئت اور صنعت وغیرہ میں ایک ایک عالم نے کئی کئی کتابیں

سپر و قلم کیں۔ انسان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ یہ کیوں کر ممکن ہوا؟ اور پھر جی میں سوال اٹھتا ہے کہ ہمارے علم کہاں گئے اور ہم ان سے کیوں دست بردار ہوئے۔

بالخصوص علمائے دین محض رضائے الہی اور حصول ثواب کی نیت سے علم کی خدمت گزار کر کے تھے۔ انہوں نے جان و مال اسی راہ میں وقف کر دیئے۔ ان کی مخلصانہ کاوشیں ٹربار ہوئیں اور اُمت کے لئے ایک بیش بہا علمی ورثہ تیار ہوا۔

۲۔ اہل علم اور اہل ثروت کی توجہ سے کتابوں کا روبرو پھیلا، کاغذ کی ضرورت برہمی اور کثیر مقدار میں تیار ہونے لگا۔ کاغذ کے اولین کارخانے خراسان میں نظر آتے ہیں۔ یہ صنعت وہاں قبل اسلام سے موجود تھی۔ ممکن ہے چین کی ہمسائیگی کا اثر ہو لیکن اس وقت خراسان میں کاغذ بہت قلیل تھا۔ اسلامی فتوحات پھیلیں اور چین سے اسیر آئے تو انہوں نے خراسان کی اس صنعت کو فروغ دیا اور کاغذ پہلے سے سستا ہو گیا۔

جب تک کاغذ وافر نہ تھا عموماً صاف کھالوں سے کام لیا جاتا تھا۔ ماموں اور امین کی جنگ میں عوام سرکاری دفاتر کو محض اس لئے اڑانے گئے کہ اکثر تحریری چٹروں پر تھیں۔ انھیں دھو کر دوبارہ برتا جا سکتا تھا۔

امراء نہایت ٹھاٹھ سے کتابیں لکھواتے تھے اور انھیں مٹلا کر اتے تھے۔ خلیفہ معتقد نے ۳۱۱ ہجری میں

زندلیقوں کی تصنیفات کو فنا کرنا چاہا تو انھیں سپرد آتش
کرایا۔ کتابوں پر جو سونا چڑھا ہوا تھا ٹپک ٹپک کر
گرے لگا اور اس کی خاصی مقدار جمع ہو گئی۔

چھاپ خانے نہ تھے۔ کاتب ہمیشہ قرار اجرتوں پر
نقلیں تیار کرتے تھے۔ پڑھے لکھے لوگ جن کے پاس
اجرت کے دام نہیں ہوتے تھے خود نقل کر لیتے تھے۔
تاہم کتابوں کی نہایت وسیع اشاعت ہوئی اور بڑے بڑے
کتب خانے وجود میں آئے۔ سرکاری کتب خانوں کے
علاوہ ذاتی کتب خانوں کی بھی کمی نہ تھی۔ شہر آمد کی
لائبریری میں دس لاکھ چالیس ہزار کتابیں تھیں۔ ایک عالم
ابن عباد کی لائبریری چار سو اونٹوں کا بوجھ تھی۔ مورخ
واقفی کا ترکہ کتب ۱۲ سو آدمیوں کے اٹھانے کا تھا۔
غرض کوئی کہاں تک لکھے۔

۵۔ ایک طرف مذہبی آزادی اور دوسری طرف فرقہ بندی
نے علم کے بعض پہلوؤں کو فروغ دیا۔ زرتشت اور
مانی کی کتابوں کے ترجمے ہوئے اور آزاد خیالی کو ہوا
ملی۔ زندلیقوں اور غیر مسلموں نے عباسی عہد کے اوائل
سے کھلم کھلا اسلام کے خلاف کتابیں لکھنی شروع کیں مثلاً ابن الرادندی
زہری نے قرآن و سنت کے خلاف لکھا اور معتزلہ نے جواب دیا۔ (ابن کثیر
۷۲۹ھ) عجمی مسلمانوں میں ایک تحریک عربوں کے خلاف برآمد کے عہد سے
منظر عام پر آئی جسے شعوبیہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس تحریک کے
عالمیوں نے عربوں کی مذمت اور عجم کی مدح میں قلم جو لاں کیا۔
فرقہ پرستی کے نقصانات تو ظاہر ہیں لیکن اس کے

۳۔ شہرستان علم کے بعض کوچوں کی رونق بڑھی۔

۶۔ اہل اسلام کی رواداری، علم کے معاملہ میں اہل اسلام نے انتہائی فراخ دلی اور کشادہ نظری سے کام لیا۔ غیر مسلموں کے علوم کو یوں ہاتھوں ہاتھ لیا گویا اپنی میراث تھی۔ ملک میں لاکھوں یہود اور عیسائی آباد تھے۔ طب اور ہیئت وغیرہ میں ان سے سینکڑوں باکمال اٹھے۔ مسلمانوں نے انھیں قدر کی نگاہ سے دیکھا اور زرم علم میں انھیں شایان شان جگہ دی۔ خلفاء و امراء نے ان پر زرو سیم کی بلدش کر دی۔ اسلام سے قبل اسکندریہ، حیران اور جندیشاپور میں قدیم سے بہت بلند پایہ درس گاہیں تھیں۔ اہل اسلام نے ان علمی ذخیروں اور تحقیقی نتائج کو دامن دل میں جگہ دی۔ یہاں کے علماء کی توقیر کی اور انھیں بلند رتبے دیے۔

دنیا کے جس حصہ تک مسلمانوں کی رسائی ہو سکی وہاں سے علم کے موتی ڈھونڈ ڈھونڈ کر لائے۔ عربی زبان میں ملک ملک کے علوم و فنون اکٹھے ہوئے۔ مسلمانوں نے فقط تقابلی نہیں کی بلکہ ان کو نئی شان اور رفعت عطا کی۔

قرآنی علوم | قرآن حکیم کے اعراب ابتدائی شکل میں اموی دور میں لکھے گئے تھے۔ ان کو آخری صورت عباسی دور میں خلیل بن احمد نے دی۔ آج تک وہی اعراب چلے آتے ہیں۔

قرآن حکیم کی تلاوت اور تفسیر کے ضمن میں کئی علوم تکمیل کو پہنچے۔ مثلاً معانی، مشکل القرآن، غریب القرآن، وقف و ابتداء، جملہ القرآن، قراءتیں وغیرہ ان علوم کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ ہے۔ علماء نے ان میں بہت محنت کی اور متعدد

کتابیں وجود میں آئیں۔ جہاں تک قرآن حکیم کی تفسیر کا تعلق ہے انفرادی اور اجتماعی طور سے مختصر اور مبسوط بہت تفسیریں لکھی گئیں۔ تفسیر کی دو نمایاں قسمیں نظر آئیں یعنی روایتی اور عقلی۔ روایتی تفاسیر ان علماء نے تحریر کیں جو حدیث کے قائل تھے۔ عقلی تفاسیر لکھنے والے ضرور نہیں کہ حدیث کے منکر ہوں لیکن ان کی کتابوں میں فکری نتائج کا غلبہ ہے۔ علم الکلام، تصوف، فلسفہ وغیرہ کے جدا جدا رنگ میں تفسیریں قلمبند ہوئیں۔ تفسیروں کا انبار لگ گیا۔ بعض مفسروں نے کئی کئی جلدیں تفسیر لکھی۔

تفاسیر کے اس ضخیم سرمایہ سے صرف طبری، زمخشری اور فخر الدین رازی کی کتابیں اس وقت سالم دستیاب ہیں۔ طبری کی تفسیر روایات کا ضخیم مجموعہ ہے۔ زمخشری کی تفسیر جس کا نام الکشاف ہے لغت و عربیت میں سند کا درجہ رکھتی ہے۔ اس میں معتزلی عقائد ہیں۔ رازی کی تفسیر کبیر میں فلسفہ کی دراز بحثیں ہیں۔ یہ تینوں تفسیریں الگ الگ دائرہ میں ہیں اور بعد کی سب تفسیروں کے لئے بنیاد کا کام دیتی ہیں۔

حدیث اموی دور تک حدیث کا کل سرمایہ احاطہ تحریر میں آچکا تھا۔ عباسی دور میں نقل و حرکت اور سیاحت کی حدود پھیلیں۔ علمائے حدیث نے شہر شہر کا چکر کاٹا اور نہایت محنت سے احادیث کو جمع کیا۔ ایک ایک محدث کو چالیس چالیس ہزار حدیثیں ربانی یاد ہو گئیں۔ ایسے بے نظیر اصحاب کمال بھی تھے جنہیں چھ چھ سات سات لاکھ روایات نوکِ زبانی تھیں۔ ان احادیث کو نئے اسلوب اور ترتیب کے ساتھ علماء نے کتابیں

میں دوبارہ قلم بند کیا۔ بیسیوں مجموعے لکھے گئے۔ جن میں
مسند احمد بن حنبل اور صحاح ستہ بہت مشہور ہیں۔ مسند احمد بن
حنبل میں تقریباً ۳۰ ہزار احادیث ہیں۔ صحاح ستہ کے معنی ہیں
چھ صحیح کتابیں یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابن ماجہ، سنن ابوداؤد
جامع ترمذی اور سنن نسائی، ان کتابوں کے بعد چند اور کتب حدیث
بھی تحریر ہوئیں جن میں معانی الآثار امام طحاوی، معجم طبرانی،
سنن دارقطنی، مستدرک حاکم اور سنن بیہقی بہت مقبول ہیں۔

فقہ عباسی دور میں فقہ کے چار بنیادی مذاہب پایہ تکمیل
کو پہنچے یعنی مالکیہ، حنفیہ، شافعیہ اور حنبلیہ۔

ان مذاہب کے بانی بنو عباس کے ابتدائی دور میں ہوئے ہیں۔
ان کے حلقہ ہائے درس قائم تھے جہاں دور و دراز سے آکر
ہزاروں طلبہ مستفید ہوتے تھے۔ فقہ کا علم نہایت سرعت
سے شائع ہوا۔

اس دور میں فقہی اصول کو ایک فنی صورت دی گئی۔ اس
سے پہلے فقہ کا فن نہایت سادہ تھا۔ اب بہت دقیقہ رسی ہوئی۔
فقہی قواعد اور مسائل پر تحریریں لکھیں گئیں جن میں خوب بحث و
تعمیر ہوئی۔ فقہ کے اصول پر سب سے پہلے واصل بن عطاء
معتزلی نے قلم اٹھایا۔ یہ ایک ابتدائی کوشش تھی۔ امام ابوحنیفہ
نے ان پر مزید غور و غوض کیا۔ لیکن اصول فقہ میں کوئی تحریر
نہیں چھوڑی۔ البتہ فقہی مسائل کا ایک وسیع دفتر لکھا۔ اصول پر
کتابیں امام ابوحنیفہ کے بعد لکھی گئیں۔

مذاہب چہارگانہ کے علاوہ اور بھی کئی مذاہب اٹھے مثلاً
ظاہریہ اور جریریہ وغیرہ لیکن جلد ہی ختم ہو گئے۔

بنو عباس کا سرکاری مذہب حنفی تھا۔ دیگر مذاہب بھی پوری قوت سے زندہ تھے۔ لیکن ان کی اشاعت مقابلتہ کم تھی، حنفی فقہ میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں مبسوط امام محمد، کتاب الخراج امام ابو یوسف، اصول بزودی، مختصر قدوری، مبسوط سرخسی، قاضی خان کے فتاویٰ اور مرغینانی کی ہدایہ بہت مشہور ہیں۔

عباسی دور کے سے بلند پایہ فقہاء بعد کے ادوار کو نصیب نہ ہو سکے۔

تاریخ | تاریخ سے اہل اسلام کو شروع سے شغف تھا۔ انہوں نے نہ صرف اسلام کی تاریخ لکھی بلکہ اسلام سے قبل کی تاریخ بھی نہایت جستجو سے تحریر کی۔ مجسم کی تاریخوں کو تلاش کیا اور ان کے ترجمہ کرائے۔

اسلامی تاریخ میں اموی عہد میں کئی تحریریں لکھی گئیں لیکن وہ محفوظ نہ رہ سکیں۔ سیرت نبوی کے بارے میں جن لوگوں نے مستند کتابیں لکھیں ان میں موسیٰ بن عقبہ (متوفی ۱۴۱ ہجری) محمد بن اسحاق (۱۵۲ یا ۱۵۳ھ) اور ابن ہشام بہت مشہور ہیں۔ ان میں صرف ابن ہشام کی کتاب طقی ہے۔ ابن ہشام نے زیادہ انحصار ابن اسحاق کی روایات پر کیا ہے۔

عباسی عہد میں تاریخ کی چند نہایت عمدہ کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں بڑی خوبی یہ ہے کہ صرف خلفاء یا بادشاہوں کے حالات ہی میں محدود نہیں بلکہ ہر قابل ذکر ہستی کے جس قدر حالات دستیاب ہو سکے ان میں درج ہیں۔ اس لحاظ سے اسلامی تاریخیں عوامی تاریخیں ہیں۔

عباسی دور کے مؤرخین میں مندرجہ ذیل بہت نمایاں ہیں :

واقفی (۱۲۹-۲۰۷) مامون کے عہد میں قاضی تھا۔ کئی

کتابوں کا مصنف ہے۔

محمد ابن سعد (وفات ۲۳۰) واقفی کا شاگرد تھا۔

احمد بن ابی یعقوب — یہ مامون کے عہد میں تھا۔ اس

کی تالیف تاریخ یعقوبی کہلاتی ہے۔

بلاذری — وفات ۲۷۹ھ :- اس کی تالیف کا نام

فتوح البلدان ہے۔

ابو حنیفہ دیلمی — تاریخ میں اس کی تصنیف اخبار الطوال

مشہور ہے۔

اعثم کوفی۔ یہ ایک مستند مؤرخ ہے۔ طبری کا ہم عصر تھا۔

طبری — وفات ۲۱۰ھ :- اس کی تاریخ نہایت مبسوط ہے

اس کو جس قدر غلط یا صحیح روایات ملیں وہ تیکجا کر دیں اور انتخاب

بعد کے علماء کے لئے چھوڑ دیا۔

مسعودی۔ یہ مؤرخ جغرافیہ دان تھا۔ اس کی کتاب

مروج الذهب بہت اہم ہے۔

ابن اثیر۔ اس نے طبری کی تاریخ کو جانچ کر اس کا

خلاصہ کیا ہے۔

طب | فن طب کو عباسی عہد میں بہت عروج حاصل ہوا۔

اس فن کے اصحاب کمال میں اموی عہد سے عباسی

اطباء کا نام سرفہرست نظر آتا ہے۔ عباسی عہد کے پہلے

دور میں بھی انہی کا تسلط رہا۔ جندیشاپور میں جو جیس اس

کا بیٹا تختشوع اور پوتا جبریل اطباء کے سرخیل تھے۔ ان کے

سہ ہمت کشورع۔

ساتھ ساتھ مسلمان طبیب بھی ابھرتے نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں میں ابن زکریا رازی اور ابن سینا کی تالیف القانون ایک طویل مدت تک نہ صرف اسلامی ممالک بلکہ یورپ میں بھی زیرِ درس رہی۔

عباسی عہد میں یونانی، فارسی اور ہندی علم الطب یکجا ہوا۔ یونانی اور سنسکرت کی کتابوں کے ترجمے ہوئے اور اطباء نے ان سے استفادہ کیا۔ سنسکرت کی کتابوں کو عربی میں ڈھالنے کے لئے ہندوستان سے سرگردہ طبیب بغداد بلائے گئے۔ ان میں منکہ اور ابن دھن بہت نمایاں ہیں۔ منکہ نے سسر و ششتر کی مشہور کتاب کا ترجمہ کیا۔ طب کی یونانی کتابوں کے ترجمہ کا بیڑا سب سے پہلے حنین بن اسحاق (متوفی ۲۶۰ھ) اور قسطنطین لوقا نے اٹھایا۔ یوحنا بن نسویہ ایک اور عیسائی طبیب نے طب میں کئی مفید کتابیں لکھیں۔ ان کے سوا اور بھی کئی عیسائی فضلاء نے اس شعبہ علم میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔

عباسی دور میں وسیع پیمانے پر شفا خانے قائم ہوئے۔ ہارون الرشید کے عہد میں شفا خانوں کا ایک مستقل محکمہ قائم ہوا جس کا ناظم اعلیٰ رئیس الاطباء کہلاتا تھا۔ اس علم کو ایک بلند سطح پر رکھنے کے لئے امتحانوں کا رواج ہوا۔ صرف سند یافتہ اطباء کو علاج کی اجازت تھی۔ امراء نے رفاہ عامہ کے لئے وقتاً فوقتاً شفا خانے بنائے اور ان پر وقف قائم کیے۔ عضد الدولہ بوہی نے جو بیمارستان بنایا وہ نہ صرف ہسپتال تھا بلکہ ایک شاندار میڈیکل کالج بھی تھا۔ امراء کی مساعی اور قدر دانی سے طب کے فن نے بہت کمال حاصل کیا۔ جرّی بوٹیوں

کے بارہ میں تحقیق ہوئی، دوا سازی نے ترقی کی۔ علم الابدان، علم التشخیص اور جراحی وغیرہ درجہ عروج پر پہنچے۔

جانوروں بالخصوص گھوڑوں کے علاج یعنی بیطاری پر بھی توجہ ہوئی۔ کارآمد کتابیں معرض تخریب میں آئیں۔

کیمیا | موجودہ کیمسٹری قدیم علم الکیمیا ہی کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ یہ علم ایک مدت سے مسلمانوں میں موجود تھا۔

ابتداء میں اس سے مقصود صرف یہ تھا کہ ادنیٰ معدنیات چاندی یا سونے میں بدل کر امیر ہوا جائے لہذا بعض فریب کار شعبہ بازوں نے جعلی سکتے چلائے اور لوگوں کی دولت ہتھیانے میں کامیابی حاصل کی لیکن ایسے اشخاص کی بھی کمی نہیں تھی جن کو فن کے ساتھ خلوص تھا۔ ان کی مسلسل کاوشوں سے معدنیات کے خواص پر روشنی پڑی۔ نئی دھاتیں اور کیمسٹری کے کئی مفید دریافت ہوئے۔

عباسی عہد میں جس مہنتی نے علم کیمیا میں لازوال شہرت پیدا کی وہ جابر بن حیان ہے۔ یہ صابئی یا مزدکی تھا۔ کئی علوم میں درجہ فضیلت رکھتا تھا لیکن علم کیمیا میں اسے بہت اختصاص تھا۔ اس نے کئی کیمیائی مرکبات دریافت کیے اور انہیں فنی استعمال میں لایا۔ مثلاً کپڑے کو واٹر پروف بنانا، فولاد کو زنگ سے بچانا، شیشہ کو رنگین کرنا وغیرہ اسی نے ایجاد کیا۔

جابر کے بعد ذوالنون مصری، ابو نصر فارابی، محمد بن زکریا رازی اور طغرانی کی تصنیفات بہت مشہور ہیں۔

میکینکس | عربی میں میکینکس MECHANICS کو
 علم التحریکات یا علم الجہاں کہتے ہیں۔ اس فن میں
 یونانی کتابوں سے ترجمہ کیا گیا۔ مسلمانوں نے اسے مزید فروغ
 دیا۔ عباسی عہد میں پنڈولم والی گھڑیاں ایجاد ہوئیں لیکن حال
 حال تھیں۔ قطب نامہ کے موجد بھی مسلمان ہیں۔

محمد، احمد اور حسن بن موسیٰ نے میکینکس کی طرف خصوصی
 توجہ دی یہ تیسری صدی ہجری میں تھے۔ انہوں نے نہ صرف
 رومی کتابوں کا ترجمہ کرایا بلکہ خود بھی کئی کتابیں لکھیں۔

ریاضی | دیگر علوم کی طرح ریاضی میں بھی مسلمان علماء کو کئی
 بنیادی امور میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔

قرآنی تعلیمات نے مسلمانوں میں گہرے مطالعہ اور تحقیقی تجزیہ
 کا ملک پیدا کر دیا تھا۔ علم ریاضی سے ان کا لگاؤ طبعی تھا۔ وراثت
 کے مسائل، زمینی بندوبست، عالمگیر مالیاتی نظام اور تعلیمی سرگرمیوں
 نے ریاضی کے کئی دقیق اور پیچیدہ مسائل پیدا کئے۔ مسلمانوں
 نے ان مسائل سے عمدہ برآ ہونے کی خاطر ریاضی میں
 کمال استعداد پیدا کر لی۔

مسلمان ارباب علم نے دیس دیس کا سفر کیا اور جگہ جگہ
 سے علم کا سرمایہ اکٹھا کیا۔ اس کی اصلاح و تصحیح کر کے نئے
 اضافہ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے
 بے شک غیر اقوام سے ریاضی کا سرمایہ لیا لیکن اس میں
 بند ہو کر نہیں رہے۔ اس میں اجتماعی کاوشیں کیں۔ حساب،
 جیومیٹری، الجبرا اور علم الہیئت میں وہ بنیادی انکشافات کیں جن
 کے بغیر یہ علوم بے بنیاد رہ جاتے۔

۱- حساب : ہندستان اور یونان میں علم الحساب خاصی ترقی یافتہ شکل میں تھا۔ مسلمان حساب دانوں نے ان دونوں ملکوں کے علم الحساب کو یکجا کیا۔ اسے ازسرنو مَدُون کیا، ترقی کی راہ پر لگایا اور نئی شان کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ عشریہ کے موجد مسلمان ہیں۔

۲- الجبرا :- اس کی ایجاد کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔ یہ نام اصل میں یہ **الْجَبْرُ وَالْمُقَابَلَةُ** ہے، مخفف ہو کر الجبرا بنا۔ الجبرا کے فن میں سب سے پہلی تصنیف ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ خوارزمی کی ہے۔ یہ مامون کا ہم عمر تھا اور اس کی خدمت سے وابستہ تھا۔ اس کی کتاب کا نام "الکتاب المختصر فی حساب الجبر والمقابلہ" ہے جو اس نے مامون کی فرمائش پر لکھی۔ یہ الجبرا پر دنیا کی پہلی کتاب ہے۔ آج سے چار صدی پیشتر تک یورپ کے مدارس میں شامل نصاب رہی۔ اس کی معرفت یورپ والے عشریہ کے استعمال سے روشناس ہوئے۔

خوارزمی نے الجبرا کے جو قواعد بنائے ان کی تائید وہ جا بجا جیومیٹری سے کرتا ہے۔ سب سے زیادہ توجہ وہ دراشت کے مسائل پر کرتا ہے جو اس تصنیف کا غالباً اصل سبب تھے۔

عمر خیام نے الجبرا میں نہایت دقیق قواعد وضع کیے۔ اس کو الجبرا میں آج بھی بین الاقوامی حیثیت حاصل ہے۔

۳۔ جیومیٹری :- عربی میں اسے جو مٹریا، ہندسہ یا اس کے بانی اقلیدس کے نام پر اقلیدس کہتے ہیں۔ اقلیدس ایک یونانی عالم تھا۔ اس کی کتاب سب سے پہلے منصور کے عہد میں ترجمہ ہوئی۔ اس کے کئی تراجم تھے جن میں حنین بن اسحاق (متوفی ۲۶۰ھ) ثابت بن قرہ صابئی (۲۸۷ھ) کا مشترکہ ترجمہ اور یوسف بن جاج () کا ترجمہ بہت مشہور ہیں۔

تعمیرات، زمینی پیمائش اور علم الہیئت کے سلسلہ میں جیومیٹری کی ضرورت پہلے سے بڑھ گئی۔ مسلمانوں نے اس پر کروی (SPHERICAL) جیومیٹری اور ٹرگنومیٹری (TRIGONOMETRY) کا اضافہ کیا۔ زاویوں وغیرہ کی پیمائش کے لئے نہایت عمدہ آلے ایجاد کیے۔ اس شعبہ علم کے ماہرین میں ابو عبد اللہ محمد بن جابر البطانی (۸۵۸ تا ۹۲۹) سرفہرست ہے۔ اس کے بعد ابو الوفاء (۹۱۰ تا ۹۹۸) نے کئی قواعد وضع کیے جو آج تک بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔

علم الہیئت | علم الہیئت کا وجود قدیم سے تھا لیکن اس وقت محض تاثیرات نجوم تک محدود تھا۔ اہل اسلام نے اسے جو نقش اور کمانت کے پھندے سے نکالا اور مطالعہ افلاک کی خدمت میں لگایا۔

عباسی دور میں علم الہیئت نے بہت فروغ پایا۔ رصد کا آلہ سب سے پہلے مامون کے عہد میں تیار ہوا اور ایک عالی

شان رصد گاہ بھی تعمیر ہوئی۔ تحقیقات کا دامن پھیلا۔ ستاروں کی گردش اور رفتار کا مطالعہ کیا گیا اور وقتاً فوقتاً نئی زنجیں (جنتریاں) تیار ہوئیں جو ماہ و سال کے اندازے کے لئے نہایت مفید تھیں۔

ابراہیم فنزاری (متوفی ۶۷۷ھ) پہلا شخص ہے جس نے اسطرلاب ایجاد کی۔ اس کا بیٹا محمد بھی ایک بلند پایہ ہدیت دان تھا۔

بطانی نے ثابت کیا کہ سورج کا مدار تغیر پذیر رہتا ہے۔ البیرونی (المتوفی ۴۳۰ھ) جو بیسیوں علوم میں فقید المثال مہارت رکھتا تھا علم الہدیت میں بھی صاحب کمال تھا۔ اس نے زمین کی گولائی کا جو حساب لگایا ہے وہ جدید ترین اندازہ کے قریب قریب ہے۔ وہ حرکتِ زمین کا قائل ہے۔ اس نظریہ سے یورپ کے علماء البیرونی سے پانچ سو برس بعد آشنا ہوئے۔

عمر خیام نے شمسی سال کا جو حساب لگایا وہ ۳۶۵ دن ۵ گھنٹے اور ۴۲ سیکنڈ ہے یعنی جدید اندازہ سے صرف ۴۸ سیکنڈ کم۔

جغرافیہ عربوں کو سیاحت کا بہت شوق تھا۔ تجارت کے سلسلہ میں بھی دور دور تک پہنچے۔ سویڈن سے لے کر چین تک کی دنیا چھان ڈالی۔ امریکہ میں بھی ان کے آباد ہونے کے ثبوت فراہم ہیں۔ جہاں پیمائی کے اس جذبہ نے ان میں جغرافیہ کی لگن پیدا کی۔ اس علم سے اعتناء کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ ڈاک کے محکمہ (برید) کے افسروں کو مملکت کے علاقوں، مقاموں اور رستوں سے واقف ہونا بہت ضروری تھا۔ ان کی معلومات نے مرتب ہو کر جغرافیہ کی صورت اختیار کرنی

شروع کی۔ مشہور جغرافیہ دان ابن خردادزبہ محکمہ برید کا
افسرا علی تھا۔

جغرافیہ دانوں میں خوارزمی سرفہرست نظر آتا ہے۔ اس
نے صورت الارض کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی۔ اس
کے بعد ابن خردادزبہ کی کتاب المسانک والممالک بہت ممتاز
ہے۔ ان کے بعد مسعودی کا نام آتا ہے جو ایک نامور مؤرخ
اور سیاح تھا، البیہقی، اصطخری، ابن حوقل، المقدسی اور البیرونی
وغیرہ نے بھی دنیا کی سیاحت کی اور قابل قدر کتابیں تحریر
کر گئے۔

فکری تحریکات

علم الکلام | اسلام کے مسلمہ عقائد کے ثبوت کے لئے دلائل لانے اور ان میں بحث کرنے کو الکلام کہتے ہیں۔ انگریزی میں آج کل اس کے لئے APOLOGETICS کا لفظ رائج ہے۔ فلسفہ اور علم الکلام کی حدیں بعد میں مل گئیں۔ لیکن ان میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ علم الکلام ایک سادہ سا فن ہے جو شریعت کے مسلمہ عقائد کے ثبوت کی سعی کرتا ہے۔ اس کے برعکس فلسفہ کا میدان نہایت وسیع ہے۔ اس کے لئے مسلمہ اصول نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ نئے حقائق کی تلاش میں رہتا ہے۔ علم الکلام کا آغاز اموی دور میں ہو گیا تھا لیکن

اسے فن کی صورت میں معتزلہ نے عباسی دور میں پیش کیا۔ شروع میں اسلامی عقائد میں بہن میکہ نہیں نکالی جاتی تھی اور بغیر کسی دلائل بازی کے ان پر ایمان لانا کافی سمجھا جاتا تھا۔ لیکن جب فتوحات اسلام کا دائرہ پھیلا اور غیر عرب اقوام سے سابقہ پڑا تو دیگر مذاہب سے متاثر ہو کر بعض تعلیم یافتہ اصحاب نے عقائد اسلام کی تبثیت کے لئے عقلی دلائل کی جستجو شروع کر دی۔ اہل سنت والجماعت نے شروع میں اس طریق تبلیغ کو پسند نہ کیا۔ انہوں نے قرآن و حدیث کی ہدایت ہی کو بہت کافی جانا اس لئے ابتداء میں علم الکلام کے شیدائیوں کے گروہ الگ نظر آتے تھے۔ یہ لوگ عقلیت پرست تھے۔ انہوں نے عقائد کے سلسلہ میں بعض ایسے خیالات کا اظہار کیا جو نہایت انوکھے تھے اور اہل سنت والجماعت کے مسلہ عقائد سے بیگانہ۔ علم الکلام کے سلسلہ میں کئی گروہ اٹھے جن میں — مندرجہ ذیل بہت ممتاز ہوئے۔

۱۔ جبریت :- اس فرقہ کا ظہور اموی دور میں ہوا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ انسان اپنے افعال میں مجبور محض ہے۔ اس کو اپنے پر کوئی اختیار حاصل نہیں۔ سب افعال اللہ تعالیٰ کی طرف سے صادر ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ذی مرتبہ اصحاب موجود تھے انہوں نے اس نظریہ کو بہت بُرا مانا۔ اس نظریہ کا بانی جعد بن درہم نظر آتا ہے جو ایرانی تھا۔

کوفہ کے حاکم خالد تسری نے جعد بن درہم کو ایک عید قربان کے موقع پر ذبح کر دیا۔ یہ ہشام کا عہد تھا

(ابن اثیر) جعد کے شاگرد جہم بن صفوان نے اس کے خیالات کی پرداخت کی۔ جہم بھی ۱۲۸ ہجری میں مارا گیا۔ جہم کے پیرو جہمیہ یا جبریتہ کہلاتے ہیں۔ اموی حکومت نے جبری عقائد کو مٹانے کی پوری سعی کی لیکن ان کی مکمل یخ کنی نہ ہو سکی۔ جبریتہ نے تقدیر کے بارہ میں ہی الگ نظریہ ایجاد نہیں کیا بلکہ جمہور امت کے خلاف یہ نظریہ بھی چلایا کہ اللہ تعالیٰ صفات سے منزہ ہے۔ وہ ذات کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس کی ذات کے علاوہ جو کچھ ہے مخلوق ہے۔ وہ بول نہیں سکتا کیونکہ بولنا صفت ہے اور اللہ کی کوئی صفت نہیں لہذا قرآن حکیم مخلوق ہے۔

قرآن حکیم کو مخلوق ماننے کا عقیدہ سب سے پہلے جعد بن ورم نے وضع کیا۔ (ابن اثیر عمد ہشام) اس عقیدہ کو بعد میں ایک نئے کلامی گروہ یعنی معتزلہ نے اپنے عقائد کی جان بنا لیا۔

۲۔ معتزلہ :- اس گروہ کا بانی واصل بن عطا تھا۔ یہ شخص ۱۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۲۳۱ھ میں وفات پائی۔ نہایت عالم و فاضل اور بلند پایہ ادیب تھا۔ حسن بصری کا شاگرد تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حسن بصری کی مجلس درس میں آکر سوال کیا کہ گناہ کبیرہ کرنے والے مومن کی عاقبت کے بارہ میں آپ کا خیال ہے۔ حسن ابھی جواب نہیں دینے پائے تھے کہ واصل بول اٹھا، میرا خیال ہے کہ وہ ایمان اور کفر کی منزلوں کے وسط میں ہے۔ یہ ایک نرالا نظریہ تھا جو حسن بصری کے عقائد سے

مختلف تھا اس لئے واصل اپنی جماعت کو لے کر مسجد میں
 ایک الگ جگہ جا بیٹھا۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا: -
 اِغْتَزَلَ عَنَّا وَاصِلٌ (واصل ہم سے الگ ہو گیا) اس گروہ کا
 نام معتزلہ (الگ ہونے والا) پڑا۔ اسی گروہ میں عمرو بن عبید
 بھی تھا جو معتزلہ کے قائدین میں شمار ہوتا ہے۔ اس نے
 ۱۲۲ھ میں وفات پائی۔

معتزلہ نفی صفات اور قرآن کو مخلوق کہنے میں توجہیہ
 کے ہم نوا تھے لیکن تقدیر کے مسئلہ میں ان کے مخالف
 تھے اور انسان کو اپنے اعمال پر قادر مانتے تھے۔ اس لئے
 معتزلہ کو قدریہ بھی کہا جاتا تھا۔ جبریہ اور قدریہ دونوں کا
 رستہ اہل سنت والجماعت سے جو جبر اور قدر کے درمیان
 اعتدال کا مسلک رکھتے ہیں الگ ہے۔

کلامی فرقوں میں سب سے زیادہ شہرت پانے والے
 معتزلہ ہیں۔ ان کے عقائد مختصراً حسب ذیل تھے:-
 (۱) اللہ تعالیٰ صفات سے منزہ ہے۔ نہ اس کی کوئی
 صفت تھی اور نہ ہے۔ اگر ہم اس کی صفات کو اس کی
 ذات سے جدا گانہ تصور کریں تو گویا ہم کئی خداؤں کو
 تسلیم کریں گے حالانکہ یہ توحید کے خلاف ہے۔ معتزلہ
 اس اصول کو توحید کے نام سے یاد کرتے تھے۔

(۲) اللہ تعالیٰ عدل کرتا ہے وہ اعمال کا بدلہ ترازو کے
 تول پورا پورا دے گا۔ کبیرہ گناہوں کو نہیں بخشے گا اور
 نہ کسی پر ظلم کرے گا۔

اس اصول کو وہ عدل کہتے تھے اور ان دونوں اصولوں کے

پیش نظر اپنے کو اہل العدل والتوحید کہتے تھے۔
 (۳) انسان اپنے اعمال کا مختارِ کل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا
 تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزا و سزا دینے کا سوال پیدا
 نہ ہوتا۔

(۴) قرآن مخلوق ہے، قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔
 کلام، اللہ کی صفت نہیں بلکہ اس کی تخلیق ہے۔ جو آدمی
 قرآن کو مخلوق نہیں مانتا وہ کافر ہے۔
 معتزلہ نے اموی دور میں اپنے خیالات کی اشاعت
 شروع کی۔ اموی بادشاہ یزید ناقص معتزلی تھا۔ عمرو بن عبید
 اس کا داعی تھا۔ عمرو بن عبید نے ولید ثانی کے خلاف
 اس کی بہت مدد کی تھی۔

عمرو بن عبید نے ۱۲۲ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے
 بعد اعتزال کا چرچا ایک حد تک ختم گیا۔ ہارون الرشید تک
 کے عباسی خلفاء معتزلہ کے خلاف تھے۔ ہارون نے بشر بن
 فیث مرسی (وفات ۲۱۸) کو جو ان دنوں معتزلہ کا پیشوا تھا
 قتل کرنا چاہا لیکن وہ روپوش ہو گیا۔ بشر تقدیر کے معاملہ
 میں بجائے قدر کے ارچاء کا قائل تھا۔ علم الکلام میں ارچاء
 کے معنی ہیں محبت کے لئے زیادہ بھروسا بجائے عمل کے ایمان
 پر رکھنا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ شمس و قمر کو سجدہ کرنا کفر
 نہیں، محض کفر کی علامت ہے۔ مامون کے عہد میں معتزلہ نے
 خوب پروبال نکالے۔ اسی عہد میں واصل بن عطا کا شاگرد
 ابو المنذیل علاف (وفات ۲۲۲) بھی خوب چمکا۔ یہ کئی کتابوں
 کا مصنف تھا۔

عباسی ایام میں عقائد میں بہت تحقیق شروع ہوئی۔ یحییٰ برمکی اس مقصد کے لئے علمی مجلسیں برپا کرتا اور علماء کے مناظرے کراتا تھا۔ ان میں ہر مذہب و عقیدہ کے علماء حصہ لیتے تھے۔ مامون کے دربار میں بھی مناظرات کی بزم سچی۔ ان کے دوران میں مامون پر معتزلہ کا جادو سوار ہو گیا۔ وہ پہلے ہی عقلیت پرست تھا۔ معتزلہ کی عقلی موشگافیوں سے مسحور ہو کر رہ گیا۔ اس نے ایک معتزلی پیشوا احمد بن ابی دواد کو اپنا وزیر بنا لیا۔

اعتزال کی گرم بازاری کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ دولت عباسیہ میں جب یونان و فارس کے علمی ذخیرے عربی زبان میں آئے اور سب قوموں کو مذہبی مباحثات و مناظرات کو عام آزادی مل گئی تو اسلام کو ایک بڑے خطرے کا سامنا پیش آیا۔ پارسی، عیسائی، یہود، زنادقہ، ہر طرف اٹھ کھڑے ہوئے اور فتوحات اسلام کے آغاز میں ان کو جو صدمہ اسلام کی تلوار سے پہنچا تھا اس کا انتقام قلم سے لینا چاہا۔ عقائد و مسائل اسلام پر اس آزادی اور بے باکی سے نکتہ چینیاں کیں کہ ضعیف العقیدہ مسلمانوں کے اعتقاد متزلزل ہو گئے۔ (الکلام شبلی) مامون نے خیال کیا کہ اس خطرے کا مقابلہ صرف معتزلہ کے زور سے ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان کا گرویدہ ہو گیا۔ مامون نے اس عقیدہ کو کہ قرآن مخلوق ہے بزورِ شمشیر راج کرنا چاہا۔ علمائے حق پر مہاشب کے پہاڑ توڑے۔ امام احمد ایسی ہستیوں کو پابند سلاسل کیا گیا اور کوڑے مارے گئے۔ مامون نے جو کسر چھوڑی تھی وہ اس کے جانشین معتصم

نے پوری کی۔ خلیفہ واثق کے عہد میں بھی اعتزال کی ظالمانہ اشاعت جاری رہی۔ متوکل خلیفہ ہوا تو قمر کا یہ سلسلہ ختم ہوا۔ وہ اہل سنت و الجماعت سے تھا۔ اس نے معتزلہ کا تسلط اٹھایا۔ اس کے بعد اس گروہ کو جس نے عقل کے نام پر عقل کا گلا گھونٹ ڈالا تھا پھر اتنا زور نصیب نہ ہوا۔ اس کی تعداد گھٹتی گئی۔ عباسی دور کے اواخر میں اس کا نشان بہت کم نظر آتا ہے۔ اشعریہ اور تردیدیہ نے ان کے رہے سے وجود کو بھی ختم کر دیا۔

معتزلہ کئی گروہوں میں بٹے۔ بقول علامہ شبلی جس کے موند سے جو بات نکلی وہ مذہب بن گئی۔ ان کے بعض نظریات بہت مزے کے تھے مثلاً اللہ تعالیٰ عقل مند اور عالم شخص پر ظلم نہیں کر سکتا لیکن پاگل پر ظلم کر سکتا ہے۔ ان کا ایک گروہ تناسخ کا قائل تھا۔ ان میں نظریاتی اختلاف بہت تھا لیکن خلقِ قرآن کے مسئلہ میں متحد تھے۔ ان میں بعض بلند پایہ علماء بھی پیدا ہوئے جو اپنے عقائد سے قطع نظر اہل سنت و الجماعت میں بھی احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں جن میں زرخشری (وفات ۵۳۸ھ) کی تفسیر کشاف بہت مشہور ہے۔

۳۔ اشعریہ :- اہل سنت و الجماعت نے ایک مدت تک علم الکلام سے واسطہ نہ رکھا۔ لیکن آخر انھیں بھی اس سلسلہ کو اٹھانا پڑا۔ اس کی ابتداء ابوالحسن اشعری (۲۴۰-۳۳۰) نے کی۔

ملہ الملل والنحل شہرستانی ص ۸۳ ذکر فرقہ افا بطیبہ ص ۳۵ ذکر اسکافیہ۔

وہ شافعی المذہب تھے۔ اشعری نے شافعی نقطہ نظر سے عقائد میں بحث کی۔ آپ ابو علی جبائی کے شاگرد تھے جو معتزلہ کا ایک ممتاز امام تھا۔ اشعری بعد میں معتزلہ کے خلاف ہو گئے اور اہل سنت و الجماعت کے عقائد اختیار کیے۔ آپ کا مکتب فکر اشعریہ کہلاتا ہے۔ اشعریہ اور معتزلہ میں بہت معرکے ہوئے۔

اشاعرہ میں باقلانی (وفات ۴۰۳) اسفرائینی، قشیری اور امام الحرمین جوینی سرفہرست ہیں۔ اشعری علماء نے متعدد تصانیف لکھیں۔

اشعریہ عقل کی بے قید جولانی کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جسے شریعت نے خوب کہا ہے وہ خوب ہے اور جسے بیچ کہا ہے وہ بیچ ہے۔ امام اشعری کو حنفیہ کے ہاں بھی برابر کی مقبولیت حاصل ہے۔

۴۔ ماتریدیہ: یہ مکتب کلام ابو منصور ماتریدی (وفات ۳۲۰ھ) کے نام سے منسوب ہے۔

امام ماتریدی کو حنفیہ میں وہی رتبہ حاصل ہے جو اشعری کو شافعیہ کے ہاں۔ انھوں نے حنفی عقائد کی وکالت کی ہے۔ فروع میں امام اشعری سے اختلاف ہے لیکن اصول میں ان سے متفق ہیں۔

۵۔ مرجئہ: ان کے کئی گروہ تھے جن میں قدر مشترک یہ

۱۔ ماتریدی سمرقند کے ایک محلہ کا نام ہے۔

نظریہ تھا کہ ایمان اور عمل الگ الگ ہیں اور ایمان کا درجہ عمل سے پہلے ہے۔ جو لوگ خالص مَرَجِبٌ ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر ایمان خالص اور یقین صادق ہو اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہو تو ترکِ اطاعت پر اللہ تعالیٰ سزا نہیں دے گا۔

فلسفہ | فارس اور روم میں فلسفہ کی بہت گرم بازاری تھی۔ اہل اسلام نے ابتداء میں اس سے پرہیز کی لیکن بعض اذہان اس سے غیر محسوس طور پر متاثر ہونے لگے۔ شروع میں صرف علم الکلام کا رواج ہوا لیکن یہ فن بھی فلسفہ کی آمیزش سے مبرا نہ تھا، تاہم ایک مدت تک فلسفہ اہل اسلام میں غیر مقبول رہا۔ چنانچہ جیسے جند فلسفہ دانوں نے چوتھی صدی ہجری میں فلسفہ کی روح سے مذہب کو زندہ کرنا چاہا تو نہایت خفیہ طور سے کام کیا۔ انہوں نے فلسفہ میں پچاس رسالے لکھ کر ان کی اشاعت کی لیکن اپنے نام پوشیدہ رکھے۔ ان میں سے بہت کم اصحاب کے نام معلوم ہو سکے۔ یہ لوگ **اخوان الصفا** (صفائی والے) کہلاتے ہیں۔ ان کا مرکز بصرہ میں تھا۔ اسماعیلیہ کا دعوے ہے کہ ان رسائل کے مصنف امام احمد بن عبد اللہ بن محمد مکتوم تھے۔

فلسفہ کو بہت انتظار کے بعد اہل اسلام کی ہرزم علم میں بار حاصل ہوا۔ جن اصحاب نے اس فن پر توجہ کی ان کے سامنے صرف دینی خدمت تھی۔ وہ فلسفہ زدہ اقوام کے خلاف فلسفہ کا محاذ قائم کر کے ان کو مناظرہ کے میدان میں شکست دینا چاہتے تھے۔

فلسفہ کی حیثیت قرآن و حدیث کے سامنے ہمیشہ ثانوی رہی ہے۔ تاہم ایسے فلسفہ دان اٹھے جن کا مرتبہ یورپ میں

بھی تسلیم کیا گیا۔ لیکن خالص فلسفہ کو چونکہ اسلام میں کوئی جواز حاصل نہیں اس لئے مسلمان علمائے فلسفہ کی تعداد کم ہے۔ ان میں مندرجہ ذیل علماء کو امتیاز حاصل ہے :-

کنندی () : عربی نثراد تھا۔ اسلامی فلسفہ کا بانی ہے۔ اس کو فیلسوف العرب کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے افکار نہایت سادہ ہیں۔

فارابی () : ترک تھا۔ کئی علوم کا جامع تھا۔ اس نے کچھ سیاسی نظریات بھی پیش کیے۔

ابن مسکویہ () : فلسفہ اخلاق کا بانی ہے۔

ابن سینا () : ایرانی تھا۔ اس کی کتابوں میں اشفا اشارات اور تنبیہات بہت مشہور ہیں۔ مغربی فلسفہ کے مقابل مشرقی فلسفہ کی برتری دکھانے کے لئے اس نے ایک کتاب لکھی جس کا نام انصاف تھا۔ اس کا ذہن نہایت صاف تھا۔ اس نے فلسفہ کے کئی پوشیدہ گوشے بے نقاب کئے۔ اسے فلسفہ میں معلم ثانی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

امام غزالی : شروع میں فلسفہ کے بہت حامی تھے۔ بعد میں اس کے خلاف ہو گئے اور تہافت الفلاسفہ نام ایک کتاب لکھی۔

ابن رشد : سپین کا باشندہ تھا۔ یورپ میں فلسفہ کا امام سمجھا جاتا ہے۔ اس کی تالیفات کے کئی ترجمے ہوئے۔ اس نے امام غزالی کی تہافت الفلاسفہ کے رد میں تہافت الفلاسفہ لکھی۔ ابوبکر محمد بن زکریا رازی () فلسفہ کی فوقیت کا بہت قائل ہے لیکن چونکہ طبعی علوم میں بہت مہارت رکھتا

تھا اس لئے اس کی فکری پرواز تجرباتی حقائق سے آزاد نہیں۔

تصوف

تصوف کے متعلق قطعیت سے بتانا مشکل ہے کہ اس کی ابتداء کب ہوئی۔ بہر حال صوفیہ کا وجود دوسری صدی ہجری میں ملتا ہے۔ ان کا ایک خاص فلسفہ حیات تھا۔ واردات قلب ان کی فکر کا خاص محور تھے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور موجودات سے اس کے ربط اور فنا و بقا کے بارہ میں انہوں نے بہت غور و خوض کیا ہے۔

صوفیہ میں دو گروہ صاف نظر آتے ہیں۔ ایک تو وہ معتدل مزاج لوگ تھے جن کا مقصد یہ تھا کہ اپنی اسلام دنیا کی رنگینیوں میں کھونہ جائیں۔ لیکن ایک گروہ غالی صوفیہ کا بھی تھا جن کے خلاف علاقے شریعت بالخصوص حنا بل نے بہت سختی سے قدم اٹھایا۔ ابتدائی صوفیہ میں حضرت رابعہ بصریہ (وفات ۱۳۵ھ) ابراہیم بن ادہم (۱۶۲ھ) حسن بصری، بشرحانی (۲۲۷ھ) اور ذوالنون مہری بہت مشہور ہیں۔ حضرت عبد القادر جیلانی نے تصوف پر بلا زوال شہرت پائی ہے۔

صوفیہ نے کئی کتابیں تحریر کیں جن میں تفاسیر بھی شامل تھیں۔ امام غزالی نے تصوف کو علمی انضباط کے ساتھ پیش کیا۔

مذہبی فرقے

اہل سنت والجماعت | اس گروہ کو اکثریت حاصل تھی۔
 اہل سنت والجماعت سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو تعظیم و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔
 اور ان کے متفقہ فیصلوں (اجماع) کو دین میں قرآن و حدیث کے بعد حجت مانتے ہیں۔ ان کے ہاں جماعتی وحدت کو بہت اہمیت حاصل ہے اور اکثریت کے فیصلہ کو بشرطیکہ قرآن، سنت اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے مخالف نہ ہو، قابل پیروی سمجھتے ہیں۔
 اہل سنت والجماعت میں چار اہم فقہی گروہ ہیں۔ بدعتیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ۔ ان کے اختلافات صرف فرعی ہیں۔

اصولاً سب متحد ہیں۔ بنو عباس اہل سنت و الجماعت سے تھے۔
خوارج | جنگِ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے
 ایک گروہ خارج ہوا اور باغی بن بیٹھا۔ انھوں نے
 عجیب و غریب عقائد کا اظہار کیا۔ یہ لوگ خوارج کہلائے۔
 انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی جس میں ان کی ایک
 کثیر تعداد کام آئی، لیکن ان کے عقائد نہ مٹے۔ اموی دور میں
 آٹے دن نئے زوروں کے ساتھ اٹھتے رہے۔ حکومت کے
 خلاف ان کی سرگرمیاں بھی ماند نہ ہوئیں۔ انھوں نے چند
 مقامات میں عارضی حکومتیں بھی قائم کر لیں۔ عباسی دور میں ان کا
 زور بہت گھٹ گیا تاہم ایک عرصہ تک ان کی ایک خاصی تعداد
 موجود رہی۔

خوارج نہایت زہد پسند اور عبادت گزار ہوتے تھے۔ لیکن
 از بس تنگ نظر اور تنگ دل تھے۔ ایمان، کفر اور شرک کے
 معانی میں بہت غور و خوض کرتے تھے۔ ان معانی کی تعین میں
 خود ان کے درمیان بھی بہت اختلافات ہوئے جن کے سبب
 ان کی کئی شاخیں بن گئیں مثلاً ازرقہ، نجدات، بہیشیہ،
 عماردہ، اباضیہ، یزیدیہ، صفریہ وغیرہ۔
 خوارج گناہِ کبیرہ کے مرتکب کو مشرک کہتے تھے، لہذا
 جس شخص کا کوئی فعل ان کی نگاہ میں خلافِ اسلام ہوتا اسے
 مشرک گردان کر فوراً اس کے قتل کے درپے ہو جاتے تھے۔
 حد یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی بعض
 غلطیاں منسوب کر کے ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیتے تھے۔
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل ایک خارجی ہی تھا۔

خوارج کی زیادہ تاکید خوبی اعمال پر ہوتی تھی۔ اس لئے ان کا عقیدہ تھا کہ اصولاً امام وقت کی ضرورت ہی نہیں۔ عوام کو چاہیے کہ حسن سلوک سے رہیں اور اپنے قضیے خود طے کر لیں۔ اگر امام کا ہونا لابدی ہی ہو تو اس کے لئے قرشیت شرط نہیں، وہ کسی قوم سے بھی منتخب ہو سکتا ہے۔ جب تک امام درست رہے اس کا ساتھ دینا لازمی ہے۔ وہ اپنی سیرت بدل ڈالے تو اس کو معزول یا قتل کر دینا چاہیے۔

خوارج جس شخص کے درپے ہوتے پہلے اسے توبہ کرنے کو کہتے تھے۔ وہ توبہ کر لیتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ اگر بعد میں خیال ہوتا کہ یہ توبہ غلط تھی تو اس توبہ سے بھی توبہ کراتے تھے اور خود بھی توبہ کرتے تھے۔ ان کی نگاہ میں مخالفین کے معصوم بچوں کا قتل بھی جائز تھا۔

شیعہ شیعہ کے لفظی معنی گروہ یا جماعت کے ہیں۔ اصطلاح میں شیعہ سے مراد وہ اصحاب ہیں جن

کا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے حق دار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد ان کی اولاد۔ شیعہ کے کئی گروہ ہوئے جن میں زیدیہ، اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ بہت مشہور ہیں۔ اہل بیت عباسی حکومت کے قیام کے سلسلہ میں ہاشمیہ کو بھی اہمیت حاصل ہے۔

شیعہ میں مندرجہ ذیل گروہ بہت اہم ہیں۔
۱۔ ہاشمیہ: یہ لوگ ابو ہاشم بن محمد بن ابیحنیفہ کے پیرو ہیں

۲۔ خوارج کے عنوان کے لئے دیکھو الملل والنحل شہرستانی۔

حضرت علیؑ کے فرزند محمد بن الحنفیہ کو امام مانتے ہیں اور ان کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم عبد اللہ کی امامت کے قائل ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ کا عقیدہ تھا کہ ابو ہاشم عبد اللہ نے امامت محمد بن علی بانی تحریک عباسیہ کو منتقل کی۔ ان لوگوں نے عباسی تحریک کے قیام میں بہت مدد دی۔

۲۔ زیدیہ :- یہ لوگ حضرت زید بن زین العابدین علیؑ کی امامت کے معتقد ہیں۔ ان کے عقیدہ کے اہم اجزاء یہ ہیں :-
 (۱) ہر فاطمی جو عالم، زاہد، شجاع اور سخی ہو امام ہو سکتا ہے۔ چاہے وہ حضرت حسنؑ کی اولاد سے ہو یا حضرت حسینؑ کی۔

(۲) حضرت علیؑ افضل صحابہ تھے لیکن حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت درست تھی کیونکہ اس میں امت کی فلاح تھی۔

(۳) حضرت یحییٰ بن زید کے بعد جنھوں نے ولید ثانی کے عہد میں شہادت پائی۔ ان کا منصب امام محمد اور امام ابراہیم کو تفویض ہوا۔ مؤخر الذکر اصحاب منصوبہ کے مقابلہ میں اٹھے اور شہادت پا گئے۔

طبرستان میں جو علوی حکومت قائم ہوئی وہ زیدیہ کی تھی۔ بنو بویہ بھی زیدی شیعوں تھے۔

۳۔ اثنا عشریہ :- اس وقت اہل تشیع میں اکثریت اثنا عشریہ

سلسلہ الملل والنحل شہرستانی۔ سلسلہ شہرستانی۔

کی ہے۔ ان کے نقطہ نظر کی رو سے امامت نبوت کی طرح منصب الہی ہے۔ جس طرح خداوند عالم اپنے اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے نبوت و رسالت کے جلیل القدر عہدہ کے لئے منتخب کرتا ہے، اسی طرح امامت کے معاملہ میں بھی کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ رب العزت خود نبی کو حکم دیتا ہے کہ وہ شخص منتخب کی امامت کا اعلان کر دے۔ پیغمبرؐ حسب الحکم فی الرض شریعت کی تکمیل کے لئے نص کے ذریعے اس چینی ہوئی ہستی کو خلق کا پیشوا بنا دیتا ہے۔ نبی اور امام میں فرق صرف یہ ہے کہ نبی پر وحی نازل ہوتی ہے اور امام خصوصی توفیق کے ساتھ رسولؐ سے احکام حاصل کرتا ہے۔ اثناعشریہ کا عقیدہ ہے کہ امامت کا حق حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا تھا۔ ان میں بارہ امام کیے بعد دیگرے صریح نص سے مامور ہوتے رہے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت علیؑ (متوفی ۴۰ھ)

۲۔ حضرت حسنؑ بن علیؑ (۳۔ ۴۹ھ)

۳۔ حضرت حسینؑ بن علیؑ (۴۰ تا ۶۱ھ)

۴۔ حضرت زین العابدینؑ علی بن حسینؑ (۳۸ تا ۹۲ یا ۹۴ھ)

۵۔ حضرت محمد باقرؑ بن علیؑ (۵۰ تا ۱۱۴ھ)

۶۔ حضرت جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ (۶۴ تا ۱۴۸ھ)

۷۔ اصل و اصول شیعہ (اہل بیت) از حجۃ الاسلام محمد حسین

$\frac{۱۸۲}{۱۸۶}$ $\frac{۱۲۸}{۱۲۹}$

- ۷۔ حضرت موسیٰ کاظم بن جعفر صادق
 ۸۔ حضرت علی الرضا (متوفی ۲۰۳ھ)
 ۹۔ حضرت محمد المتقی (متوفی ۲۲۰ھ)
 ۱۰۔ حضرت علی النقی بن محمد متوفی ۲۵۲ھ
 ۱۱۔ حضرت حسن العسكري الزکی (متوفی ۲۶۰ھ)
 ۱۲۔ حضرت محمد المہدی المنتظر

آخری امام حضرت محمد المہدی کے بارہ میں اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے کہ آپ دنیا کی نگاہوں سے غائب ہو گئے ہیں لیکن زعمہ ہیں اور قیامت کے نزدیک ظہور فرمائیں گے، ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کی اصلاح کر کے اسے عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

اثنا عشریہ غالی گروہوں مثلاً خطابیہ اور غرابیہ وغیرہ کو ملحد قرار دیتے ہیں۔
 عباہ کسی نیم مختار سلطنتیں شیعہ تھیں۔

۲۔ اثناعشریہ میں مختلف گروہ بالعموم ائمہ کرام
 آٹھ سے اٹھنے۔ امام جعفر صادق

ظہور میں آیا جس سے
 ہے کہ امام
 موسیٰ کاظم
 ساجیل

۳۔ اثنا عشریہ
 ۱۲۔ ۱۱۔ ۱۰۔ ۹۔ ۸۔ ۷۔ ۶۔ ۵۔ ۴۔ ۳۔ ۲۔ ۱۔

۳۔ الملل والنحل شہرستانی۔ ۲۔ شہرستانی۔

سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بداء محال ہے یعنی وہ اپنے فیصلہ کو نہیں پلٹتا۔ امام اسماعیل کے بعد ان کے فرزند محمد امام ہوئے۔ یہ فرقہ امام اسماعیل کی نسبت سے اسماعیلیہ کہلایا۔ اس گروہ کو سبعیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ ابتداء ^{۱۰} میں ان کا عقیدہ تھا کہ سات مستور اور سات ظاہر اماموں کا باری باری دور ہوتا ہے۔ اسماعیلیہ کا ایک اور نام باطنیہ بھی ہے کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے۔ اور ہر تنزیل کی ایک تاویل ہے۔ ان کے باطنیہ کہلانے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اپنے بعض نظریات، چند کتب اور کچھ واقعات کے بارہ میں بہت محتاط رہے اور انھیں عوام سے پوشیدہ رکھا۔

امام محمد بن اسماعیل نے اپنی دعوت کا آغاز خفیہ تنظیم سے کیا۔ آپ دعوت کے سلسلہ میں ہمیشہ پابہ کاب رہے۔ آپ کی زندگی کے انجام کے بارہ میں کوئی خبر نہیں ملتی۔ اس لئے آپ کو امام مکتوم یا مستور (پوشیدہ) کہا جاتا ہے۔ آپ کے ساتھ آئمہ مستور کا پہلا دور شروع ہوتا ہے۔ اسماعیلی عقیدہ کی رو سے ہر مستور امام کا حجت (دلیل) ہوتا ہے جو عوام اور امام مستور کے درمیان واسطہ کا کام دیتا ہے اور تبلیغ کو جاری رکھتا ہے۔ امام محمد کے حجت

۱۔ سروے آف اسماعیلیزم ص ۶۳
 ۲۔ شہرستانی ص ۶ سروے آف اسماعیلیزم
 ۳۔ عبید اللہ المدنی از حسن ابراہیم۔ سروے آف اسماعیلیزم ص ۶۳

میمون القدرح تھے جو سلمان فارسی کی پانچویں پشت سے تھے۔
 امام محمد کے بیٹے عبد اللہ کی جان بنو عباس کی طرف سے بہت
 خطرہ میں تھی اس لئے ان کو بچانے کے لئے کئی داعی مقرر
 تھے جن کو حاجب کہا جاتا تھا۔ یہ سب عبد اللہ کہلاتے تھے
 انہی میں عبد اللہ بن محمد کے حجت عبد اللہ بن میمون بھی تھے
 رجس غلطی سے اسماعیلیت کا بانی کہا جاتا ہے۔ امام عبد اللہ
 نے سلمیہ میں ٹھکانا کیا۔ یہ ان کا دارالہجرت اور مرکز دعوت
 تھا۔ امام عبد اللہ کے بیٹے احمد کے عہد میں دعوت خوب پھیلی۔
 عباسی حکومت رُو بہ زوال تھی۔ اسماعیلیت کو برگ و بار
 لانے کا خوب موقع ملا۔ یمن میں ابن حوشب داعی نے خوب
 قدم جمائے۔ سندھ میں اسماعیلیت کی ایک مضبوط حکومت
 قائم ہوئی اور افریقیہ میں بھی اسے قبول حاصل ہوا۔
 عبد اللہ بن میمون کے پوتے عبید اللہ بن حسین کچھ
 مدت امام حسین بن احمد کے حجت رہے۔ بعد میں ان کے
 بیٹے علی اور پھر ان کے پوتے ابوالقاسم محمد کے حجت ہوئے
 یہ عبید اللہ بن حسین جو المہدی کے نام سے مشہور ہیں۔
 افریقیہ میں فاطمی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔
 عبید اللہ المہدی اگرچہ فاطمی حکومت کے بانی تھے مگر خود
 فاطمی نہ تھے اس لئے ایک بڑی غلط فہمی پیدا ہوئی اور
 بنو فاطمہ کے مخالفین نے مشہور کر دیا کہ یہ خاندان عبد اللہ بن میمون القدرح
 کی اولاد سے ہے۔ عبید اللہ المہدی کے بعد امام ابو القاسم محمد

۱۰ عبید اللہ المہدی از حسن ابراہیم۔ سروے آف اسماعیلیزم ص ۹۔

نے القائم بامر اللہ کے لقب سے حکومت سنبھالی۔ آپ صحیح النسب فاطمی تھے بلکہ

فاطمی خلیفہ مستنصر باللہ (۴۲۷-۴۸۷) نے ایک نہایت ہوشیار اور باتدبیر شخص حسن بن صباح کو داعی مامور کر کے ایران کے شمال میں ازندجان کے پہاڑوں میں تبلیغ کے لئے بھیجا۔ حسن بن صباح نے سوہم ہجری میں الموت کے قلعے سے اپنی تحریک کو نہایت کامیابی سے چلایا۔

حسن بن صباح کے پیروکار بہت سرفروش تھے۔ اس نے ان کے مدارج مقرر کیے تھے جن میں سب سے بڑا درجہ فدائی کا ہوتا تھا بلکہ ماہر اسماعیلیات مسر آئی ونو کو اس سے انکار ہے۔ اس کا خیال ہے کہ چونکہ اسماعیلیت میں اطاعت امام پر بہت زور دیا جاتا ہے اس لئے حسن بن صباح کے مرید کسی قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ اگر ان میں سے کسی نے قتل کیا یا دہشت پھیلانی تو اصول دعوت کے سبب سے نہیں تھا بلکہ یہ فدائی کا ذاتی فعل ہوتا

ہے ہم نے مندرجہ بالا بیان میں حسن ابراہیم کی تصنیف عبید اللہ الحمیدی پر انحصار کیا ہے۔ آئی ونو نے بریف سروے آف اسماعیلیزم اور انٹرفاٹ فاطمندی میں عبید اللہ الحمیدی کو فاطمی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن اس کوشش میں ناکام رہا ہے۔ وہ خود اس حیرت میں کھو جاتا ہے کہ حمیدی کی مذہبی حیثیت اپنے بیٹے ابوالقاسم سے کیوں کم تر تھی اور اس سے بڑے بڑے داعیوں نے کیوں بغاوت کی۔ حسن ابراہیم نے اسماعیلی تصبیحات سے ثابت کیا ہے کہ الحمیدی قداح کی اولاد سے تھا بلکہ شہرستانی ادیبی، بریف سروے آف اسماعیلیزم سے ہسٹری آف برائز سبڈ امپریٹری۔

تھا۔ ہر حال سبب کچھ بھی ہو ابن صباح کے ارادت مندوں نے بڑی بڑی ہستیوں پر تیغ و خنجر کی آزمائش کی۔ سلاجقہ نے ان کا زور توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے۔

حسن بن صباح کے بارے میں جو عجیب القول شہدے بتائے جاتے ہیں وہ عقل تخیل کی پیداوار نظر آتے ہیں۔ اس کی جنت کے قصبے بھی من گھڑت ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے پیروں کو حشیش (بھنگ) پلاتا تھا جس سے غمور ہو کر وہ فدویت کے کرشمے انجام دیتے تھے۔ لہذا تاریخ میں ابن صباح کی جماعت کا نام حشیشین (بھنگ نوش) مشہور ہوا۔ کہتے ہیں کہ انگریزی لفظ ASSASSIN (قاتل) اسی سے نکلا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ بھنگ کی تاثیر بھار اور ہوشیار بنانا نہیں بلکہ بزدل اور مخلوط الحواس کرنا ہے۔ حسن بن صباح نے ۵۱۸ ہجری میں وفات پائی۔

الموت کا قلعہ نہایت مستحکم تھا۔ دشوار گزار پہاڑیوں میں واقع ہونے کی وجہ سے ناقابل تسخیر تھا۔ اس کے نواح میں باطنیہ کے اور بھی کئی مضبوط قلعے تھے۔ یہاں اسماعیلی حکومت تقریباً ۱۰ برس (۳۸۳ تا ۶۵۶) تک قائم رہ کر تاتار کے ہاتھوں محترم ہوئی۔

الموت ہی میں اسماعیلیہ کی شاخ نزار سے چھوٹی اور بہوان جڑھی۔ نزار سے کی بنیاد پڑنے کا قصہ یہ ہے کہ فاطمی خلیفہ مستنصر کے بعد اس کے بیٹے نزار سے مستعفی نے حکومت

۱۰ بریف سروے آف اسماعیلیزم ص ۲۰۔ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کی بھی یہی رائے ہے۔ فہمی اور ابن کثیر کے متفق ہیں۔

پھین لی۔ اس پر عمن بن صباح نے قاہرہ سے ناطہ توڑ لیا۔ وہاں کسی طرح ہزار کے کسب پوتے کو منگو لیا۔ جس نے امام مستور کی حیثیت اختیار کی۔ نزاری آئمہ نے کچھ مدت بعد طاقت فراہم کر کے ظہور کیا۔ تاتار کے ہاتھوں جو امام مارا گیا وہ رکن الدین خورشاہ تھا۔ اسماعیلیہ کا آغا خانی فرقہ نزاری ہی ہے یہ

اسماعیلی گروہوں میں نزاریہ کے علاوہ ^{مستعلیہ} اور دروزی بھی بہت مشہور ہیں۔ ^{مستعلیہ خلیفہ مستعلی کی اولاد} کو مانتے ہیں۔ ہند اور پاکستان کے بوہرہ اسی فرقے سے ہیں۔ دروزی جو شام میں آباد ہیں خلیفہ حاکم کو خدا مانتے ہیں۔ عقائد اور تاریخی روایات کے اختلاف سے اسماعیلیہ کی کئی شاخیں ہو گئیں۔ ان میں بعض گروہ بہت غالی تھے لہذا اسماعیلیہ کے عقائد کے بارہ میں قطعیت سے کچھ کہنا مشکل ہے خصوصاً جبکہ اس فرقہ میں نظریات اور روایات کی پوشیدگی پر بہت تاکید رہی ہے۔ بہر حال اتحاد واضح ہے کہ ان کے ہاں امامت کے منصب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ان کا نظریہ ہے کہ حقیقت کا علم صرف امام کو ہوتا ہے اس لئے امام چاہے ظہر ہو چاہے پوشیدہ، اس کی رہنمائی کے بغیر دنیا کے کسی دور میں چارہ نہیں۔ امامت مسلسل ہے۔ سب اماموں کا رتبہ یکساں ہوتا ہے بلکہ سارے امام درحقیقت ایک ہی ہستی کے مختلف مظاہر ہوتے ہیں۔ امام کا نامزد جانشین کبھی برطرف نہیں ہونگتا۔

لہ بریف سروے آف اسماعیلزم۔

اسماعیلیت میں سب سے زیادہ زور امام کی اطاعت پر ہے۔ حسن بن صباح کے فدائیوں کی سرکردگی کا یہی راز تھا۔ وہ اس کے حکم پر اپنے پیٹ میں چھرا بھونک دیتے اور قلعہ سے کود کر جان دے دیتے تھے۔

قرامطہ کو بھی بعض لوگ اسماعیلیہ کی شاخ سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس سے اتفاق نہیں اس لئے ہم نے قرامطہ کا ذکر ملحدہ کیا ہے :-

نصیبی

ادارہ

ادریس بن عبد اللہ (۱۷۲-۱۷۵) ادریس اصغر بن ادریس (۱۷۵-۲۱۳)
 محمد بن ادریس اصغر (۲۱۳-۲۲۱) علی بن محمد (۲۲۱-۲۲۳) یحییٰ بن محمد (۲۲۳-۲۳۴)
 (۲۳۴-۲۶۴) یحییٰ ثانی بن یحییٰ (۲۲۶) علی بن عمر (۲۲۶) یحییٰ بن قاسم بن ادریس اصغر
 (۲۹۲-۳۰۹)

اغالبہ (۱۸۴-۲۹۶)

ابراہیم بن اغلب (۱۸۴-۱۹۶) عبد اللہ بن ابراہیم (۱۹۶-۲۰۱) زیادت اللہ
 بن ابراہیم (۲۰۱-۲۲۳) ابو عقال اغلب بن ابراہیم (۲۲۳-۲۲۶) ابو العباس
 محمد بن اغلب (۲۲۶-۲۲۹) ابو ابراہیم احمد بن ابو العباس محمد (۲۲۹-۲۳۲)
 زیادت اللہ بن ابو العباس اغلب (۲۳۲-۲۵۰) ابو عبد اللہ محمد بن احمد (۲۵۰-۲۶۱)
 (۲۶۱) ابراہیم بن احمد (۲۶۱-۲۸۹) ابو العباس عبد اللہ بن ابراہیم (۲۸۹-۲۸۹)
 زیادت اللہ بن ابو العباس عبد اللہ (۲۸۹-۲۹۶)

طاہریہ (۲۰۵-۲۵۹)

طاہر بن حسین (۲۰۵-۲۰۷) عبداللہ بن طاہر (۲۰۷-۲۳۰)
طاہر بن عبداللہ (۲۳۰-۲۳۸) محمد بن طاہر (۲۳۸-۲۵۹)

علویہ (۲۵۰-۳۱۶)

حسن بن زید (۲۵۰-۲۷۰) محمد بن زید (۲۷۰-۲۸۷) حسن الاطروش بن علی
(۲۸۷-۳۰۲) حسن بن قائم (۳۰۲-۳۱۶)

صقاریہ (۲۵۲-۲۹۸)

یعقوب بن لیث (۲۵۲-۲۶۵) عمرو بن لیث (۲۶۵-۲۸۶) طاہر بن
محمد بن عمرو لیث (۲۸۸-۲۹۳)

طولونیہ (۲۵۴-۲۹۲)

احمد بن طولون (۲۵۴-۲۷۰) خارویہ بن احمد (۲۷۰-۲۸۲) حنش بن خارویہ
(۲۸۲-۲۸۳) ہارون بن خارویہ (۲۸۳-۲۹۲) شیبان بن احمد بن طولون (۲۹۲)

سامانیہ (۲۶۱-۳۸۹)

نصر بن احمد بن اسد (۲۶۱-۲۷۹) اسماعیل بن احمد (۲۷۹-۲۹۵)
احمد بن اسماعیل (۲۹۵-۳۰۱) نصر ثانی بن احمد (۳۰۱-۳۳۱) نوح اول بن نصر
(۳۳۱-۳۴۳) عبد الملک اول بن نوح (۳۴۳-۳۵۰) منصور اول
بن نوح (۳۵۰-۳۶۶) نوح ثانی بن منصور (۳۶۶-۳۸۷) منصور ثانی بن
نوح (۳۸۷-۳۸۹) عبد الملک ثانی بن نوح (۳۸۹-۳۸۹ھ)

بنو حمدان (۲۹۳-۴۰۲)

۱- موصل میں :- (۲۹۳-۳۸۰)

عبداللہ بن حمدان بن حمدون (۲۹۳-۳۱۷ قتل) ناصر الدولہ حسن بن عبداللہ (۳۱۷-۳۵۸) بیٹوں نے معزول کیا۔ ابوتغلب بن ناصر الدولہ (۳۵۸-۳۶۹)

(۳۶۹) ابوطاہر بن ناصر الدولہ (۳۶۹-۳۸۰)

۲- حلب میں :- (۴۰۲-۳۳۳)

سیف الدولہ علی بن عبداللہ بن حمدان (۳۳۳-۳۵۶)۔ سعد الدولہ بن سیف الدولہ (۳۵۶-۳۶۶ و ۳۵۶-۳۸۱) سعید الدولہ بن سیف الدولہ (۳۸۱-۳۹۲)

بنو قاطمہ (۲۹۶-۵۶۷)

عبید اللہ المہدی (۲۹۶-۳۲۲) ابوالقاسم القائم بامر اللہ (۳۲۲-۳۳۴)
المنصور باللہ (۳۳۴-۳۴۱) المعز لدین اللہ (۳۴۱-۳۶۵) العزیز باللہ (۳۶۵-۳۸۶)
الحاکم بامر اللہ (۳۸۶-۴۱۱) الظاہر لدین اللہ (۴۱۱-۴۲۷) المستنصر باللہ (۴۲۷-۴۸۷)
المستعلی باللہ (۴۸۷-۴۹۵) الأمر باحکام اللہ (۴۹۵-۵۲۳)
الحافظ لدین اللہ (۵۲۳-۵۲۳) الظاہر بامر اللہ (۵۲۳-۵۲۹)
الفاخر باللہ (۵۲۹-۵۵۵) العاضد لدین (۵۵۵-۵۶۷)

زیاریہ (۳۱۵-۴۷۰)

مرداویج بن زیار (۳۱۵-۳۲۳) و شمشگیر بن زیار (۳۲۳-۳۵۶)
ظہیر الدولہ بہستون بن و شمشگیر (۳۵۶-۳۶۶) قابوس بن و شمشگیر (۳۶۶-۴۰۲)
منوچہر بن قابوس (۴۰۲-۴۲۰) دارا بن منوچہر (۴۲۰-۴۲۰) انوشیروان بن منوچہر

(۲۲۱-۲۲۰) قابوس ثانی بن دارا (۲۴۱-۲۶۲) - گیلان شاہ (۲۶۲-۲۶۰)

بنو حسنویہ (۳۱۹-۴۰۵)

حسنویہ بن حسین (۳۱۹-۲۶۹) بدر بن حسنویہ (۴۰۵-۲۶۹)

بنو اشید (۳۲۲-۳۵۸)

محمد بن طغج بن جف (۳۲۳-۳۲۲) انوجور بن اشید (۳۲۴-۳۲۶)
 علی بن اشید (۳۲۶-۳۵۵) - ابوالمسک کافور مولی الاخشید (۳۵۵-۳۵۴)
 احمد بن علی بن اشید (۳۵۸-۳۵۴)

آل بویہ (۳۲۴-۴۲۴)

عماد الدولہ ابوالحسن علی (۳۲۴-۳۲۸) معز الدولہ (۳۲۴-۳۵۶)
 عز الدولہ بختیار بن معز الدولہ (۳۵۶-۳۶۴) عضد الدولہ بن رکن الدولہ (۳۶۴-۳۶۲)
 مصممام الدولہ بن عضد الدولہ (۳۶۲-۳۶۶) شرف الدولہ (۳۶۶-۳۶۶)
 (۳۶۶-۳۶۶) بہاؤ الدولہ (۳۶۶-۳۶۶) سلطان الدولہ بن بہاء الدولہ (۳۶۶-۳۶۶)
 شرف الدولہ بن بہاء الدولہ (۳۶۶-۳۶۶) جلال الدولہ بن بہاء الدولہ (۳۶۶-۳۶۶)
 ابوکالیجار بن سلطان الدولہ (۳۶۶-۳۶۶) الملک الرحیم (۳۶۶-۳۶۶)
 (مندرجہ بالا سبھی نقطہ امیر الامرائی سے متعلق ہیں)

بنو شامین (۳۳۸-۴۰۸)

عمران بن شامین (۳۳۸-۲۶۹) حسن بن عمران (۳۶۹-۳۶۲) -
 ابوالفرج محمد بن عمران (۳۶۲-۳۶۳) ابوالمعالی بن حسن (۳۶۳-۳۶۶)
 منذب الدولہ علی بن نصر بن ابوالحسن (۳۶۶-۴۰۸) ابوالحسن احمد بن منذب الدولہ

(۳۰۸) محمد بن نسائی (۳۰۸)

غزنویہ (۳۵۱-۵۸۲)

البتگین (ابو اسحاق) (بتگین (۳۶۶-۳۸۷) - اسامیل
 (۳۸۸-۳۸۷) محمود بن بتگین (۳۲۱-۳۸۸) محمد بن محمود (۳۲۱)
 مسعود بن محمود (۳۲۱-۳۲۲) مودود بن مسعود (۳۲۲-۳۲۰) مسعود بن
 مودود (۳۲۰) ابوالحسن علی بن مسعود (۳۲۰) عبدالرشید بن محمود (۳۲۲-۳۲۰)
 فرخ زاد بن مسعود (۳۲۳-۳۵۱) ابراہیم بن عبدالرشید (۳۵۱-۳۹۲) مسعود
 بن ابراہیم (۵۰۸-۵۹۲) شیرزاد بن مسعود (۵۰۸-۵۰۹) ارسلان شاہ بن
 مسعود (۵۰۹-۵۱۲) بہرام شاہ بن مسعود (۵۱۲-۵۲۷) خسرو شاہ بن بہرام
 شاہ (۵۲۷-۵۵۵) خسرو ملک بن خسرو شاہ (۵۵۵-۵۸۲)

بنو عقیل (۳۸۰-۴۸۹)

محمد بن مسیب (۳۸۰-۳۸۶) حاتم الدولہ المقلد بن مسیب (۳۸۶-
 ۳۹۱ قتل) محمد الدولہ قرواش بن حاتم الدولہ (۳۹۱-۳۹۲) زعیم الدولہ بن
 حاتم الدولہ (۳۹۲-۳۹۳) علم الدولہ ابوالمعالی قرواش بن بدران بن حاتم
 الدولہ (۳۹۳-۳۹۴) شرف الدولہ مسلم بن قرواش (۳۹۴-۳۹۵) ابراہیم
 بن قرواش (۳۹۵-۳۹۶) علی بن مسلم بن قرواش (۳۹۶-۳۹۷) محمد بن شرف
 الدولہ (۳۹۷-۳۹۸)

سلاجقہ عظمیٰ (۴۲۹-۵۹۰)

طغرل بک محمد (۴۲۹-۴۵۶) الپ ارسلان بن داود (۴۵۶-۴۶۵)
 ملک شاہ بن الپ ارسلان (۴۶۵-۴۸۵) محمد بن ملک شاہ (۴۸۵-۴۸۷)

برک یارق سے کشمکش) برک یارق بن ملک شاہ (۴۸۵-۴۹۸) ملک شاہ
 بن برک یارق (۴۹۸) سلطان محمد بن ملک شاہ اول (۴۹۸-۵۱۱) محمود بن محمد
 (۵۱۱-۵۲۵) داؤد بن محمود (۵۲۵-۵۲۶) طغرل بن سلطان محمد (۵۲۶-۵۲۷)
 مسعود بن محمد (۵۲۷-۵۲۸) ملک شاہ بن محمود (۵۲۸-۵۲۹) محمد بن
 محمود (۵۲۸-۵۵۲) بہت عرصہ معطل رہا) سلیمان بن محمد ملک شاہ (۵۵۲-
 ۵۵۶) ارسلان بن طغرل بن محمد (۵۵۶-۵۷۲) طغرل بن ارسلان (۵۷۲-
 ۵۹۰)

(یہ سینہ امیر الامرائی سے متعلق ہیں)

بنو زنگی (۵۲۱-۵۸۱)

عماد الدین زنگی (۵۲۱-۵۴۱) کی وفات کے بعد اس کی سلطنت ۲
 حصوں میں بٹ گئی۔ موصل سیف الدین غازی (وفات ۵۴۴) اور حلب
 نور الدین محمود (وفات ۵۶۹) کو ملا۔ نور الدین کے بعد اس کا بیٹا الملک
 الصالح اسماعیل (وفات ۵۷۸) جانشین ہوا۔ سیف الدین غازی کے بعد
 قطب الدین مودود بن عماد الدین (۵۴۴-۵۶۵) اور پھر سیف الدین بن
 قطب الدین (۵۶۵-۵۷۶) جانشین ہوا۔ سیف الدین اور اسماعیل کے
 بعد قطب الدین کے دو بیٹوں عز الدین صاحب موصل (وفات ۵۸۹) اور
 عماد الدین صاحب سجار (وفات ۵۹۴) نے ملک بانٹ لیا۔ صلاح الدین
 ایوبی نے ان کی خود مختاری ۵۸۱ھ میں ختم کر دی۔ (اتابکیہ کی حکومتیں موصل
 حلب، سجار اور جزیرہ میں رہیں۔)

خوارزم شاہیہ (۴۹۰-۶۲۸)

محمد خوارزم شاہ (۴۹۰-۵۲۱) اتسز بن محمد (۵۲۱-۵۵۱) ایل ارسلان
 بن اتسز (۵۵۱-۵۶۸) سلطان شاہ بن ارسلان (۵۶۸) علاء الدین تگش

بن ارسلان (۵۶۸-۵۹۶) علاء الدین ثانی محمد بن تکش (۵۹۶-۶۱۷) جلال الدین
بن علاء الدین (۶۱۷-۶۲۸)

ابو بکر (۵۶۲-۶۵۷)

صلاح الدین ایوبی (۵۶۲-۵۸۹) کی حکومت تین بیٹوں پر تقسیم ہوئی۔
الملك الافضل (۵۸۹-۶۷۷) الملك العزيز (۵۸۹-۵۹۵) الملك الظاهر
غیاث الدین غازی (۵۸۹-۶۱۳) الملك المنصور بن عثمان صلاح الدین
کا بھتیجا (۵۹۵-۵۹۶)۔

الملك العزيز بن الملك الظاهر (۶۱۳- عزل و وفات) الملك العادل
جو صلاح الدین کا بھائی تھا اس نے صلاح الدین کے بیٹوں سے ملک
چھینا (۵۹۷-۶۱۵) الملك الكامل محمد بن الملك العادل (۶۱۵-۶۳۵)
الملك العادل ابو بکر بن الملك الكامل (۶۳۵) الملك الصالح نجم الدین ایوب
بن الملك الكامل (۶۳۵-۶۳۷) الملك المعظم توران شاہ بن نجم الدین (۶۳۷-
۶۳۸ قتل) شجرة الدر (۶۳۸) الملك الاشراف موسى (۶۳۸-۶۵۷)

مرابطین (۴۶۲-۵۲۲)

یوسف بن تاشفین (۴۶۲-۵۰۰) علی بن یوسف (۵۰۰-۵۲۵) تاشفین

بن علی (۵۲۵-۵۲۹) اسحاق بن علی (۵۲۹-۵۴۲)

مؤحدین (۵۱۴-۶۶۸)

محمد بن تومرت (۵۱۴-۵۲۲) عبد المؤمن (۵۲۲-۵۵۸) محمد بن

عبد المؤمن (۵۵۸) ابو یعقوب یوسف بن عبد المؤمن (۵۵۸-۵۸۰)

یعقوب بن یوسف (۵۸۰-۵۹۵) محمد بن یعقوب (۵۹۵-۶۱۱) یوسف بن

محمد (۶۱۱-۶۲۰) ابو محمد عبد الواحد (۶۲۰-۶۲۱) ابو محمد العادل (۶۲۱-۶۲۲)

ادریس المأمون (۶۲۲-۶۳۰) سعید (۶۳۰-۶۳۲) عمر (۶۳۲-۶۶۵)

والق (۶۶۵-۶۶۸)

کتابت

عربی

تاریخ طبری، تاریخ ابن اثیر، تاریخ ابن کثیر، تاریخ خطیب بغدادی، تاریخ الخلفاء سیوطی،
تاریخ ابن خلدون، فتوح البلدان، الفخری از ابن طقطقی، مروج الذهب سعودی،
دول الاسلام ذهبی، دول الاسلام و حلان، دول الاسلام صدفی، دول الاسلام فخر رازی،
النجوم الزاهرة سیوطی، النجوم الزاهرة طغری برودی، شذرات الذهب، العاظم قرنی،
عبون الاخبار ابن قتیبه، الامامة والسياسة ابن قتیبه، قوات الوفيات، حسن المحاضر،
دولت آل سلجوق اصفهانی، کتاب الروضتین شهاب الدین، کتاب الوزراء جهشیاری،
تاریخ القضاة ابن عرنوس، احکام السلطانية ماوردی، الفهرست ابن النديم
تاریخ ابن العبری، الملل والنحل شریانی، عصر المامون واکثر رفاعی،
الفاطمیون فی مصر، عبید اللہ المهدی از حسن ابراهیم، محاضرات خضری، ظہر الاسلام،
مستطرف، تحفة المجالس سیوطی۔

اردو

تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی۔
المامون شبلی۔
اصول و اصول شیعہ از حجۃ الاسلام محمد حسین۔
اردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون از حکیم محمد حسن۔
رسالہ شبلی
تعارف قرآن و حدیث و فقہ از شیخ محمد اقبال۔

انگریزی

ہسٹری آف سیرانز امیر علی۔
رائز آف فاطمہ زہرا آف اسماعیلیم از آئی ڈنو۔
کرویدر ان ڈالیت از سیٹولسن
کرویدر از کولسن
آؤٹ لائنز آف میڈیول ہسٹری از اورٹن
انسائیکلو پیڈیا آف اسلام
انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا

GOOD BOOKS

1. Concise B. A. ENGLISH GUIDE (1967) (Compulsory)
by N. Shaukat, H.A. Vyne, M.A., Bashir Ahmad M.A.
& Prof. Ghulam Mohy-ud-Din M.A., Rs. 12/-

Note :— Commentaries (notes) on all the courses (compulsory English) which are very popular and good are available **NOW**

2. سیاست و ریاست حصہ اول از فاروق اختر لایسنس اسکول صاحب ریاست
بر بہترین کتاب اسلامی سیاست کو اپنی اس میں مہربا کہا ہے۔
Rs. 12.00

3. سیاست و ریاست حصہ دوم از فاروق اختر لایسنس اسکول صاحب ریاست
دالہ متحد امریکہ 'سولزریٹڈ' سوئیٹ ہوائن اور پاکستان
کے دیگر بڑے شہروں میں۔ اسے سیاسیات کے طلباء کی سال دوم کی
ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اردو میں اس سے بہتر اور کوئی
کتاب موجود نہیں ہے۔ اس مثالی کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ
اسی دوسری کتاب کے مطالعہ کی تشریح محسوس نہیں کریں گے۔
اور آسانی سے ڈیڑھ گھنٹہ میں کتاب ہو سکتی ہے۔ ہر دستور کی
ابتداء میں دستوری ارتقاء کی مختصر تاریخ درج کر کے مصنف نے
کتاب کی اہمیت کو اور اپنی اڑھا دیا ہے۔
Rs. 13.00

4. سیاست و ریاست حصہ اول از شیخ منظور علی
Rs. 2.00

5. سیاست و ریاست حصہ دوم از شیخ منظور علی
Rs. 2.00

6. تاریخ پاک و ہند (دہلی سلطنت) سوال جواباً۔
Rs. 2.50

7. تاریخ پاک و ہند (مغل سلطنت) سوال جواباً۔
Rs. 4.00

8. تاریخ پاک و ہند (عہد برطانیہ) سوال جواباً۔
Rs. 5.00

9. کالج تعلیمات ایران - سورہ آل عمران و اسما
Rs. 2.50

10. کالج حدیث و فقہ و تاریخ
Rs. 4.90

11. پاک پریشانی کالج ہمارے حصہ اول
Rs. 3.58

12. پاک پریشانی کالج ہمارے حصہ دوم
Rs. 4.00

13. اردو کالج کالج ہمارے حصہ اول لیا ایکشن ٹیبل ڈارا
Rs. 8.00

14. روح دانش شرح لنگ دانش از حاجہ ملک
Rs. 5.00

15. روح ادب شرح کتب ادب از حاجہ ملک
Rs. 7.00

16. پاک پریشانی کالج ہمارے حصہ سوم از لاکڑ
Rs. 3.00

اوراد احمد ارشد
اصول عمرانات - از علامہ بریلوی صاحب لکڑ
باند بابہ کتاب
Rs. 5.00

ILMI KITAB KHANA
Uddi Bazar, LHOHE-2

MAJID BOOK DEPOT
Lahore - LYALPUR

Chishtia Press, Lahore.

GOOD BOOKS

1. Concise B. A. ENGLISH GUIDE (1967) (Compulsory)
by N. Shaukat, H.A. Vyne, M.A., Bashir Ahmad M.A.
& Prof. Ghulam Mohy-ud-Din M. A., Rs. 12/-

Note:— Commentaries (notes) on all the courses (compulsory English) which are very popular and good are available
NOW

2. سیاست و ریاست حصہ اول از فاروق اختر لایب-اسٹوڈنٹ جامعہ اسلامیہ
پر بہترین کتاب اسلامیہ سیاست کو لہن-اس میں مہربا کہا ہے۔
Rs. 12.00

3. سیاست و ریاست حصہ دوم از فاروق اختر لایب-اسٹوڈنٹ ریاست
دہلی متحدہ امریکہ 'سولز ریلینڈ' سوئیٹ ہوائن اور پاکستان
کے دیگر ہر مشہور لی۔ اے سیاست کے طلباء کی سال دوم کی
ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اردو میں اس سے بہتر اور کوئی
کتاب موجود نہیں ہے۔ اس مثالی کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ
آسی دوسری کتاب کے مطالعہ کی تشریح محسوس نہیں کریں گے۔
اور آسانی اسٹ ڈیوٹ میں کامیاب ہو سکیں گے۔ ہر دستور کی
ابتدا میں دستوری ارتقاء کی مختصر تاریخ درج کر کے مصنف نے
کتاب کی اہمیت کو اور بھی بڑھا دیا ہے۔
Rs. 13.00

4. سیاست کا لکچر حصہ اول از شیخ منظور علی
Rs. 2.00

5. سیاست کا لکچر حصہ دوم از شیخ منظور علی
Rs. 2.00

6. تاریخ پاک و ہند (دہلی سلطانیت) سوال جواباً۔
Rs. 2.50

7. تاریخ پاک و ہند (مغل سلطنت) سوال جواباً۔
Rs. 4.00

8. تاریخ پاک و ہند (عہد برطانیہ) سوال جواباً۔
Rs. 5.00

9. کالیڈ تعلیمات ایران - سورہ آل عمران و اسماہ
Rs. 2.50

10. کالیڈ حدیث و فقہ و تاریخ
Rs. 4.90

11. پاک پریش کالیڈ ہند حصہ اول
Rs. 3.58

12. پاک پریش کالیڈ ہند حصہ دوم
Rs. 4.00

13. اردو کالیڈ حصہ اول لیا ایلین طہری دارا
Rs. 8.00

14. روح دانش درج پنج دانش از حاجہ ملک
Rs. 5.00

15. روح ادب درج کالج ادب از حاجہ ملک
Rs. 7.00

16. پاک پریش کنوینشن حصہ سوم از لاکر
Rs. 3.00

اورنگ احمد ارشد
اصول عمرانیات - از امام بریلوی ہاگر ترک
باند پابہ کتاب
Rs. 5.00

ILMI KITAB KHANA
Uda Bazar, LHOHE-2

MAJID BOOK DEPOT
Jinnah Road - LYALPUR

Chishtia Press, Lahore,